سلسلہ مقالاتِ جمیل

اِسلام
اور
حدود و تعزیرات

از افادات

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی قدس سرہٗ

ترتیب و تدوین

مولانا ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی

ناشر

ادارہ اشرف التحقیق جامعہ دار العلوم الاسلامیہ لاہور

سلسلہ مقالاتِ جمیل

اسلام اور حدود و تعزیرات

از افادات

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی قدس سرہٗ

ترتیب وتدوین

مولانا ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی

www.KitaboSunnat.com

ناشر

ادارہ اشرف التحقیق جامعہ دار العلوم الاسلامیہ لاہور

فہرست

" اسلام اور حدود وتعزیرات "

مقالات

(پہلا مقالہ) اسلام کیا ہے

تقریظ: شیخ الحدیث حضرت اقدس مولانا مشرف علی تھانوی مدظلہٗ العالی

مہتمم جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ لاہور۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ و کفی والصلوٰۃ والسلام علی خاتم الانبیاء ۔ اما بعد

مقالات جمیل کے سلسلہ کی ایک اور کڑی "اسلام اور حدود وتعزیرات" آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ والد ماجد حضرت مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی قدس سرہ کے ان مقالات کا مجموعہ ہے جسمیں حضرت اقدس مفتی صاحبؒ نے اسلام کے اوامر ونواہی اور اسکے نظام حدود وتعزیرات پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ آپ نے نہ صرف یہ کہ اسلامی سزاؤں کو قرآن وحدیث اور اجماع شرعی سے ثابت کیا ہے بلکہ انکی افادیت پر بھی خوب روشنی ڈالی ہے۔ اور یہ بھی واضح کیا ہے کہ اسلامی سزاؤں کے نفاذ ہی سے احوال امت کی اصلاح ممکن ہے۔ نیز مغرب زدہ معترضین کی جانب سے حدود وتعزیرات پر کئے گئے قدیم وجدید اعتراضات کا کافی شافی جواب بھی مرحمت فرمایا ہے۔

اس کتاب کی ترتیب وتدوین اور عنوانات وحواشی کا سہرا بھی حسب سابق برادرم عزیزم ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی کے سر ہے جو اس سے قبل بھی اسی سلسلہ یعنی مقالات جمیل کی چار کتابوں اور احکام القرآن کی چار جلدوں کو اپنے حواشی سے مزین کر کے منصۂ شہود پر لا چکے ہیں۔ نیز انہوں نے حال ہی میں جمیل الفتاوی کے نام سے حضرت مفتی صاحبؒ کے فتاوی پر مقالہ لکھ کر کراچی یونیورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل کر لی ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ انہیں اسی طرح دین کی خدمت میں مشغول رکھیں اور اس کتاب کو اور ادارہ ھذا سے شائع شدہ تمام کتب کو ذخیرۂ آخرت بنائیں۔ آمین ثم آمین

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد والہ وصحبہ اجمعین

مشرف علی تھانوی

عرض مرتب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والعاقبة للمتقین والصلوٰة والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین.

امابعد:

فقیہہ العصر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ قدس سرہ کی ذات گرامی کسی تعارف کی محتاج نیں آپ نے ۳۵ سال مظاہر العلوم سہارنپور میں درس وتدریس کے فرائض سرانجام دیے۔ اس دوران ہزاروں طلباء نے آپ سے کسب فیض کیا۔ ۱۳۶۱ھ سے ۱۳۶۳ھ تک آپ امداد العلوم تھانہ بھون میں حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ کی زیر سرپرستی فتاوی نویسی کی خدمات سرانجام دیتے رہے۔ اس دوران آپ نے مدرسہ میں آمدہ استفتاءات کے جوابات کے علاوہ حکیم الامت کے حکم سے احکام القرآن کی منزل ثالث ورابع کی تالیف شروع کی تیسری منزل قیام تھانہ بھون میں مکمل کی۔ اور چوتھی منزل ادارہ اشرف التحقیق میں مکمل فرمائی

تیسری منزل کو ادارہ اشرف التحقیق نے تین ضخیم جلدوں میں طبع کیا ہے۔

قیام پاکستان کے بعد آپ پاکستان تشریف لائے اور آپ ۱۹۵۲ء سے تاوفات ۱۹۷۴ء جامعہ اشرفیہ کی مسند افتاء پر فائز رہے۔ اور درس وتدریس کے فرائض بھی سرانجام دیتے رہے۔ اس دوران آپ نے ہزاروں فتاویٰ تحریر فرمائے اور سینکڑوں طلباء نے آپ سے حدیث وتفسیر کے علوم حاصل کئے۔ آپ اکثر دینی رسائل میں وقتی ضرورت کے تحت تفصیلی مضامین قلم بند فرماتے رہتے تھے۔ جس سے عوام وخواص مستفید ہوتے رہتے تھے ۱۹۸۷ء میں آپ نے جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ کے ادارہ اشرف التحقیق کی سرپرستی قبول فرمائی اور ہفتہ میں تین روز یہاں بیٹھ کر احکام القرآن کی منزل رابع کی تالیف شروع فرمائی، بحمد اللہ آپ نے اپنی آخر عمر میں اس تالیف کو مکمل فرمایا جو آج کل زیر طبع ہے۔ حضرت مفتی صاحبؒ کے انتقال کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا مشرف علی صاحب تھانوی مدظلھم العالی مہتمم جامعہ دارالعلوم الاسلامیہ نے احقر کو حکم دیا کہ حضرت مفتی صاحبؒ کے متفرق کام کو جمع کرو! چنانچہ اس پر کام شروع کیا گیا۔ اب تک الحمدللہ ادارہ سے حضرت مفتی صاحبؒ کی تحقیقات پر مشتمل حسب ذیل کتب پیش کی جا چکی ہیں، احکام القرآن منزل ثالث عربی (تین جلد) دلائل وجوب

قربانی، مقالات القرآن، مقالات سیرت، مختصر قواعد میراث، نماز کے اہم مسائل، ان کے علاوہ جمیل الفتاویٰ (قیام تھانہ بھون میں لکھے گئے فتاویٰ) اورالقصائدالعربی (عربی قصائد) پر بھی کام مکمل ہو چکا ہے جو عنقریب پیش کیا جائے گا۔

اوراب آپ کی خدمت میں مفتی صاحبؒ کے آٹھ مقالات کا ایک مجموعہ (اسلام اور حدود وتعزیرات) کے نام سے پیش کیا جارہا ہے۔

پہلا مقالہ: ''اسلام کیا ہے'' کے نام سے خدام الدین جولائی/ ۱۹۶۵ء میں طبع ہوا تھا جس میں مفتی صاحبؒ نے اسلام کی حقانیت کو ثابت کیا ہے اور بتایا ہے کہ پوری دنیا میں صرف اسلام ہی وہ مذہب ہے جو اپنی اصل شکل و صورت میں آج بھی موجود ہے اور جس کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ پاک نے اٹھائی ہے جو عین دین فطرت ہے اس کے تمام احکام وعبادات فطرت کے عین مطابق ہیں اس لئے نجات صرف اسلام پر عمل کرنے ہی میں ہے۔اس سلسلہ میں مفتی صاحبؒ کی ایک مستقل تصنیف خصوصیات اسلام بھی ہے جو کو کتب خانہ جمیلی نے طبع کیا ہے۔

دوسرا مقالہ: ''النواہی'' کے عنوان سے ہے آپ نے یہ مقالہ ۱۹۶۰ء میں لکھا جس کو محکمہ اوقاف پاکستان نے طبع کیا اس مقالے میں ان باتوں کا ذکر کیا گیا

ہے جن سے شریعت نے منع کیا ہے مثلاً شرک، کفر، قتل ناحق، خودکشی، زنا، زنا کی تہمت، حرام حیوانات، شراب، جوا، سود، رشوت وغیرہ، ان تمام ممنوعات کے منع ہونے کی وجہ اور ان کی بُرائی کو خوب واضح کیا ہے، اور ان کے ارتکاب سے پیش آنے والے نقصانات کو ذکر کر کے قرآن وحدیث سے ان کاموں کے منع ہونے پر دلائل بھی پیش کیے گئے ہیں۔

تیسرا مقالہ: ''غلامی اور اسلام'' اسلام کے ارکان میں سے جہاد ایک رکن اعظم ہے۔ دوران جہاد جو قیدی آتے ہیں ان کو غلام بنایا جاتا ہے اس پر بعض حضرات اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام جیسے عظیم مذہب میں غلامی کا تصور ہے، مفتی صاحب نے اس مقالہ میں بتایا ہے کہ اسلام میں جو غلامی ہے وہ صرف نام کی غلامی ہے اس کی حقیقت تو آقا بنانا اور راحت وآرام پہنچانا ہے اسلامی غلامی کو زمانہ جاہلیت کی غلامی پر قیاس کرنا غلط ہے۔ اس مقالہ میں اسلام میں غلامی کی حقیقت کو خوب واضح کیا گیا ہے۔

چوتھا مقالہ: ''اسلامی سزائیں'' یہ مقالہ ۱۳۹۲ھ البلاغ میں چھ قسطوں میں شائع ہوا تھا۔ اس مقالہ میں مفتی صاحبؒ نے اسلامی سزاؤں کے بارے میں لوگوں کے اس تأثر کو غلط ثابت کیا ہے کہ وہ بہت سخت ہیں اور ان کا اجراء ظلم ہے۔ آپ نے ثابت کیا ہے کہ جس جرم کی جو سزا اسلام نے تجویز

کی ہے وہ عین اس جرم کے موافق ہے لوگ اصل میں ان جرائم کو ہلکا سمجھتے ہیں اس لئے ان پر دی جانے والی سزاؤں کو سخت کہتے ہیں مفتی صاحبؒ نے ان جرائم کی حقیقت سے پردہ اُٹھا کر بتایا ہے کہ ان جرائم پر جو سزائیں اسلام نے دی ہیں وہ عین عدل وانصاف پر مبنی ہیں اور ان کے اجراء سے معاشرہ امن وسلامتی کا گہوارہ بن جائے گا۔

پانچواں مقالہ ''کیا سنگساری اسلامی سزا ہے؟'' مفتی صاحبؒ سے ایک صاحب نے استفتاء کیا کہ کیا سنگساری اسلامی سزا ہے اور اگر ہے تو یہ حد ہے یا تعزیر قرآن وحدیث اور اجماع صحابہؓ سے ثابت ہے کہ نہیں؟۔

مفتی صاحبؒ نے اس کا مفصل جواب تحریر فرمایا قرآن وحدیث اجماع وقیاس سے نہ صرف اس کا شرعی سزا ہونا ثابت کیا بلکہ بتایا کہ یہ حد شرعی ہے اس کا انکار کفر ہے۔ اور اس کو تعزیر کہنا غیر اسلامی کام ہے، ۱۹۸۱ء میں ہفت روزہ خدام الدین نے اس کو ایک مقالہ کی صورت میں شائع کیا۔

اس موضوع پر مفتی صاحب رحمۃ اللہ کی ایک مفصل تصنیف ''فرضیت رجم'' بھی ہے جو کتب خانہ جمیلی کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن نے طبع کیا ہے۔ جو لوگ اس موضوع پر تفصیلی مباحث کا مطالعہ کرنا چاہیں وہ اس کتاب کو ضرور دیکھیں۔

چھٹا مقالہ: ''عورت کی نصف دیت'' بعض حضرات نے عورت کی دیت کے بارے میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کی کوشش کی تھی تو اس کے جواب میں مفتی صاحبؒ نے ماہنامہ الخیر ۱۹۸۵ء میں عورت کی نصف دیت کے عنوان سے ایک مفصل مضمون تحریر فرمایا جس میں قرآن پاک کی ۲۰ آیات، چالیس احادیث، اجماع صحابہؓ اور عقلی نقلی دلائل سے اس بات کو ثابت کیا کہ عورت کی دیت مرد سے نصف ہے یہ انتہائی محققانہ مضمون ہے۔

ساتواں مقالہ: ''عورت کا فرض'' اس عنوان سے یہ مضمون اکتوبر ۱۹۵۶ء خدام الدین میں طبع ہوا تھا اس میں مفتی صاحبؒ نے تفصیل سے بیان کیا ہے کہ عورت کے فرائض کیا ہیں کیونکہ عورت ہی وہ مکتب ہے جہاں سے نقش اول انسان کے دل پر ثبت ہوتا ہے لہٰذا اس کا دیندار ہونا ضروری ہے۔ اور علوم دینیہ سے واقف ہونا بھی اس لئے کہ اگر وہ خود علوم سے واقف ہوگی تو اس کی تربیت میں چلنے والے بچے بھی بلند مراتب حاصل کریں گے۔ اور اگر وہ خود ناواقف دین اور بداخلاق ہوگی تو بچوں پر بھی اس کا اثر پڑیگا۔

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

آٹھواں مقالہ: ''توہین رسالت اور اس کی سزا'' سلمان رشدی ملعون

نے جب اپنی مغلظات ایک انگریزی ناول کی شکل میں شائع کیں جس میں انبیاء علیھم السلام کی شان میں گستاخی کی گئی تھی تو اس کی سزاء کے، متعلق ایک بحث چل نکلی اور مفتی صاحبؒ کی خدمت میں برطانیہ سے اس سلسلہ میں ایک استفتاء آیا آپ نے اس کا مفصل جواب لکھنے کے لئے مولانا محمود اشرف عثمانی صاحب کو حکم دیا کہ اس سلسلہ میں قرآنی آیات واحادیث کو جمع کیا جائے۔ انہوں نے آیات واحادیث جمع کر کے حضرتؒ کی خدمت میں پیش کیں۔ تو تیس آیات چالیس احادیث اجماع امت اور عقلی وشرعی قیاس کی روشنی میں آپ نے گستاخ رسول کی سزاء کے متعلق ایک مفصل مضمون تحریر فرمایا جو ماہنامہ الحسن کی ۹ ۱۴۰ھ کی خصوصی اشاعت میں شائع ہوا بعد میں مولانا محمود اشرف صاحب عثمانی نے اس کو جدید عنوانات سے توہین رسالت اور اس کی سزا کے عنوان سے کتابی شکل میں ادارہ اسلامیات سے طبع کرایا۔ اس موضوع پر یہ انتہائی محققانہ مضمون ہے۔

احقر نے اس کتاب میں حضرت اقدس مفتی جمیل احمد صاحب تھانویؒ کے ان مقالات کو یکجا کر دیا ہے جن میں مفتی صاحبؒ نے مذہب اسلام کی حقانیت، اور اس کے اوامر ونواہی کی افادیت کو بیان کیا ہے نیز حدود وتعزیرات کے سلسلے میں قرآن وحدیث میں جو احکام بیان کئے گئے

ہیں وہی عین عدل وانصاف ہیں ان کا نفاذ ہی ایک فلاحی اسلامی مملکت کے قیام کا باعث ہوسکتا ہے اس لئے جن مقالات میں مفتی صاحبؒ نے اسلامی سزاؤں کو بیان کیا تھا وہ اس کتاب جمع کر دیئے گئے ہیں۔ مفتی صاحبؒ کے مقالات کے مسودات چونکہ موجود نہیں ہیں ۔ یہ مقالات مختلف رسائل کی ورق گردانی کے بعد جمع کئے گئے ہیں ممکن ہے اس موضوع پر مفتی صاحبؒ کے کچھ اور مقالات بھی ہوں جو احقر کی نظر سے نہ گذرے ہوں ۔اس لئے اگر کسی صاحب کے پاس کوئی اور مضمون ہو تو وہ بندے کو ارسال کر دیں آئندہ ایڈیشن میں شامل اشاعت کرلیا جائے گا۔احقر نے ان مقالات کو مرتب کیا ان پر عنوانات کا اضافہ کرنے کے ساتھ پیرا گرافی بھی کی اور بعض مشکل الفاظ پر حواشی لکھ کر عام قاری کے لئے اس کو آسان سے آسان تر کرنے کی کوشش کی ہے ۔کتاب کی افادیت کے پیش نظر اس میں مذکور آیات واحادیث کی ایک فہرست بھی کتاب کے آخر میں درج کر دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو قبول فرمائیں میرے لئے اس کو ذخیرہ آخرت بنائیں اور مفتی صاحبؒ کے لئے بلندی درجات کا باعث بنائیں۔

مقالات جمیل کے سلسلہ کی یہ پانچویں کتاب ہے ۔اس کے بعد ایک چھٹی کتاب انشاءاللہ مقالات فقہیہ پر مبنی پیش کی جائیگی۔قارئین سے درخواست

ہے کہ وہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ احقر کو اس سلسلہ کی تکمیل کی توفیق عطا فرمائیں ۔اور احکام القرآن کا جو کام باقی رہ گیا ہے اس کو بھی جلد مکمل کرائے ۔نیز مفتی صاحبؒ کی سوانح اور جمیل الفتاویٰ کی بھی جلد تکمیل کر کے ھدیہ قارئین کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔اور اس سلسلے میں پیش آمدہ مشکلات تو دور فرمائیں ۔آمین

خلیل احمد تھانوی

خادم: ادارہ اشرف التحقیق والبحوث الاسلامیہ

جامعہ دار العلوم الاسلامیہ ۔لاہور

۱۴ شعبان ۱۴۲۴ھ

مقالہ 1
اسلام کیا ہے

اسلام کیا ہے؟

ضرورت مذہب

ہر آدمی میں جو روح وجسم کا مجموعہ ہے دو قوتیں ہیں۔روح میں فرشتوں والی اور جسم میں جانوروں والی یا یہ کہیے نیکی اور بدی کی یا شرافت اور ذلت کی اور ہر عقل کی فطری خواہش یہی ہے کہ نیکی وشرافت کو بالادستی حاصل ہو اس کے لئے کسی ضابطہ کی ضرورت ہے،وہ خدائی ہو یا انسانی مگر دونوں میں وہی فرق ہوگا جو دونوں ضابطہ والوں کا فرق ہے خدا اور انسان کا۔

پھر آدمی کو اپنی ان قوتوں سے کام لینے کے دو راستے ہیں ایک وہ تعلق جو خالق ومخلوق میں ہے دوسرا وہ جو مخلوق مخلوق میں ہے اور ہر قوت کے درجے بھی ہوں گے ان سب کے لئے بھی خدائی آئین درکار ہے۔یہی آئین مذہب ہے جو خدائی ہوگا صحیح ہوگا دوسرا ہوگا تو صحیح نہ ہوگا۔

ثبوت مذہب

تمام دنیا میں خدائی قانون وحی الٰہی حرف حرف بعینہٖ کہیں محفوظ نہیں رہا سوائے اسلام کے کہ یہاں آج تک حرف حرف حرکت حرکت محفوظ

ہے۔اس لئے انسانی شرافت ونیکی اوران کے تعلقات ودرجات کے خدائی قانون صرف اسلام ہی رکھتا ہے۔دوسری کوئی قوم نہ اصل رکھتی ہے نہ حرف حرف نہ معتبر طریقہ سے محفوظ بلکہ ملی جلی یا کوئی غیر اصلی یا بے ثبوت ۔اس لئے اسلام کے سوا کوئی اور صحیح قانون ہو ہی نہیں سکتا، جو انسان کو انسان یعنی شرافت ونیکی کا پتلا بنا سکے اور جانوروں کی خباثتوں سے بچا سکے۔اگر آدمی کو کامل انسان بننا ہے تو اسلام ہی کے دامن میں آنا ہوگا۔

اگر ان ملی جلی باتوں(۱) میں کہیں کوئی وحی الٰہی کا جملہ بھی آجائے گو کسی جملہ پر یہ یقین نہیں کہ وہ وحی کا ہے یا دوسرا مگر پھر بھی اس کی تشریح کی ضرورت ہے۔اس کی تشریح صحیح وقوی وہی ذات کر سکتی ہے جس پر وہ وحی نازل ہوئی اور اس کو سمجھا سمجھا کر بتائی گئی ہے۔اس کا قول، فعل، حالات ،برتاؤ، اخلاق، معاشرت، سیاست، وحی الٰہی کی تشریح بن سکتی ہے۔پورے عالم پر نظر ڈال کر دیکھ لیا جائے تو اول تو صاحب وحی سے پوری طرح یہ تشریحات قولیہ وعملیہ دستیاب نہیں ہوتیں اور اگر کچھ ہوتی ہیں تو ان کے نقل کا کوئی ذریعہ قابل بھروسہ کے نہیں۔

یہ صرف اسلام کو ہی فخر حاصل ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کے ارشادات وافعال واحوال طور طریق اور اندر باہر تک کے حالات جو وحی الٰہی

(۱) غیر مسلموں کے پاس جو آسمانی کتابیں ہیں توریت وانجیل وغیرہ ۔

کی مکمل تشریحات ہیں آج تک موجود ہیں۔اور پھر تاریخوں کی طرح بے ثبوت نہیں کہ نقل کرنے والوں کا پتہ ہی نہ ہو یا ہو تو ان کے معتبر ہونے کی کوئی دلیل نہ ہو بلکہ اسلام میں اس وقت سے لے کر حضور ﷺ تک پوری سند اور نقل کی ہر کڑی پر راوی کے معتبر و غیر معتبر ہونے کے پورے حالات (۱) موجود ہیں اور مسلمانوں نے اس کے لئے پورا فن کا فن بنا رکھا ہے جس سے معتبر اور دوسرا درجہ (۲) کی معتبر اور نا معتبر (۳) الگ الگ چھان پھوڑ کر رکھ رکھی ہیں۔یہی فن علم حدیث ہے۔

اسلام کا کوئی نظریہ (۴) ایسا نہیں ہے جو نہایت معتبر ذریعہ سے وحی الٰہی یا وحی الٰہی کی تشریح (۵) سے نہ ہو، اب کس قدر محرومی ہے ان لوگوں کی جو اس قدر پختہ ثبوت سے خدائی آئین ہوتے ہوئے دوسری کوئی تجویز اپنی گردن کا طوق بناتے اور واقعی و حقیقی قانون سے محروم رہتے ہیں۔یا یوں سمجھئے کہ جانوروں کے طریقہ سے نکل کر پورا انسان بننے کے اصلی و واقعی

---

(۱) چنانچہ اس فن کو اسماء الرجال کہتے ہیں جس میں راویوں کے حالات بیان کئے جائیں (۲) مطلب یہ ہے کہ معتبر تو ہے لیکن درجہ دوم میں مطلب یہ ہے کہ حدیث ضعیف ہے اگر اسکے مقابل یا معارض کوئی حدیث صحیح ہو تو اس کو ترک کیا جائے گا ورنہ اسی پر عمل ہوگا۔یا اول درجہ کی حدیث تو وہ ہے جو متواتر ہے کہ اس سے فرضیت و وجوب ثابت ہوتا ہے اور دوم درجہ کی معتبر وہ ہے کہ خبر واحد ہو کہ اس سے سنیت و استحباب ثابت ہوتا ہے (۳) یعنی موضوع احادیث (من گھڑت) کو معتبر احادیث سے الگ محدث نے لکھدیا ہے (۴) عقیدہ (۵) قرآن یا حدیث متواترہ سے ثابت نہ ہو۔

قاعدوں سے محروم ہیں۔

خدائی وحی نقلی چیز ہے جو نقل در نقل ہو کر بعد کے لوگوں کو پہنچتی ہے اور کوئی نقلی بات یقینی طور سے کس دلیل سے ہو سکتی۔اس کی دلیل ساری دنیا میں فقط ایک ہی دلیل ہے کہ اول سے آخر تک اس کو دیکھ سن کر نقل کرنے والے اس قدر زیادہ ہوں کہ عقل ان کے جھوٹا ہونے کو محال سمجھے۔جیسے ہر شخص بہت سے ملکوں، آبادیوں، حکومتوں، دریاؤں وغیرہ وغیرہ کے موجود ہونے کا یقین رکھتا ہے کہ اس کے نقل کرنے والے ہر زمانہ میں اتنے رہے ہیں کہ عقل ان سب کو جھوٹا نہیں کہہ سکتی۔یہی صرف ایک دلیل ہے کسی نقلی(۱) چیز یا بات کے یقینی ہونے کی اسی طرح وہ وحی الٰہی یقینی ثابت ہوگی جو اس طرح سے نقل ہوگی۔جس میں ذرا خلل ہے وہ بے ثبوت ہے۔اسلام میں وحی الٰہی اسی طرح ہے اور دنیا میں کسی کے پاس نہیں ہے۔اس لئے ثبوت کے درجہ میں اسلام کی تعلیمات ہی صحیح ترین خدائی تعلیمات ہیں۔

تعلیماتِ اسلام

پھر جب ہم تعلیمات کا تجزیہ کرتے ہیں تو وہ تمام دنیا کی تعلیمات

---

(۱) جو بات اوپر سے نقل ہو کر آ رہی ہے عقل سے سمجھ میں نہ آ سکے اور واقعات سب کے سب نقلی ہیں جن کے ثبوت کے لئے ایسی ہی دلیل کی ضرورت ہے۔اسلام کے تمام احکام اور عقائد ایسی ہی دلیلوں سے ثابت ہیں اس لئے دوسروں کے مقابلہ میں بہت معتبر ہیں۔

سے فوقیت لئے ہوئے ملتی ہیں کہ کوئی اور تعلیم ان کے قریب بھی نہیں پہنچتی گو یقینی ثبوت کے بعد اس کی ضرورت ہی نہیں رہتی، کیونکہ جب یقینی طور سے دنیا بھر میں کسی کا خدائی تعلیم ہونا ثابت ہے اور دوسری تعلیمات یقینی نہیں ہیں انسانی آمیزش کا احتمال رکھتی ہیں تو ضرور ہے کہ خدائی تعلیم غیر خدائی سے بدرجہا اعلیٰ ہوگی اگر کوئی عقل اس کی تہ تک نہ پہنچ سکے تو یہ قصور اس عقل کے ناقص ہونے کا ہوگا نہ تعلیم کا۔ اگر ثبوت مل جائے کہ سورج طلوع کئے ہوئے ہے اور کسی کو ضعف بصر (۱) یا اندھے پن سے روشنی نظر نہ آئے تو قصور اس کی نظر کا ہوگا نہ کہ سورج کا۔

خدا کی ذات وصفات پر ایمان

خالق کے ساتھ جو تعلق ہے اس کا سب سے پہلا مرحلہ اس کی ذات کے وجود پر اور اس کی صفات پر ایمان لانا ہے۔ یہ اسلام کی تعلیمات کا پہلا جز ہے۔ بالکل کھلی بات ہے کہ یہ سارا کارخانہ عالم لامحالہ کسی کے موجود کرنے سے موجود ہوسکتا ہے۔ ضروری ہے کہ ہر ہر چیز کو عدم سے وجود میں لانے والی کوئی ذات ہو اور پھر اس کو تمام عمدہ صفات میں سب سے بے انتہا بالا ماننا ضروری ہے کہ اس کے قریب تک بھی کوئی نہ پہنچ سکتا ہو۔ چہ جائیکہ

---

(۱) نگاہ کی کمزوری۔

مشابہت یا کسی بات میں شرکت رکھ سکے۔ ورنہ پھر وہ ذات سب سے اعلیٰ نہ ہوئی اور یہ ایک توہین بن گئی اور اعلیٰ نہ ہوئی تو سب کو وجود بخشنے والی بھی نہ ہوئی۔

یوں گمان کر لینا کہ جب تک ہم دیکھ نہ لیں نہیں مان سکتے صرف بچوں والی ہٹ(۱) سے زیادہ درجہ نہیں رکھ سکتی کیونکہ دیکھ تو اس کو سکتے ہیں جو دیکھی جانے والی چیز ہو اور جو چیز ایسی نہیں ہے اس کا بھی علم ہر شخص کو ہوتا ہے گو دیکھ نہیں سکتا یعنی کسی چیز کا علم ہونے کے لئے دیکھنا ہی ضروری نہیں۔ علم کے ذرائع اور بھی ہیں اگر ان سے علم ہو جائے تو دیکھ نہ سکنے کی وجہ سے ان کا انکار نہیں ہو سکتا اور یہ غلطی عظیم ہوگی۔ خوشبو بدبو آنکھ سے نظر نہیں آ سکتی۔ میٹھا کڑوا، کھٹا ہونا دیکھا نہیں جا سکتا۔ کسی چیز کا ٹھنڈا و گرم ہونا نظر سے محسوس نہیں ہو سکتا۔ آواز کا سخت و نرم ہونا الفاظ وغیرہ بھی آنکھ سے نظر نہیں آ سکتے تمام عقلی قاعدے کلی مفہومات ان میں سے کسی ذریعہ سے بھی نہیں معلوم ہو سکتے آنکھ سے دیکھنا در کنار اور خود یہ کسی کا دیکھ سکنا بھی دوسرے کو نظر نہیں آ سکتا مگر سب ان چیزوں کو مانتے ہیں کیونکہ اپنے اپنے ذریعوں سے ہر ایک کا علم ہوتا ہے۔ یہ کہنا کہ ان چیزوں کو ہم دیکھ لیں تو مانیں غلطی ہی غلطی ہے ہر قوت خواہ کسی چیز کی ہو نظر نہیں آتی۔ صرف ان چیزوں کے آثار(۲) نظر

(۱) بچوں کی ضد (۲) اور ان آثار ہی سے اس کے وجود پر دلیل پکڑی جاتی ہے۔

آتے ہیں ان سے دلیل لے کر اس کا یقین ضروری ہے اور انکار کرنا غلطی ہے۔

تمام ممکنات نہ خود بخود موجود ہو سکتی ہیں نہ معدوم (۱) کیونکہ ممکن ہے ہی وہ جس کے لئے نہ وجود لازمی ہو نہ عدم اس لئے لامحالہ اس کے لئے کوئی وجود میں لانے اور معدوم کرنے والی ذات کی ضرورت ہے ورنہ وہ نہ موجود ہو سکے گی نہ معدوم۔ پھر وہ بات اگر ممکن ہی مانی جائے گی تو اس کا بھی یہی حال ہوگا کہ نہ خود موجود ہو سکے گی نہ معدوم۔ پھر اس کے لئے کسی اور ذات کی ضرورت ہوگی آخر یہ سلسلہ کسی ایسی ذات پر ختم ہونا ضروری ہے جو خود بخود لازمی وجود سے ہو یہی ذات خدا ہے۔

ابتدائے دنیا سے آج تک ہر قوم میں ایسی ذات کا وجود تسلیم ہوتا رہا ہے اور عقلاً بھی ضروری ہے مگر حقیقی تعلیم سے ہٹ جانے کی وجہ سے لوگ بہک بہک گئے ہیں حق تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو بھیج بھیج کر ہمیشہ رہنمائی فرمائی ہے اور ہمیشہ ہر آسمانی دین کا اصل اصول (۲) بے مثال ذات کے وجود کا رہا ہے اور یہ بالکل صاف اور کھلی بات بھی ہے اور اسی طرح کی ہر صفت کا ایسا ہونا جو دوسروں سے اس کو اتنا اعلیٰ ظاہر کرے کہ کوئی اس کے قریب کا بھی

---

(۱) ختم ہو سکتی ہے (۲) تمام انبیاء علیہم السلام کے لائے ہوئے مذہبوں کا بنیادی عقیدہ وجود باری تعالیٰ کے اثبات کا رہا ہے ۔

نہ ہو پائے (۱) خدا ہونے کے لئے ضروری ہے۔

عام آسمانی کتابوں پر ایمان

اسلام ان تمام کتابوں پر ایمان رکھنے کی بات کرتا ہے جو بھی خدا تعالیٰ نے ابتدائے دنیا سے لے کر حضور ﷺ تک پر نازل فرمائی ہیں مگر جیسی وہ نازل ہوئی تھیں ان ہی کے حق ہونے پر ایمان لازم ہے۔اور یہ بالکل صاف بات ہے کہ جب خدا پر ایمان ہوگا تو اس کے ہر ہر کلام پر ایمان ضروری ہے یہ تو دھوکہ بازی ہوگی کہ دعویٰ تو خدا پر ایمان کا اور اس کے ارشادات میں سے کسی کو ماننا اور کسی کو نہ ماننا یہ خدائے پاک پر بھی پورا ایمان نہ ہوا لیکن صحف جیسی نازل ہوئی تھیں کلام الٰہی وہی تھیں ان پر ایمان ہوسکتا ہے۔اگر کسی قوم کے پاس وہ محفوظ (۲) ہوں۔

لیکن ان کے ترجمے اور وہ بھی بے سند اور اصل نہ ہونے سے یہ معلوم نہیں ہوسکتا کہ صحیح بھی ہیں یا نہیں اور پھر ابتدا میں ایک معمولی آدمی نے لکھ لی ہوں اور پھر اس میں ردو بدل ہوگیا ہو جیسے آج بعض نام نہاد آسمانی کتابوں کے ہر ایڈیشن پر ترمیم شدہ کا لفظ بھی بتا رہا ہے کہ بعینہٖ اصل نہیں رہی اور ہر لفظ میں یہ شبہ ہوگیا ہو کہ وحی کا لفظ ہے یا ترمیم کا پھر اصل کے بجائے

(۱) اسی طرح تمام صفات میں خدا کا یکتا ہونا بھی سب کا عقیدہ رہا ہے (۲) جو کہ نہیں ہیں ۔

ترجمے ہی ترجمے جن کا صحیح وغلط ہونا بھی اصل موجود نہ ہونے سے معلوم ہی نہیں ہوسکتا اب ان پر اگر کوئی ایمان لے آئے اوران کو خدا کا کلام قرار دے لے تو غور کر کے فرمایئے کہ کیا یہ خدا پر تہمت نہیں کہ بے ثبوت بات کو خدا کا کلام کہا جارہا ہے(۱)۔

تمام انبیاء وفرشتوں پر ایمان

اسلام میں یہ ضروری ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت محمد ﷺ تک جتنے بھی نبی خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوئے آئے ہیں اوران کی نبوت یقینی دلیلوں سے ثابت ہے ان پر بھی ایمان لایا جائے مگران کو انسان بندہ مخلوق لیکن نبی سمجھ کر خدا کے ساتھ کسی صفت میں برابری کا درجہ نہ دیا جائے۔ یہ ایسی صاف بات ہے کہ جب خدا پر ایمان ہے اور خدا ہمیشہ سے ہمیشہ تک موجود ہے تو جس جس کو اس نے نبی بنا کر بھیجا ہے اگر کسی ایک کا بھی کوئی انکار کرے گا تو وہ خدا پر ایمان رکھنے میں سچا نہ ہوگا۔ اسلام کسی نبی کی امت کے لئے کوئی اور چیز نہیں ہے بلکہ خدائے بے مثل پر اور ہر نبی پر ایمان ہے اور ہر کتاب الٰہی پر ایمان ہے، اور نبیوں پر احکام لانے والے فرشتے ہیں اس پر بھی ایمان ضروری ہے اوران پر بھی جن کا ذکر وحی الٰہی میں ہے۔ کیونکہ بغیر

(۱) چنانچہ موجودہ توریت وانجیل کے تراجم خدائی کلام نہیں ہیں۔

ان کو تسلیم کیے وحی الٰہی کو ہی تسلیم نہ کرنا ہے۔

دوسری زندگی پر ایمان

اسلام میں اس دنیا سے جانے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا اور نیک و بد کا انعام و سزا پانا اس پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ ذرا سے غور کر لینے پر یہ بھی بالکل فطری بات معلوم ہوگی۔ انسان دو چیزوں کا مجموعہ ہے، روح و جسم کا، جسم تو عنصری (۱) ہے اسی نیچے (۲) کے عالم سے بنایا گیا ہے اور روح عالم بالا (۳) کی نورانی شے (۴) ہے اس عالم عنصریات (۵) کی نہیں ہے۔ پھر زندگی اس کا نام ہے کہ روح عالم بالا سے آکر اس عالم خاکی کی مصنوعی چیز جسم میں حلول کر جائے اور موت اس کا نام ہے کہ روح الگ اور جسم الگ ہو جائے اب الگ ہونے کے بعد اپنے اپنے مقامات میں ہر ایک کو لوٹ جانا ہے جسم عنصری عنصریات (۶) میں اور روح عالم بالا کی شے عالم بالا (۷) میں واپس ہو جائے۔

لیکن غور اس پر کرنا ہے کہ یہ روح و جسم کا عارضی میل کیوں ہوا تھا یعنی زندگی کا مقصد کیا تھا تو اب جو ہم کائنات عالم پر غور کرتے ہیں تو معلوم

(۱) عناصر اربعہ آگ، پانی، مٹی ہوا سے بنا ہے (۲) یعنی زمین سے (۳) اوپر کے عالم (۴) چیز (۵) یعنی دنیا جو ان عناصر سے مرکب ہے (۶) اسی لئے جسم کو دفن کرنے کا حکم ہے (۷) یعنی اعلیٰ علیین میں جو روح کا مقام ہے وہاں چلی جائے۔

ہوتا ہے کہ انکے اس دنیا میں آنے کی غرض ادنیٰ درجہ کی چیز کا اعلیٰ درجہ کی چیز کے کسی فائدہ کے لئے ہونا ہے اور اس ادنیٰ کے اوپر جتنے درجوں کے اعلیٰ ہوں گے یہ سب کے فائدہ وضرورت کی ہوگی کہ اگر یہ نہ ہوں تو ان کے فائدے اور ضرورتیں بند ہوجائیں جمادات (۱) اپنے سے اعلیٰ نباتات حیوانات (۲) اور انسان سب کے فائدے وضرورت کے ہیں، نباتات اپنے سے اعلیٰ حیوانات اور انسان کے فائدے وضرورت کے لئے ہیں۔ اگر ادنیٰ میں سے کوئی قسم کی ایک چیز بالکل معدوم (۳) ہوجائے تو اس سے اوپر والے کا کوئی نہ کوئی فائدہ وضرورت بند ہوجاتی ہے۔ مگر اعلیٰ معدوم ہوجائے تو ادنیٰ کی کوئی ضرورت بند نہیں ہوتی۔ اب دیکھئے کہ انسان تو ان جمادات، نباتات، حیوانات میں سے کسی کی غذا یا دوا یا آرام وراحت کا کام دینے کسی قسم کے فائدے اور ضرورت کا نہیں اور یہ سب انسان کے فائدے و ضرورت کے ہیں چنانچہ ہر ایک پوری قسم کے نہ ہونے پر انسان کا کوئی نہ کوئی فائدہ وضرورت بند ہوجاتی ہے مگر انسان کے بالکل معدوم (۴) ہوجانے سے جمادات، نباتات، حیوانات کسی کا کوئی فائدہ وضرورت بند نہیں ہوتی تو معلوم ہوا کہ سب سے انسان ہی افضل ہے اور سب کے وجود سے انسان اور

---

(۱) اینٹ، پتھر مٹی وغیرہ (۲) پودوں جانوروں اور انسان (۳) دنیا میں بالکل نہ رہے (۴) بالکل ناپید ہوجانے سے۔

درمیانی مگر اس سے اعلیٰ نوع کی ضرورت اور فائدے وابستہ (۱) ہیں اور اس کے وجود سے انسان اور ان اعلیٰ کی ضرورتیں اور فوائد پورے کرانے مقصود ہیں اور دوسروں سے جو اعلیٰ ہیں اس سے فقط انسان کے فوائد وضروریات۔ مگر انسان اس میں سے نہ کسی کی ضرورت کا ہے نہ فائدے کا۔ معلوم ہوا وہ ان میں سے کسی کے لئے پیدا نہیں کیا گیا اب اس کا وجود بیکار تو ہو نہیں سکتا یہ کسی اور اعلیٰ ترین مقصد کے لئے ہے کیونکہ سب سے اعلیٰ کے لئے مقصد حیات بھی سب سے اعلیٰ ہی درکار ہے۔

موجودات میں سے سب کو آلات سینگ ناخن بڑے دانت وغیرہ اپنے بچاؤ کے لئے اور پھر سردی گرمی سے بچنے کے لئے پر، اون، بال حسب مزاج عطا فرمائے گئے ہیں مگر انسان کو یہ چیزیں عطا نہیں فرمائیں اور جب یہ ضرورت وفوائد کے اعتبار سے اعلیٰ بھی تھا اس کو تو سب سامان ملنے تھے۔ خصوصاً جب کہ اس کی طاقت وقوت سے بہت بہت زیادہ بعض دوسروں کو طاقت وقوت عطا فرمائی گئی ہے اس کے لئے تو بڑے بڑے سامانوں کی ضرورت تھی مگر اس کو ایک ایسا جوہر عطا فرما دیا ہے جو ان کو کسی کو میسر نہیں اور وہ ان کے سب ہتھیاروں اور سامانوں سے بڑھ کر ہتھیار اور سامان کا ذریعہ ہے یعنی عقل۔ اس کو ایسی عجیب قوت عطا فرمانے سے بھی معلوم ہوا کہ یہ

(۱) ہر نوع اپنے سے اعلیٰ نوع کے لئے مفید ہے۔

موجودات دنیا میں سے کسی کے واسطے نہیں وہ سب اس کے واسطے ہیں یہ کسی اور عظیم الشان کام کے واسطے ہے جو کسی کے بس کا کام نہیں۔ اسلام کہتا ہے وہ کام اس کا خدائے وحدہ کی بندگی کرنا ہے۔﴿وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون (۱)﴾(میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا کیا وہ میری عبادت کریں) پھر چونکہ بندگی دوسری عقل والی مخلوقات بھی کرسکتی ہیں مثلاً فرشتے تو اس کی بندگی کو ان سے بھی کوئی فوقیت حاصل ہونی ضروری ہے کیونکہ فرشتے بھی اسی کے کام (۲) آتے ہیں یہ ان کے کام نہیں آتا، یہ ان سے بھی اعلیٰ ہوا، تو اس کا کام بھی ان کے کام سے اعلیٰ ہوگا۔ یہ ہواؤں کا چلانا موسموں کا بدلنا زمین وآسمان، چاند سورج ستاروں کو حرکت میں لانا وغیرہ وغیرہ جن سے انسان کے لئے اوقات اور راحت وغیرہ کے سامان ہوتے ہیں انہی (۳) کے متعلقہ کام ہیں مگر خود انسان ان کے بھی کسی کام کے لئے نہیں، اس لئے یہ صرف اللہ تعالیٰ کی ایسی بندگی کے لئے ہے جو فرشتوں سے بھی نہیں ہوسکتی، وہ یہ کہ اس کی بندگی تصادم وٹکراؤ اور مخالفت نفس وشیطان کے ساتھ ہوتی ہے۔ فرشتوں میں نفس نہیں، شیطان کا وہاں دخل نہیں اور پھر ان میں مادہ ہی نافرمانی کا

---

(۱) سورۃ الذاریات آیت ۵۶ (۲) انسان کے (۳) فرشتوں کے متعلق مذکورہ کام ہیں جو انسان کے فائدہ کے لئے ہیں تو گویا فرشتے بھی انسان کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔

نہیں(۱) ارشاد ہے۔﴿لا یعصون اللہ ما امرھم(۲)﴾(فرشتے نافرمانی نہیں کر سکتے اللہ کی جو بھی وہ حکم دے) چنانچہ انتظامات عالم میں ذرہ برابر فرق نہیں۔طلوع وغروب لیل ونہار(۳) ایک سیکنڈ ادھر ادھر نہیں ہوتے جو جس دن تاریخ کے لئے ہیں ہمیشہ ویسے ہی اس کیلئے ہیں۔ظاہر ہے کہ مخالفت کے ساتھ جو عبادت ہوگی وہ اس عبادت سے جو بلا مخالفت ہو زیادہ قابل قدر ہے۔ جیسے بھوکے کا دوسرے کے مال سے اور جوشیلے نوجوان کا حرام سے بچنا ورنہ ہیضہ(۴) والے اور نابالغ کا بچنا کیا کمال ہوسکتا ہے۔

چونکہ ان بدیوں کا مقام جن سے ٹکر لے کر کامل بندگی کرتا ہے عالم بالا(۵) نہیں ہے اور مخالفت کے لئے ان کا ہوسکنا لازمی تھا اس لئے روحوں کو عنصری جسم دے کر جن میں آگ کی تیزی وسر بلندی جلانا پھونک دینا، مٹی کا ہضم کرلینا پانی کا ہر نشیب میں جھک پڑنا ہر رنگ لے لینا، ہوا کا یہاں وہاں جانا آنا ہر خوشبو بدبو قبول(۶) کرلینا ان سب کا مجموعہ بدیوں کا خمیر نفس تھا۔ انسان میں یہ سب اثرات کا مجموعہ بندگی کی رکاوٹ بنا اور شیطان الگ

---

(۱) اس لئے وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے (۲) سورۃ التحریم آیت ۶ (۳) رات دن (۴) ہیضہ ایک بیماری ہے جو زیادہ کھانے سے ہوتی ہے جس کو ہیضہ ہو اگر وہ کسی کے مال کو نہ کھائے تو کیا کمال ہے اور بچہ میں چونکہ قوت شہویہ نہیں اس لئے اس کا حرام سے بچنا کمال نہیں (۵) جنت نہیں (۶) یہ سب عناصر اربعہ کے خواص ہیں جن سے انسان مرکب ہے۔

مانع(۱) ہوا اب یہ دنیا میں چند روز کے لئے بھیجا گیا ہے کہ تصادم کے ساتھ ان مخالفوں پر غالب ہو کر ویسی عبادت کرے جو عمدہ ترین اور فرشتوں تک کی عبادت سے بھی افضل ہے۔ ساری مخلوق سے بہترین کام کے لئے ہی ہونے کی وجہ سے اس کی ضرورت کی تمام مخلوقات پیدا فرما کر اس کو سوائے پرہیزی(۲) چیزوں کے سب کے استعمال کا حق دیا ہے۔ ہر انسان کی زندگی کی اصلی غرض صرف یہی ہو سکتی ہے کہ تمام جائز موجودات سے کام لے کر نفس وشیطان کو زیر کر کے فرشتوں سے بہتر بندگی کرے اس کام کا وقت دنیا کی زندگی ہے اور انعام وسزا کا وقت کام کے وقت کے پورا ہو جانے کے بعد ہی ہونا ضروری ہے۔ اس لئے دینوی جسم سے الگ یعنی موت ہو جانے کے بعد ہی جزا وسزا کامل کا ہونا قرین عقل ہے(۳)۔

ایک شبہ کا جواب

رہا یہ کہ وہاں یہ جسم نہیں تو سزا و جزا روح وجسم دونوں کو نہ ہوئی صرف ایک کو ہوئی اور ہونی چاہیے تھی دونوں کو تو یہ دنیا ہی میں ہو سکتی ہے اور وہاں اگر بلا جسم سزا ہوئی تو ایک کو ہوئی اور اگر دوسرے جسم کے ساتھ ہوئی تو وہ بے قصور ہے تو حقیقت یہ کہ انسان اصل میں تو روح ہی ہے اس کو دنیا میں

(۱) رکاوٹ ہوا (۲) حرام چیزوں کے استعمال سے (۳) عقل کے مطابق ہے۔

کام کے لئے بھیجا گیا ہے۔ جسم اور اجزا تو کام کے آلات ہیں۔ یا جسم تو ایک لباس کی طرح ہے سردی کا لباس گرمی میں اور گرمی کا سردی میں بدل دینے سے اصل تو نہیں بدل سکتا اور وہ جسم(۱) بھی اسی جسم کے بعض اجزا سے ہے۔ گو کسی کی نظر میں وہ جز جز نہ معلوم ہوں مع اور اضافات کے مکمل کر دیا جاتا ہے۔ اس لئے اصل روح ہے اسی کو جزا وسزا ضروری ہے۔ دنیا میں بھی دیکھا جا رہا ہے کہ مقصود روح ہے۔ ہاتھ یا پیر آنکھ ناک کان کٹ جائیں تو انسان انسان رہتا ہے۔ یہ سب باقی ہوں اور موت آجائے اور روح نہ ہو تو انسان نہیں رہتا(۲)۔ بلکہ عقل نہ رہنے سے بھی پاگل آدمی انسان ہی رہتا ہے، تو انسان نام روح کا ہے نہ جسم کا، نہ عقل کا اور تکلیف بھی روح کو ہی ہوئی۔ جس حصہ سے روح کا تعلق نہیں اس کو تکلیف نہیں ہوتی جیسے بالوں اور ناخنوں کے کاٹنے سے تکلیف نہیں ہوتی اس لئے اصل چیز روح ہی ہے جزا و سزا اسی کو ہونی ضروری ہے جو اس کام کے وقت کے گزر جانے یعنی اس زندگی کے ختم ہونے کے بعد میں دوسری زندگی(۳) یعنی روح کو اور جسم ملنے پر ہونا لازمی ہے اور یہ دوسری زندگی بھی لازمی ہے ورنہ اس زندگی کی نیکی بدی کی جزا وسزا کا کوئی محل نہیں ہوسکتا، جبکہ سزا و جزا کام کا وقت ختم ہونے کے

(۱) یعنی وہ جسم مثالی جو اس کو دوسرے عالم میں دیا جائیگا (۲) بلکہ اس کو لاش کہتے ہیں (۳) یعنی مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کئے جانے پر۔

بعد ہی[1] ضروری ہے اور اس کی بھی وجہ یہ ہے کہ ممکن ہے کہ وقت کے آخری جز میں بھی کوئی ایسی صورت اختیار کر جائے جو تمام کام کا بدل[2] یا قائم مقام بن سکے۔ اس لئے اس وقت کے بعد ہی جزا و سزا ہونی عقلاً ضروری ہے اور جزا و سزا کا نہ ہونا اس دنیا کی زندگی کو بیکار کر دینے کے مترادف ہے جو حکمت والے خالق کی شان کے خلاف ہے بلکہ ناممکن ہے۔ اس لئے عقلاً نہایت ضروری ہے کہ سزا و جزا بھی ہو اور ضروری ہے کہ کام کا وقت ختم کرنے کے بعد ہو اسی لئے ہر آسمانی مذہب میں یہ عقیدہ سختی سے رہا ہے اور یہی اسلام میں ہے کہ اس زندگی کے بعد دوسری زندگی ہے جو ابدالآباد کے لئے ملے گی۔ فرمانبردار کو ہمیشہ کے لئے انعامات حاصل ہوں گے اور باغیوں کو ہمیشہ کے لئے عذابات ہوں گے۔ اور چونکہ اطاعت و بغاوت ہمیشہ کے عزم و ارادہ کے ساتھ ہوتی ہے اس لئے ہمیشہ کا ہی انعام و عذاب اس کے موافق ہے[3]۔

---

(۱) وہ وقت جو نیک عمل کرنے کے لئے دیا گیا تھا وہ دنیاوی زندگی ہے (۲) مثلاً تمام بداعمالیوں سے توبہ کر لے جو قبول ہو جائے (۳) اور کافر چونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات لامتناہی کا منکر ہے اس لئے اس کی سزا بھی لامتناہی یعنی ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہنا عین انصاف کے مطابق ہے، اور مسلمان چونکہ اللہ پاک کی صفات لامتناہی کا اقرار کرتا ہے اس لئے اس کو جزا ہمیشہ کے لئے جنت میں رہنا عین عقل کے مطابق ہے ۱۲ خلیل۔

عبادت

عبادت انتہائی عظمت وفرمانبرداری کا نام ہے جس کیلئے ضروری ہے کہ وہ ایسی ہی ذات کیلئے ہو جس سے زائد کسی کی عظمت ممکن ہی نہ ہو۔ پھر ایمان اور انکار تو اطاعت وبغاوت (۱) کے مثل ہے۔ امور مذکورہ بالا پر ایمان نہ رکھنے والا باغی ہے اور باغی کیسی ہی تعظیم وفرمانبرداری کی باتیں ظاہر کرے بالکل نا قابل قبول ہوں گی وہ صرف دھوکہ بازی یا غلط روش ظاہر کرتا ہے۔ اس لئے بغیر اطاعت کے کوئی تعظیم وفرمانبرداری قبول نہیں ہوسکتی ہے۔ ہاں اطاعت کے دلی قول وقرار کے بعد یہ باتیں قابل قبول ہوسکتی ہیں۔ اگر قاعدہ کے موافق ہوں۔ پھر ان کے لئے بھی دو صورتیں ہیں کہ خدا کے بتائے ہوئے طور طریق سے ہوں یا خود تجویز کردہ طریقہ سے۔ دونوں میں وہی فرق ہوگا جو خدا اور غیر خدا میں ہے۔ اسلام میں وحی الٰہی اور تشریحات نبویہؐ، مذہب کی دونوں بنیادی پختہ ثبوت سے موجود ہیں اس میں جو طریقے بتائے گئے ہیں وہ خدائی طریقے اور ان کی رضامندی کی یقینی دلیلیں ہیں۔ ان کے علاوہ خود تراشیدہ (۲) طور طریق ایک مقابلہ کی شکل بن کر مردود (۳) اور

---

(۱) یعنی ایمان لانا اطاعت وفرمانبرداری کرنا ہے اور انکار یعنی کفر کرنا بغاوت ہے (۲) عبادت کرنے کے خود گھڑے ہوئے طریقے پر عبادت کرنا تو گویا اللہ کا مقابلہ کرنا اور اس کی برابری کر دعویٰ ہے اسی لئے حضور ﷺ کا ارشاد ہے "کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار" (۳) نا قابل قبول اور سزا کے لائق۔

قابل سزا ہوگا، خود تراشیدہ طریقہ اس اعلیٰ درجہ سے گرا ہوا ہوگا اور بے اعتبار ہوگا بلکہ بعض دفعہ ایسا بھی ہوگا کہ یہ رضا کی بات سمجھے گا اور وہ ناراضی کی ہوگی(۱)۔

انسان کو اپنی جان اور عزت اور مال بہت محبوب ہیں انہی کی محبت بغاوت، سرکشی، کفر و شرک، اور گناہوں پر آمادہ کرتی ہے اور اس کے جسم کے خمیر عناصر اربعہ کے خاصوں سے بھی اس میں غصہ، تکبر، ظلم، جبر، زیادتی، بغض، کینہ، حسد، بخل، غضب (دوسروں کی چیزیں لینا) اور فتنہ و فسادات کا ہر سبب نمودار ہوتا ہے۔ لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ ان سب باتوں کا بعض بعض موقعوں پر مثلاً دشمنوں، چوروں، ڈاکوؤں اور مجرموں وغیرہ کے مقابلہ پر ہونا بھی ضروری ہے اس لئے ان باتوں کو نیست و نابود(۲) کرنا بھی نہیں مگر بالکل آزاد چھوڑنا بھی نہیں کہ دوسروں کی زندگی تلخ کردیں ان کو قابو میں لانے کی ضرورت ہے۔ پھر اور عمدہ عمدہ عادتوں اور باتوں کی، اور خدا سے غفلت کے بجائے اس کی یاد کو ہر وقت مگر اس طرح کہ اور کاموں میں خلل انداز نہ ہو سکے قائم کرنا، شرافت کو اجاگر کرنے کے لئے ضروری ہے۔ اور کمال یہ ہوگا کہ جتنا ہو سکے خدائی صفتوں کا رنگ اختیار کرے۔

(۱) یہ سمجھے گا کہ اللہ اس عمل سے راضی ہوتے ہیں حالانکہ اللہ اس سے ناراض ہوتے ہونگے (۲) ان صفات مذکورہ غصہ و شہوت وغیرہ کو بالکل ختم کرنا بھی مناسب نہیں۔

جس طرح جسمانی ورزش جو ۲۴ گھنٹہ میں تھوڑی دیر ہوتی ہے جسم کو طاقتور بنا دیتی ہے اسی طرح ان روحانی باتوں کے لئے روحانی ورزش تھوڑی دیر کی بھی روح کو طاقتور بنا سکتی ہے اور جس طرح جسمانی ورزش دائمی (۱) ہو بہت زیادہ اوقات والی ہو تو بے مثال پہلوان بنا دیتی ہے ایسے ہی روحانی ورزش بھی روح کو بے مثل پہلوان بنا سکتی ہے۔ جس طرح جسم کی ورزش جسمانی حرکات اور طور طریق سے ہو سکتی ہے مگر اس طریق سے جو ورزشی ماہر لوگ تجویز کریں اسی طرح روح کی ورزش کچھ روحی حرکات اور طور طریق سے ہونی ضروری ہے مگر اس طرح کہ روحی ورزش (۲) والے بلکہ خود خالق روح (۳) ہی وہ بتا دے جیسے جسم عنصری کی غذا اور طاقت کی چیزیں وہی لطیف وقوی غذائیں ہوں گی جو عنصریات (۴) سے پیدا ہو رہی ہوں۔ اسی طرح روح نورانی کی غذا و طاقت ان چیزوں سے ہوگی جو اس عنصری عالم سے نہیں نورانی عالم سے وابستگی کرنے سے حاصل ہوں گی اور چونکہ خدائے قدوس تمام انوار کے مرکز ہیں اس لئے ان سے وابستگی (۵) ہی روح کی غذا ہو سکتی ہے۔ اسلام میں اس روحی ورزش و غذا کے طریقے یہ ہیں۔

---

(۱) ہمیشہ ہو (۲) یعنی علماء باعمل (۳) اللہ تعالیٰ (۴) جو جسم عناصر اربعہ آگ پانی ہوا مٹی سے بنا ہے اس کی قوت کا باعث وہ عمدہ غذائیں ہوں گی جو ان عناصر سے پیدا ہوئی ہوں (۵) اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑنا ہی روحانی غذا ہو سکتی ہے جس سے روح قوی ہوگی۔

نماز

اللہ کا نام لے کر سر سے پیر تک تمام جسم کے اجزا کو خدا کے سامنے حاضر ہونے کے تصور کے ساتھ نہایت عاجزی وسکون سے کہ نہ نظر اِدھر اُدھر اوپر نیچے ہو، نہ زبان، سوائے خدا کے کسی سے کلام میں لگ سکے نہ کھانے پینے چلنے پھرنے کی طرف مائل ہو سکے۔ غرض تمام اعضاء عاجزی میں لگے ہوں زبان ان کی ثناو کلام پڑھ پڑھ کر بتائی ہوئی درخواستیں (۱) پیش کرے۔ بے قراری عاجزی کا مظاہرہ جھک کر اٹھ کر گر پڑ کر بیٹھ کر کرے (۲) اور ہر وقت زبان ان کے ذکر اور دل ان کے تصور سے لبریز (۳) رہے۔ تمام تر ذکر دل کی گہرائیوں سے اور تصور الٰہی سے باتیں کرنے کے طریقہ پر ہو۔ ایک کافی مقررہ دیر تک مجوزہ ترتیب (۴) سے یہ انجام دے کر اپنی دنیا و دین کی ضرورتوں کی دل سے دعا کیا کریں۔ کوشش اس کی ہو کہ شروع سے آخر تک دل و دماغ عقل و ہوش سب ان کی یاد میں اور تمام اعضا ان کے سامنے بچھ بچھ کر عاجزی میں مصروف رہیں، غیر کی طرف اتنی دیر تک التفات ہی نہ رہے۔ اگر کوشش کے باوجود کچھ کمی بھی رہ جائے گی تو وہ معاف ہوتی ہے۔

---

(۱) طلب ہدایت وغیرہ کی جن کا ذکر سورۃ فاتحہ میں ہے یعنی ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھے (۲) یعنی رکوع، سجدہ، قومہ جلسہ وغیرہ ارکان نماز ادا کر کے کرے (۳) بھرا ہوا (۴) نماز پڑھنے کی جو ترتیب اللہ اور اس کے رسولؐ نے بتائی ہے اس کے مطابق نماز پڑھے۔

اوقات نماز

یہ روحی ورزش جو خواہشات کو دبانے اور خالق تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنے اور انوار الٰہی سے روح کو منور کرنے کی ورزش ہے۔ اسلام میں پانچ وقت ہے۔ رات ختم ہونے پر صبح صادق کے بعد کہ سوتے وقت کی تمام غفلتوں کو اس سے دور کر دیا جائے اور سب کاموں سے پہلے دل و دماغ میں اپنے رب کا تصور جما لیا (۱) جائے تا کہ دن کی دوسری مشغولیتیں بالکل غافل نہ بنا دیں۔ پھر جب کاروبار اور مشغولیتوں کی ہماہمی (۲) ہو چکی ہو، دن ڈھلنا شروع ہو رہا ہو پھر نماز ظہر سے ان تمام غفلتوں کو جو دوسرے کاموں اور باتوں سے ہو گئی ہوں دور کرایا گیا ہے۔ اس کے بعد جب کاروبار دوپہر میں ذرا ہلکا پڑ کر پھر زور پکڑ رہا ہو اور اس میں انہماک سخت بن رہا ہو۔ سایہ کا فی پڑنے لگا ہو تو عین اس کشاکش (۳) میں عصر کی نماز بہت تاکید کے ساتھ ہے کہ انسان بالکل ہی دنیا میں کھپ نہ جائے۔ پھر خدا کے دربار کی حاضری اور ان غفلتوں کو پاک کر دینا (۴) ہے اس کے بعد جب دن ختم ہو رہا ہو سورج غروب ہونے لگے لوگ گھروں کو لوٹنے کے انتظامات کے لئے تمام کام کو

---

(۱) یعنی نماز فجر پڑھی جائے (۲) کاروبار خوب زوروں پر ہو (۳) کیونکہ دن کا آخر ہو رہا ہے تو انسان اس کوشش میں لگ جاتا ہے کہ رات ہونے سے پہلے خوب کما لوں تو گویا اللہ کی طرف سے غفلت کا امکان تھا اس لئے نماز عصر فرض کی گئی اور اس کی تاکید بھی کی گئی کہ اللہ سے غافل نہ ہو۔ (۴) بذریعہ ادائیگی نماز عصر۔

نمٹانے لگیں تو پھر اس ہنگامی غفلت کی دوری کے لئے مغرب کی نماز ہے۔
پھر جب رات آ گئی کاروبار بند کر دیا گیا گھروں پر واپسی ہو چکی اب دن بھر کے کئے دھرے پر غور و فکر بھی ہونے لگی۔ حساب و آمد و خرچ کی بھی فکر دامن گیر ہو گئی تو پھر انسان پر دنیا کا خیال غالب ہو گیا تھا۔ اس کی تلافی کے لئے عشاء کی نماز ہے اس قدر ورزش کے بعد خیال کیجئے کہ روح انسان کا کیا مرتبہ بن سکتا ہے۔

جان و عزت کی محبت اور کبر و غرور جس کا نتیجہ ظلم و غصہ حسد و بغض ہوتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے دن میں پانچ نمازیں فرض کر کے جو اول سے آخر تک عاجزی ہی عاجزی کا نمونہ ہیں کے ذریعہ ان صفات کو کمزور اور قابو میں کر دیا ہے۔ کھانے، پینے، دیکھنے، غیر کی بات سے رکنے میں کس قدر اعتدال پیدا ہو گا۔ کتنا قابو حاصل (۱) ہو گا؟ دل کی گہرائیوں سے خدا سے ہم کلامی (۲) نیازمندی اور تصوری اتصال (۳) سے، انوار الٰہی کا عکس ہو کر روح کتنی نورانی غذا و طاقت (۴) حاصل کرے گی یہ سب فطری باتیں غور کرنے کی ہیں۔

---

(۱) اس لئے کہ نماز میں ان سب باتوں کی ممانعت ہے، جب اس میں ان باتوں سے رکنے کی عادت ہو جائیگی تو عام زندگی میں بھی رُک سکے گا (۲) بذریعہ تلاوت قرآن کریم (۳) اللہ سے ملاقات کے تصور سے (۴) اللہ کے نور کے عکس سے اس کی روح نورانی غذا حاصل کر کے طاقتور ہو جائیگی۔

پاکی و پاکیزگی

صبح سے شام تک پانچ نمازیں اس طرح فرض ہیں کہ خدا تعالیٰ کے حضور میں حاضری، سرگوشی، مناجات، دل کی دنیا میں انوار الٰہی کی عمارت قائم کرنا ہے اس کے لئے پاک جسم پاک جگہ، پاک لباس کی بھی ضرورت ہے جب پانچ بار ان چیزوں کی ضرورت ہوگی تو ہر انسان نہایت پاک صاف پاک بدن پاک لباس اور پاک جگہ کی فکر میں مسلسل رہے گا پھر اس سے زیادہ پاک صاف اور پاکیزہ کون ہوسکتا ہے؟

ڈسپلن

آج کل کے لفظوں میں نظم اوقات کی پابندی کو خوب سراہا جاتا ہے اور ہے بھی قابل قدر بات۔ انسان میں مٹی و پانی کے اثرات میں سے پڑا رہنا پھیل پڑنا ایک عیب (۱) پیدا ہو رہا ہے اس کو دور کرنے کے لئے اس کے کام کو وقت کا پابند کرنا ضروری ہے جس قدر پابندی ہوگی اسی قدر وہ تمام کاموں میں چاق وچوبند (۲) ہوگا۔ اب خیال کیجئے کہ پانچ وقت اس شدت (۳) کی پابندی کے بعد انسان دین و دنیا کے تمام کاموں میں کس قدر

---

(۱) مٹی چونکہ جہاں پڑی ہو پڑی رہتی ہے اور پانی جہاں اس کو ذرا سی جگہ ملے پھیل جاتا ہے، انسان کی اصل میں یہ دونوں چیزیں شامل ہیں اس لئے اس میں بھی پڑے رہنے اور پھیل جانے کے خواص ہیں جس سے سستی پیدا ہوتی ہے اور بے نظمی کا انسان شکار رہتا ہے (۲) مستعد (۳) نماز میں جو سخت پابندی ہے بولنے چلنے پھرنے وغیرہ کی۔

چست و چالاک بن سکتا ہے اور اس کے بغیر کس قدر سست در ست؟۔

روزہ

تمام بڑی بدیاں گناہ اور لغزشیں تین قسموں ہی کی ہوسکتی ہیں یا وہ ہیں جن کا تعلق پینے کی قوت سے ہے کہ اس خواہش کی شدت میں بھلے برے کی تمیز نہ رہے انسان اپنے مایہ ناز اور سب سے افضل ہونے کے جوہر یعنی عقل کے دشمن (۱) سے بھی پرہیز نہ کرسکے یا کھانے کی قوت سے تعلق رکھتی ہیں کہ زبان کے ذائقہ اور پیٹ کے بھرنے میں اچھے برے کا امتیاز کھو بیٹھے یا پھر جنسی خواہش ہے کہ اس پر قابو نہ پاسکے اور بے محل استعمال کی روسیاہی (۲) اختیار کرلے۔

تمام عالم کے فساد کی جڑ یہی تین خواہشیں ہیں۔ ہر قانون ان پر پابندی لگانے پر مجبور ہے مگر فرق وہی خدائی اور غیر خدائی قانون کا رہتا ہے لیکن اسلام ان جڑوں کی بنیاد کمزور کرنے کے لئے روح کو روکنے کی کوشش کراتا ہے جس سے یہ تینوں خواہشیں سرکشی سے نکل کر قابو کی باگ (۳) میں آسکتی ہیں کہ پھر اگر بے موقع استعمال سے انسان ان کو روکنا چاہے تو وہ ان پر قابو پاسکے گا۔ اور یہی اصل مقصود ہے کہ بدیوں کے وقت خود کو قابو میں رکھ

---

(۱) یعنی شراب جس کے پینے سے آدمی کی عقل ماؤف ہوجاتی ہے (۲) ناجائز عمل میں مبتلاء ہوکر اپنا منہ کالا کرے (۳) لگام۔

کر ان پر غلبہ پاسکے اور وہ اعلیٰ عبادت کر سکے جو فرشتوں سے نہ ہو سکی تھی۔

یوں تو ان تینوں خواہشوں کی روک روزانہ پانچ وقت تھوڑی تھوڑی دیر کی ورزش (۱) سے روز ہوتی رہتی ہے مگر ان کی اہمیت کا تقاضا تھا کہ ایک طویل عرصہ تک ان کی بندش کرا کر ورزش کرائی جائے تو سال بھر میں ایک مہینہ کے روزے (۲) فرض ہیں جن میں پورے دن یعنی صبح صادق سے غروب تک ان تینوں خواہشوں کی مکمل بندش کرا کے روح کو قوت اور خواہشوں کو اضمحلال (۳) دلایا گیا ہے اور خدا کیلئے ہونے کی نیت ضروری ہوئی (۴) کہ نورانیت بھی حاصل ہو۔ ان مجاھدات کا عادی ہونے سے ان قوانین پر عمل کی آسانی میسر آ گئی جو ان قوتوں کے بیجا استعمال ہر انسان کے لئے خدائی قانون کی دفعات میں بطور سزا وارد ہوں گے۔ اگر ڈاکٹروں کا یہ کہنا کہ سال میں ایک بار کسٹرائل پینا صحت کو مفید ہے قابل قدر ہے تو روح کے لئے اس سے کہیں زیادہ ضروری ہے کہ اس کی اصلاح کے لئے اس کے مناسب کوئی دواء یعنی مجاہدہ مقرر کیا جائے۔ چنانچہ اس کی جان اور عزت کی

(۱) یعنی نماز پڑھنے سے (۲) ایک ماہ کا مجاہدہ کرایا جو دس ماہ کے قائم مقام ہو جائیگا "مــن جـآء بالحسنة فله عشر امثالها" کے قاعدے سے اگر چھ روزے شوال کے بھی رکھ لے تو اسی قاعدے کی رو سے دو ماہ اور بن کر پورے سال کے روزوں کا ثواب ہوگا (۳) کمزور کر دیا جائے (۴) صرف بھوکا رہنے سے بلا نیت روزہ نہیں ہوتا۔

اور ہر خواہش کو اعتدال پر نماز اور روزہ لاتے ہیں۔

زکوٰۃ

خاکی انسان میں خاک کا خاصہ ضبط(۱) ہضم، یعنی بخل اور مال کی محبت بھی ہے جو غریبوں کی ہمدردی ایثار خیر خواہی سے بالکل مختلف اور ان کو پریشان رہنے دینے کا سبب ہے۔ اسلام نے دونوں کی رعایت کے لئے کچھ حصہ یعنی چالیسواں حصہ غریبوں کو ہر سال دینا ضروری قرار دیا ہے لیکن کس قدر شفقت ہے کہ ہر غریب امیر(۲) پر نہیں بلکہ ایک خاص حیثیت والے پر ہے کہ صرف اس مال میں سے جو اپنی روزمرہ کی ضروریات سے بچ کر جمع ہو یا کاروبار میں لگا ہو یا خلقی طریقہ سے وہ کاروبار کا اہل ہو جیسے سونا چاندی گو کسی نے اس کو کاروبار میں نہ لگایا ہو(۳)۔ اور بچ کر(۴) ساڑھے باون تولے چاندی یا اس کی قیمت سے زائد ہو۔ معمولی بچ جانے پر کچھ نہیں۔ اسی طرح نسل و دودھ کے لئے بہت سے جانوروں(۵) میں کھیت اور باغ میں بھی کچھ حصہ(۶) غریبوں کے واسطے ہے چالیسواں حصہ اس قدر موزوں چیز

---

(۱) زمین اور مٹی میں ضبط یعنی قبضہ کرنے کا ایک ایسا خاصہ ہے کہ جو چیز بھی اس میں ڈالو اس کو اپنے میں شامل کر لیتی ہے یہی صفت انسان میں آئی کہ دوسرے کے مال کو ضبط کرنا چاہتا ہے (۲) زکوٰۃ ہر ایک پر فرض نہیں (۳) جیسے عورتوں کے زیور وغیرہ (۴) ضروریات اصلیہ سے بچ جائے اور اس پر سال بھی گذر جائے تب زکوٰۃ فرض ہے ورنہ نہیں (۵) جو سال کا اکثر حصہ جنگل میں چر کر گذارہ کریں جن کا نصاب اونٹ گائے بکری کا الگ الگ ہے (۶) جس کو عشر کہتے ہیں۔

ہے کہ کسی کو بار نہیں ہو سکتی اور غریب لوگ غریب نہیں رہ سکتے۔ کس قدر نفیس قانون ہے کہ اس سے ہر انسان میں ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جو معاشرہ کی سینکڑوں بھلائیوں کا ذریعہ بنتا ہے اور کس قدر رعایت ہے کہ سال بھر میں کہ جس میں کئی موسم کئی اتار چڑھاؤ آتے ہیں صرف ایک بار ادا کرنا ضروری ہے اور وہ بھی ضروری اخراجات سے بچے ہوئے اور اتنے بچے ہوئے پر کہ آفات ناگہانی کے لئے اتنی رقم اس سے مستثنٰی ہے کہ میانہ روی کے ساتھ کافی ہو سکے۔ باون تولے چاندی یا اس کی قیمت۔ اور ہے بھی چالیسواں حصہ یا دوسرے اموال میں اس کے قریب قریب۔

حج

نماز روزہ میں خدا تعالیٰ کے انوار سے جو اتصال (۱) پیدا ہوتا ہے اور روز روز دن رات میں پانچ بار خدا تعالیٰ کے تصور سے بات کرنا ان کی ہر مرضی پر اپنے آپ کو عاجزی سے تابع کر دینا ہے۔ آخر انسان انسان ہے پتھر نہیں ہے۔ محبت اور عشق تک نوبت (۲) آجاتی ہے یا آجانی چاہیے اس لئے عمر بھر میں کم سے کم ایک بار خانہ کعبہ جانا اور وہاں تمام عاشقانہ طور طریق کے وہ افعال کرنا جو عاشقانِ الٰہی سے قبول ہو چکے ہیں یہ اس جذبہ کی شفاء اور جذبہ

(۱) قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے (۲) بار بار یہ عبادت کرنے سے انسان کو اللہ سے محبت ہو جاتی ہے جیسے کہ ارشاد باری ہے "والذین آمنوا اشد حباً للہ"۔

نہ ہوتو اس کے پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔

اس عبادت میں جان و مال عزت وآبرو تینوں کو پھر خدا کی راہ میں انتہائی جذبہ کی صورت میں لگا نا ہے اور قدیم تمام روحانی ورزشوں کی تکمیل کرنا ہے۔ضروری تو یہ تھا کہ ہر ہر شخص پر فرض ہوتا مگر ایک شرط ایسی عجیب وغریب فرمادی ہے کہ جو ایک ہی لفظ میں سب کے لئے تمام شرطوں کو جامع ہے کہ جو وہاں تک جا سکے یعنی جو لوگ قریب کے رہنے والے ہیں جا سکتے ہیں اگر تندرست ہوں راستہ خطرناک نہ ہو جا سکتے ہوں ان پر فرض ہے جو لوگ دور دراز مقامات کے رہنے والے ہیں تو جب ان کے پاس اپنی روز مرہ کی ضرورتوں اور نفقہ والوں کے نفقہ سے بچ کر وہاں جانے آنے والے کے بقدر مال ہو تندرستی ہو راستہ ہلاکت کا نہ ہو ان پر ضروری ہے۔

اسلام غریب سے غریب اور امیر سے امیر تک کے لئے ہے اس لئے جن غریبوں کے پاس اس قدر مال نہیں ، ان میں مال کی محبت بہت نہیں ان پر مالی عبادت نہیں گو ان پر زکوۃ و حج نہیں ہے ان کی غربت و تنگی ، خواہشات کو پامال کرنے میں خود بھی وہ کافی کام کر گزرتی ہے جو مال والوں کو مال خرچ کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔

نیکی کا حکم بدی۔ سے روک

اسلام میں یہ بھی خدائی اطاعت ہے کہ تمام مخلوقات اور خصوصاً مسلمانوں میں سے ہر ہر فرد کو جس طرح ہو سکے نیک کام کا حکم یا ترغیب اور بدی سے روک یا نفرت دلائی جائے یہ قومی وانسانی خدمت ہے جس کے اصول بھی مقرر ہیں۔

کامل عبادت

انسان کا خداتعالیٰ سے جو تعلق ہے کہ انہی کا پیدا کیا ہوا ہے اور عمر بھر اس کو جو کمال حاصل ہوگا وہ اس کے وجود کی وجہ سے ہے وجود ان کا دیا ہوا ہے کمال یا مال کو اپنی عقل ومحنت کا ثمرہ سمجھے تو یہ غلطی ہے کیونکہ عقل اور اعضاء وقویٰ سب انہی کے دیئے ہوئے ہیں۔تمام جسمانی اجزا تمام قوتیں تمام ادراکات سب انہی کا عطیہ ہیں بلکہ آدمی غور کرے تو زمین وآسمان چاند سورج اور ان سے حاصل ہونے والی کل ضرورت کی چیزیں انہی کی دی ہوئی ہیں اور اس قدر نعمتیں جو شمار میں بھی نہیں آسکتیں۔ان سب نعمتوں کے شکر اور خود ان کے کمالات کا تقاضا تو یہ ہے کہ انسان کا کوئی سیکنڈ عبادت سے خالی نہ جائے ایک سیکنڈ کو بھی ادھر سے غفلت نہ ہو۔اسی واسطے بعض لوگ آبادیاں چھوڑ چھوڑ کر جنگلوں غاروں میں رہ کر ہر وقت عبادت میں گزارنے

لگے تھے۔ مگر اسلام نے تمام کاموں کو چھڑانا اور انسان کو سب سے بے تعلق بنانا لازم نہیں کیا ہے۔ وہ صورت بتائی ہے کہ سب کام کرتے ہوئے بھی ہر وقت اللہ کی یاد میں لگے رہیں۔ کہ ہر کام پر کچھ نہ کچھ اللہ کا ذکر کیا کریں۔ اگر ایک ہی ذکر ہر وقت کے لئے ہوتا تو انسان اس سے اکتا جاتا۔ یہاں ہر کام کے مناسب اس کام سے تعلق رکھنے والا ذکر تعلیم ہے۔ ہر کام پر بسم اللہ، صبح کی دعاء، شام کی دعاء، پاخانہ جانے باہر آنے، کھانا کھانے کے شروع وختم، سونے جاگنے، غرض ہر کام کے مناسب الفاظ سے ذکر الٰہی کی تلقین (۱) ہے کہ کام سب کرتے رہیں مگر خدا کی یاد سے بالکل غافل نہ ہوں۔ بلکہ اگر وقت اور ذوق وشوق یا دل کرے تو نفل نماز میں روزے حج تلاوت وظائف سے اپنی روح کو مضبوط (۲) کریں۔ گویا اوپر کی تمام باتیں تو مثل غذا کے ہیں کہ ان کے نہ ہونے سے روح بالکل مردہ بن جاتی ہے اور یہ باتیں روح کو قوی طاقت ور پہلوان بنانے کا ذریعہ ہیں۔ یعنی انسانیت وشرافت کا اعلیٰ کمال ہے اور دوسروں کو نصیحت کر کے بھلائی کا علمبردار بنے یہ اعلیٰ کام ہے۔

معاملات

انسان اور خدا تعالیٰ کا تعلق تو ہر وقت ہے ہر جگہ ہے تنہائی میں ہو یا

(۱) ہر کام کے کرنے پر حضور ﷺ ۔ وئی نہ کوئی دعاء تعلیم فرمائی ہے (۲) یعنی نفلی نماز روزہ حج وغیرہ کر کے۔

ہمراہی میں ہو۔ آبادی جنگل غار کھوہ میں کہیں ہو اس لئے سب سے مقدم تو اقرار۔بندگی یعنی ایمان ہے پھر عبادت ۔لیکن جب دوسرے آدمیوں کے ساتھ رہنا ہے اور تمدن کی فطری خواہش کو بروئے کار لانا ہے تو ایک دوسرے کے ساتھ کچھ برتاؤ بھی ہوں گے اور ایک دوسرے کے حقوق بھی، مسلم ہوں یا غیر مسلم۔ کیونکہ سب اسی خدا کی مخلوق ہیں بلکہ جانوروں وغیرہ کے بھی کہ وہ مخلوق ہیں اور مسلم تو اس خدا کا تمام رسولوں وملائکہ وکتب اور دوسری زندگی پر ایمان اور تمام احکام اسلام کا پابند ہے، اس لئے یہ برتاؤ ہی درحقیقت اس کے موجود ہونے سے نہیں بلکہ اس کے خدا سے تعلق کی وجہ سے ہے۔ کم ہو یا زیادہ ۔ایک قسم ان برتاؤں کی یہ ہے کہ باہم خرید وفروخت، کرایہ رہن، غصب وغیرہ معاملات کا ہونا بھی ضروری ہے اسلام معاملات میں ان تمام معاملات کو جائز قرار دیتا ہے جن میں نہ کسی کو دھوکہ ہو نہ نزاع (۱) کا سبب پیدا ہو نہ غریبوں کا خون چوسا جائے نہ قتل ظلم وزیادتی ہو نہ بے وجہ دوسرے کا مال لیا جاسکے نہ دور دور تک ان میں سے کسی بات کا احتمال بھی ہو۔ اگر ان میں سے کسی ایک بات کا شائبہ بھی ہو یا وہ اس پر قدغن (۱) لگا دیتا ہے سود، جوا، دھوکہ، دغا، فریب کو بالکل روکتا ہے نہ کسی مسلمان بھائی کے ساتھ جائز رکھتا ہے نہ کسی غیر مسلم معاہدہ والے سے انسانی شرافت ایسی ہی ہونی ضروری

(۱) جھگڑے کا سبب (۲) پابندی۔

ہے۔امن وامان ظاہر سے بھی چھپ کر بھی اسی سے حاصل ہوتا ہے۔ورنہ حکومت وغیرہ سے ظاہر میں بچاؤ ہوسکتا ہے جہاں کوئی نہ ہو وہاں نہیں ہوسکتا۔

اخلاق

دل کی وہ کیفیات جو دائمی یا دیر پا ہوں اخلاق میں بری ہوں یا اچھی، اخلاق حسنہ(۱) یا اخلاق سیئہ (۲) انسان میں سے جانوروں والی خوبو(۳) کو کمزور اور فرشتوں والے کمالات روبکار(۴) لانے کے لئے عمدہ اخلاق حاصل کرنے اور برے اخلاق سے بچنے کی ضرورت ہے۔اسلام تواضع یعنی اپنے کو کمتر سمجھنا غرور نہ کرسکنا، حلم وبردباری، تکالیف اور پریشانیوں پر صبر، ہر احسان کرنے والے کا شکر، سخاوت، ہمدردی، ایثار، مدارات، خندہ پیشانی، دوسروں کی حاجت روائی وخدمت، عفو ودرگزر، اپنی کوتاہیوں پر معافی طلبی، جہاں تک ہوسکے دوسروں کو راحت پہنچانے کی کوشش وغیرہ وغیرہ تمام عمدہ اخلاق پیدا کرتا ہے اور ان پر دنیا ہی میں نہیں آخرت کے ثوابوں کا بھی مژدہ(۵) دیتا ہے اور ہر بری عادت سے روکتا ہے۔کبر وغرور، خود پسندی، دوسروں کی تحقیر، غصہ ناحق ظلم، دوسرے کا مال لینا یا اذیت پہنچانا، کسی بات پر

(۱) اچھے اخلاق (۲) بُرے اخلاق (۳) جانوروں والی صفات کو (۴) فرشتوں کی صفات کا عادی بنانے کے لئے (۵) خوشخبری سُناتا ہے۔

گھبرا گھبرا جانا، بات بات پر بھڑک جانا، حسد کرنا، برا کہنا، غیبت کرنا یعنی ایسی بات جو اس کو ناگوار ہو، بے رخی، خود غرضی، بخل، ناشکری، ترشروئی، قدرت ہوتے ہوئے امداد نہ کرنا، کسی کی جان مال آبرو کا کوئی نقصان کرنا وغیرہ۔ ان سب باتوں سے روکتا ہے۔ اصل اخلاق تو دل کی یہ پائیدار کیفیتیں ہیں مگر ان سے جو افعال و حرکات صادر ہوتی ہیں ان کو بھی اخلاق کہہ دیتے ہیں۔ دنیا بھر کو تسلیم اور فلسفہ والوں کو اعتراف ہے کہ عمدہ اخلاق پیدا کرنے اور بری باتوں سے بچنے کی جس قدر زرین تعلیم اسلام میں ہے دنیا کی کوئی جماعت اس کے مقابلہ کی تعلیم نہیں رکھ سکتی جس نے جو کچھ لیا ہے وہ کچھ کچھ اسی سے حاصل کیا ہے اور نا تمام لیا ہے۔

حقوق

اسلام میں ساری مخلوقات کے کچھ حقوق ہیں جمادات و نباتات مال جائیداد کو بے ضرورت ضائع کرنا منع ہے۔ حیوانات میں جس سے کوئی فائدہ متعلق نہ ہو اُسے قید نہ کرے۔ بچوں والے جانوروں کو پکڑ کر بچوں کو پریشان کرنا منع ہے، جو کھانے کے نہ ہوں ان کو بیکار ذبح نہ کرے جو موذی(۱) نہ ہو اس کو قتل نہ کرے، جس سے کام لینا ہے اس کے کھانے پینے،

(۱) تکلیف دینے والے نہ ہوں۔

راحت آرام کا خیال رکھنا، زیادہ نہ مارنا، طاقت سے زیادہ کام نہ لینا۔ غیر مسلم کو بھی بے خطا جان مال کی تکلیف دینا منع ہے جس سے جنگ نہ ہو اس سے بدزبانی منع ہے۔ مصیبت میں امداد کھانا پینا دینا، علاج کرنے کرانے کا حکم جنگ میں بھی، عورتوں، بچوں، ضعیفوں اور جو جنگی نہ ہو اس کو مارنا منع ہے اور مسلمان کے بہت حق ہیں خطا معاف کرے، عیب چھپائے، عذر قبول کرے، تکلیف دور کرے، خیر خواہی کرے، محبت سے پیش آئے، عہد پورا کرے، عیادت اور دعوت قبول کرے وغیرہ وغیرہ۔

بڑے بڑے جرم

اسلام میں سب سے بڑا جرم ایمان کا نہ لانا ہے۔ اس سے زیادہ کون باغی ہوسکتا ہے جو اپنے پیدا کرنے والے پرورش کرنے والے بے انتہا جسمی وروحی قوات وتوانائی اعضا کی سلامتی اور بہت سی بیرونی نعمتیں دینے والے کو اپنا معبود نہ قرار دے اس کے احسانات کو فراموش کردے بلکہ اس کے وجود ہی کا انکار کردے یا اس کی وہ صفات عالیہ جن کا مثل (۱) کوئی نہیں ہوسکتا ان میں کسی کو شریک گردانتا ہو یا اس کے بھیجے ہوئے رسولوں اور نبیوں یا فرشتوں میں سے سب کا یا کسی ایک کا بھی انکار یا توہین کرتا ہو یا اس کی

(۱) اللہ کی وہ عظیم صفات جو کسی میں نہیں۔

نازل کی ہوئی کتابوں کو جس طرح وہ نازل ہوئی تھیں ان کو سچا اور قابل قبول نہ سمجھتا ہو یا اس عمل کی دنیا میں آنے، رہنے، جانے کے بعد دوبارہ زندگی پا کر جزاوسزا کا اعتراف نہ کرتا ہو۔ سچ پوچھئے تو جانور اور جمادات ونباتات بھی ایسے مجرم نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کو نہ عقل دی گئی تھی نہ یہ کام ان پر لازم کئے گئے تھے۔ اگر ہم غور کریں تو ایسے انسان کو خدا کی زمین پر رہنے اس کی تمام مخلوقات سے فائدہ اٹھانے کا کوئی حق ہی نہیں بنتا۔ یہ صرف ان کا کرم ہے کہ وہ اس عمل کی دنیا میں پوری سزا نہیں دیتے ہیں اور اسے باغیوں کو زندگی اور کچھ عارضی آرام بھی دے دیتے ہیں۔ ورنہ ان کا حق تو یہ تھا کہ خدا کے ملک خدا کی زمین پر اس کے آسمان کے نیچے اس کی مخلوقات کے درمیان مخلوقات سے فائدہ لینے میں ایک منٹ کے لئے بھی ان باغیوں کو نہ چھوڑا جاتا۔

پھر کسی انسان کو ناحق قتل کر دینا ہے جبکہ وہ اس سزا کا مستحق نہ ہو کہ انسان یعنی وہ خدا کی بنائی ہوئی بہترین عمارت کو منہدم کرنے کا سخت ترین مجرم ہے اس میں وہ بھی داخل ہے جو خود کو ہی قتل کر ڈالے کہ یہ عمارت اس کی نہ تھی خدا کی تھی انہی کی بنائی ہوئی تھی۔ پھر کسی کا مال چوری ڈاکہ سے لینا یا آبرو پر حملہ کرنا، گالیاں وغیرہ دینا اور شراب خوری، جو انسان کے سب سے

افضل ہونے کے جوہر، عقل کی دشمن ہے۔ زنا کاری یا اس سے پہلے پہلے (۱) کی سب باتیں جو اس حد تک پہنچنے کا ذریعہ بنتی ہیں جو ایسا زبردست ڈاکہ ہے کہ دنیا بھر میں کوئی ڈاکہ اس کے برابر نہیں ہو سکتا خواہ رضا سے ہو یا جبر (۲) سے۔ دیکھئے اگر کسی کی بیوی کے دوسرے کا بچہ پیدا ہوا (۳) تو ضابطہ میں چونکہ وہ شوہر کا ہی کہلائے گا۔ اس کی لاکھوں کروڑوں کی جائیداد بلکہ بعض جگہ سلطنت تک کا وارث وہی بن جاتا ہے اور سب پر قابض ہوتا ہے حالانکہ اصل مالک سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا اور اس کی تمام عزیز عورتوں کا عزیز بن کر سامنے آتا جاتا ملتا رہتا ہے جس سے عزت و آبرو خطرہ میں پڑ جاتی ہے یہ صرف عورت کی بدکاری سے غیر کا بچہ تمام عزت و مال پر ڈاکہ ڈال رہا ہے اور دنیا کچھ نہیں کہہ سکتی اس کے لئے شدید انتظام کی اور اس کے جس قدر ذرائع اور دور دور کے اسباب ہیں ان کی روک تھام کی ہر عقل صحیح کے لئے ضرورت ہے اگر عقلوں پر پردہ پڑ جائے تو اس کا کیا علاج اس لئے اسلام میں عورت کا پردہ اجنبی سے میل جول سخت منع ہے۔

(۱) یعنی کسی عورت کی بری نظر سے دیکھنا اسکی طرف چل کر جانا اس سے باتیں کرنا یا اسکو ہاتھ لگانا وغیرہ جو ذریعۂ زنا ہیں (۲) خواہ عورت کی خوشی ہے یا جبراً (۳) جبکہ اس عورت نے اس سے زنا کیا ہو اور یہ بچہ اس کے نطفہ سے ہو تو چونکہ یہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ یہ بچہ کس کے نطفے سے ہے تو قانوناً وہ بچہ اسی شخص کا کہلائے گا جس کی بیوی ہے۔

سزائیں

قانون پر پوری طرح عمل کرنے والے کو تو سزا کی نوبت ہی نہیں آتی مگر غفلت یا غلطی سے مبتلا ہونے والوں کی سزا الٰہی دینی ضروری ہے کہ نہ وہ نہ دوسرے اس قانون کے خلاف کبھی نہ کر سکیں۔ ہر عقل یقین رکھتی ہے کہ جرموں پر سخت سزا ہوگی تو جرم ختم ہوسکتا ہے ورنہ برابر جاری رہے گا۔ نوعمر بچوں کو ماں باپ اگر برائیوں پر ایسی سزائیں دیتے رہیں گے کہ وہ اس حرکت کے تصور سے بھی کانپ جائیں تو وہ حرکت ان سے ہمیشہ کو چھوٹ سکتی ہے اگر ایسا نہ کریں گے تو ہمیشہ کے لئے وہ حرکتیں ان کے دلوں میں جڑ پکڑ کر ایسی مضبوط ہو جائیں گی کہ کبھی چھوٹ نہ سکیں گی اسی طرح ہر انتظام کا حال ہے۔ آج کل چوری ڈاکہ قتل پر معمولی سزائیں دی جاتی ہیں تو یہ جرم عام ہو رہے ہیں۔ جن ملکوں میں شدید سزائیں ہیں وہاں جرائم کم کم ہیں۔ اسلام میں سخت ترین جرموں، زنا کاری، شراب نوشی، چوری ڈاکہ پر وہ سخت ترین سزائیں مقرر کی ہیں کہ ان کے جاری کرنے کا اعلان ہوتے ہی تمام جرائم ختم ہو جاتے ہیں۔ اسلاف مسلمانوں کا حال تو تاریخ میں دیکھا جا سکتا ہے اور موجودہ زمانہ میں سعودی عربیہ مملکت میں مشاہدہ ہوسکتا ہے، جہاں اسلامی سزاؤں کے جاری ہونے سے پہلے چوری قتل عام تھا اور اب بالکل

صفر کے درجہ میں۔ یہ جرائم کی سزاؤں کا ہلکا کرنا خود جرائم کی پرورش کرنا اور دنیا کو بدامنی میں مبتلا کرنا ہے اسلام اس سے پاک ہے۔

اسلام میں زناکاری کی سزا بشرطیکہ معتبر اور پختہ ثبوت سے ثابت ہو جائے۔ شادی شدہ کے لئے پتھر مار مار کر ہلاک کرنا ہے اور غیر شادی شدہ کو سو کوڑے لگانا ہے خود غور کر کے دیکھ لیا جائے کہ اس کے اعلان کے بعد کس کی جرأت ہو سکتی ہے کہ وہ اس خطرناک جرم کے قریب بھی جا سکے۔

چوری جو دس درہم سے زائد کی ہو ثبوت معتبر مل جانے پر اس کی سزا اول بار میں داہنا ہاتھ کاٹ ڈالنا ہے دوسری بار میں بایاں پاؤں، اس اعلان کے بعد چوری کون کر سکتا ہے؟

رہزنی کی سزا سولی ہاتھ کاٹنا قتل کر دینا مختلف صورتوں میں ہوتا ہے۔ شراب پینے پر اسّی کوڑے، پاکدامن پر تہمت لگانے سے اسّی کوڑے کی حد ہے۔ یہی بات ہے جو ان جرائم کو ختم کر سکتی ہے اور ان سے ہلکے جرائم پر تعزیرات (۱) ہیں پھر حاکم کی صوابدید پر ہیں کہ وقت موقع حیثیت وغیرہ کو دیکھ کر جاری کر سکتا ہے جن سے اس جرم کا پورا انسداد ہو سکے (۲)۔

---

(۱) تعزیرات وہ سزائیں کہلاتی ہیں جو کسی جرم پر جج خود متعین کرے۔ قرآن وحدیث میں جن جرموں کی سزائیں متعین ہیں وہ حدود کہلاتی ہیں (۲) اسلامی سزاؤں کے نام سے آئندہ صفحات میں ایک مقالہ ہے جس میں ان سزاؤں پر مکمل کلام ہے۔

سیاست

جس کے معنی انتظام کے ہیں گھر کا نتظام ادارہ کا انتظام، کارخانہ کا انتظام اور محکمہ یا حکومت کا انتظام ان سب کے لئے بڑے مفصل قواعد اور بغیر دقت و وقت اور پیسے خرچ کئے ۔ بہترین انصاف کا انتظام جو اسلام میں ہے کہیں نہیں مل سکتا۔ بہت حکومتوں نے کچھ کچھ قاعدے لے کر نظام بنایا مگر کامل نہ لینے سے وہ ناقص ہی رہا۔ شاید کسی وقت اس کی تشریح پیش کر دی جائے اور تفصیل سے دکھا دیا جائے کہ اسلام کے نظام کے سامنے ہر نظام ناقص و بے کار ہے۔

جہاد

ایسے انتہائی امن وامان اور حد درجہ کی شرافت کے اصول جن سے انسان امن وامان کی زندگی گزار کر دنیا وآخرت میں کامل راحت وآرام حاصل کرسکتا ہے۔ اس کی دعوت تمام ان انسانوں کو دیتا ہے جو خدا کی زمین پر بستے ہیں تاکہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کی سزاؤں سے بچیں۔ بدیوں، فتنہ پردازیوں اور کمینہ پن سے محفوظ ہو جائیں۔ جن کو دعوت پہنچ چکتی ہے اور وہ پھر بھی ایسے زریں اصول پر کان نہیں لگاتے تو ان کو اطلاع دی جاتی ہے کہ وہ یا ان اصول کو قبول کر کے اپنے آپ کو دنیا وآخرت میں راحت اور انتہائی شرافت

کا حقدار بنا لیں اگر وہ ایسا نہیں کرتے تو اگر اس تعلق کے لئے جو مخلوق کو خالق سے ہے اپنا بے ثبوت اور غلط نظریہ چھوڑنا نہیں چاہتے۔ آخرت کے عذاب سے بچنے کی فکر نہیں کرنا چاہتے۔ تو اسلام کے ان زریں اصول کے تحت تو کم سے کم آجائیں جو باہم تعلقات میں انتہائی امن وامان کی زندگی کے ضامن ہیں یعنی معاملات واخلاق وافعال میں کہ اسلام کی رعیت بن کر باہمی اصول سے فائدہ اٹھائیں خود کو دوسروں کے شر سے اور دوسروں کو اپنے شر سے محفوظ کریں اور امن وامان کی زندگی گزاریں۔ اگر ان دونوں باتوں پر بھی کوئی انسان آمادہ نہیں ہوتا تو وہ خود اپنا دشمن ہے تو گویا کم نظری وغلط فہمی سے اس کا احساس نہیں رکھتا۔ ایسے لوگوں کو جنگ کا چیلنج اسلامی جہاد ہے۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو ایسے سرکش لوگوں کے لئے ہر طرح کی شرافت، نیکی، امن وامان، راحت اور فرشتوں والے کمالات کا ذریعہ یہی ہوسکتا ہے کہ اگر وہ بدفہمی ضد ہٹ یا کم نظری سے ان زریں اصول سے محروم ہیں تو ان کو دعوت دی جائے کہ کل اصول پر عمل کریں۔ نہ کریں تو کم از کم امن وامان کے اصولوں پر تو عمل کریں(۱)۔ ورنہ پھر جنگ کر کے(۲) ان کو زبردستی امن وسلامتی کی راہ اور ایسی بھلائی دکھائی جائے یہی ان کی خیر خواہی ہے حقیقت کو دیکھا جائے تو دراصل جہاد کوئی جنگ نہیں ہے۔ بلکہ سختی کے ساتھ ضدی بچوں

(۱) یعنی جزیہ دیکر اسلامی حکومت۔ کے باج گذار بنیں (۲) یعنی اقدامی جہاد کر کے۔

کو بھلائی و نیکی سکھانے کا ذریعہ ہے جو ضد کی وجہ سے ویسے اپنی بھلائی کی طرف نہیں آ رہے ہیں اور ہلاکت دنیا و آخرت میں مبتلا ہو رہے ہیں ۔ امید ہے کہ اب خالی الذہن ہو کر ان امور پر غور کریں گے۔

فقط

مقالہ 2
النواہی

النواهی

﴿ وہ باتیں جن سے شریعت اسلام میں منع کیا گیا ہے ﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدا ومصلیا ومسلما

انسانی خواص

انسان کے دو جزو ہیں روح اور جسم، روح نورانی شے ہے اس کی صفتیں مَلکی یعنی فرشتوں والی ہیں اور جسم اسی دنیا سے بنا ہوا ہے مٹی آگ پانی اور ہوا کا مجموعہ ہے۔ ان چاروں عناصر کے کچھ خاصے ہیں۔ جسم جو اِن سب کا مجموعہ ہے اُن خاصوں پر مشتمل ہوا، جیسے کوئی معجون جو چند دواؤں سے مرکب ہوتی ہے ان سب کے خاصوں کا مجموعہ ہوتی ہے۔ انہی خاصوں کے مجموعہ کو نفس کہا جاتا ہے۔ وہ خاصے یہ ہیں کہ مثلاً مٹی میں یہ خاصہ ہے کہ جو چیز اس کے اندر چلی جائے وہ اس کو ہضم کر لیتی ہے، اپنے اندر ملا لیتی ہے، ہر چیز کو فنا کر دیتی ہے، دوسرے کے کام کی نہیں چھوڑتی تو انسان میں دوسروں کے مال اور چیزیں ہضم کرنے کا مادہ ہونا لازمی ہے۔ آگ میں جلانا پھونکنا خاک کر دینا اور سر بلندی ہے تو انسان میں بھی دوسروں کو جلانے

پھونکنے اور سر بلندی کرنے کا مادہ ضرور ہوا۔ پانی کا خاصہ ہے کہ جہاں پستی ہو چلا جائے، جدھر راہ ملے پہنچ جائے، جس رنگ سے مخلوط ہو(۱) اس کا رنگ اختیار کرے تو انسان میں بھی یہ بات ہونی لازمی ہوئی کہ ہر طرف کو میلان(۲) ورغبت ہو، ہر رنگ میں رنگا جا سکے۔ اور ہوا میں انتشار(۳) ہے کہ یہاں وہاں پھیلتی رہتی ہے اور ملنے والی چیز سے اثر لیتی رہتی ہے۔ بدبو پر گزر کر بدبودار خوشبو پر گزرنے سے خوشبودار ہو جاتی ہے تو انسان میں بھی یہ خاصہ ہونا ضروری ہے کہ خوب پھیلنا چاہئے اور ہر گندی اور خوش رنگ ملنے والی چیز سے اثر قبول کرلے۔ اب انسانی جسم کے اندر یہ خاصے پائے جانا ضروری ہوا ان سب بُری عادتوں کا مجموعہ ایک قوت ہوئی اسی کا نام نفس ہے۔ امام غزالیؒ نے نفس کے یہ معنی بتائے ہیں، پھر شیطان سے اس کو مدد ملتی ہے۔

خواص انسانی سے پیدا ہونے والی صفات

ان سب خاصوں سے انسان کے اندر چار قسم کی صفتیں جمع ہو گئیں۔ بُرائی، شیطانیت، بہیمیت،(۴) بعض جانوروں کی کیفیت اور درندگی۔ ہوتا یوں ہے کہ اول بہیمیت کی صفت رونما ہوتی ہے کہ کھانے پینے میں منہ چھوٹ بنتا ہے جیسے جانور جہاں چاہے منہ مارتا پھرتا ہے، انسان بھی اپنے پرائے

(۱) مل جائے (۲) جھکاؤ (۳) پھیلاؤ (۴) حیوانیت

مال کھانے پر جھپٹ(۱) پڑتا اور ہر پینے کی چیز پر لپک جاتا ہے، انسان بھی حلال وحرام ہر پینے کی چیز پر رغبت کرتا رہتا ہے۔ پھر جب اس کو اس کی موجودہ مملوکات(۲) کافی نہیں ہوتیں تو اب درندگی(۳) کی صفت کا آغاز ہوتا ہے۔ ایسے جانوروں کی طرح جنسی خواہشات کا جوش ہوتا ہے تو اس کو محل بے محل(۴) استعمال کرنے لگتا ہے جب سہولت سے مواقع پر دسترس نہیں ہوتی تو درندگی کی صفت ظاہر ہونے لگتی ہے، غصہ گالی گلوچ مار پیٹ اور قتل وغارت چوری ڈاکہ لوٹ مار چھین جھپٹ تک کی صورتیں کر بیٹھتا ہے۔ پھر جب بہیمی ودرندگی دونوں قوتیں زور پر آجاتی ہیں اور من مانی(۵) باتوں کے حاصل کرنے میں کچھ دِقت محسوس ہوتی ہے تو یہ عقل کو دھوکہ بازی حیلہ ومکر وفریب ، حسد، ظلم، فساد، بدیوں اور گمراہی وبدعات کے راستہ پر لگاتی اور شیطانیت پیدا کرتی ہیں۔ پھر جب یہ سب شباب پر آتی ہیں تو تکبر، نام وعزت، بے نیازی خود پسندی طویل زندگی کی خواہش، سب سے بلند وبالا ہونے کی اُمنگ، (۶) دامن گیر ہوتی ہے پھر یہ بڑائی کا جنون بن جاتی ہے اور نبوت وخدائی تک کے دعویٰ کی نوبت آجاتی ہے، لیکن اب سب باتوں سے آدمی انسانیت سے بالکل دور ہو جاتا ہے۔

---

(۱) ٹوٹ پڑتا ہے (۲) جن چیزوں کا وہ اس وقت مالک ہے (۳) جانوروں والی صفت (۴) جگہ بے جگہ (۵) دل پسند (۶) خواہش

وحی کی ضرورت

فلاسفہ نے عقلی تجویزوں سے اس کی روک تھام کی مگر بے سود (۱) کیونکہ سب چیزوں کو پیدا کرنے والی ذات ہی ہر چیز کی حقیقت اور اس کے حقیقی نفع وضرر اور ضرر سے بچاؤ کا واقعی طریقہ جانتی ہے، صحیح وواقعی ہر بات اسی ذات کی رہنمائی سے مل سکتی ہے، وحی الٰہی ہی حقیقت بتا سکتی ہے۔ اس کے قوانین مذہب میں ملتے ہیں، مذہب خدا سے دوری اور بدیوں کی آمیزش (۲) سے بچا بچا کر انسانیت کو اُجاگر کرتا اور خدا تعالیٰ کے قریب لاتا ہے، انہی پرہیزی چیزوں کا نام نواہی ہے۔ ان کی حد بندی (۳) سے ہی انسان میں خراب باتیں مٹتی اور مَلکی قوت (۴) روشن ہوتی اور انسانیت کو چار چاند لگتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی نافرمانی سے بچاؤ اور ان کی رضا کا درجہ قریب آجاتا ہے۔ پرہیز ہوجانے پر عبادتوں کے تریاق سے ہمیشہ کی نجات اور ایسی نعمتوں سے سرفراز ہوتی ہے جو وہم وگمان میں بھی نہیں آسکتیں۔

گناہوں کی اقسام

پھر گناہوں کی دو قسمیں ہیں حق اللہ اور حق العبد۔ حق اللہ توبہ سے معاف ہوسکتا ہے مگر حق العبد بعد توبہ کے بھی بغیر ادا کئے یا بندہ سے معاف

---

(۱) بے کار (۲) بُرائیوں کی ملاوٹ (۳) ان کی حدود متعین کردینے سے (۴) فرشتوں والی قوت وصفات اُجاگر ہوتی ہیں۔

کرائے معاف نہ ہوگا، پھر سب کی دو دو قسمیں ہیں، کبیرہ کہ جس پر سزا وارد ہے اور صغیرہ جس پر سزا صاف نہیں آئی ہے گناہ صغیرہ عبادتوں سے بھی معاف ہو جاتے ہیں، یہاں کبیرہ میں سے اہم بیان ہیں۔

۱۔ **شرک کا معنیٰ:** سورۃ بقرۃ: آیت ۲۲ " فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰہِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ " (اور تم اب تو مت ٹھہراؤ اللہ تعالیٰ کا مقابل حالانکہ تم جانتے بوجھتے ہو) کوئی مثل (۱) و مخالف نہ بناؤ (بیضاوی) شریک عبادت نہ بناؤ (جلالین) مشابہ و مثل نہ بناؤ (الاتقان) جانتے ہو کہ جو پیدا کرتا ہے وہی معبود ہوتا ہے دوسرا نہیں ہو سکتا۔

سورۃ نساء آیت: ۲۰" واعبدوا اللہ ولا تشرکوا بہ شیئاً"
(اور تم اللہ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت کرو) نہ عبادت میں نہ خاص صفتوں میں جیسے تمام چیزوں کا علم، تمام چیزوں پر قدرت (بیان القرآن) اللہ تعالیٰ کی صفتیں بعض تو ایسی خاص ہیں کہ جن کا کچھ حصہ بھی دوسروں کو عطا نہیں ہوا مثلاً معبود (۲) ہونا اور بعض ایسی صفتیں ہیں جن کا کچھ حصہ دوسروں کو بھی عطا ہوا ہے مثلاً علم، قدرت، سننا، دیکھنا، مالک ہونا، رحم، کرم، مہربانی، بردباری، دانائی، وغیرہ تو ان کے دو درجے حق تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں ان کو دوسروں میں ماننا شرک ہوگا۔ ایک بالذات ہونا کہ بغیر

(۱) اس جیسا اور اس کا مدمقابل نہ بناؤ (۲) عبادت کے لائق ہونا۔

کسی کے دیئے خود بخود ہونا، اگر کسی صفت کو بھی خدا تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے میں کوئی اس طرح قرار دیگا وہ مشرک ہے۔ دوسرے اول سے آخر تک ہر ہر چیز سے اس کا تعلق، ہر ہر چیز کا علم قدرت سننا دیکھنا مالک ہونا رحم وکرم وغیرہ کرنا " بکل شیئی علیم " اور " علی کل شیئی قدیر "(۱) جیسی آیتوں سے یہ درجہ بھی خاص ہے۔ غیر اللہ میں بلا کسی قوی غلط فہمی کے یہ قرار دینا بھی شرک ہے، ورنہ گناہ عظیم۔

شرک سب سے بڑا گناہ ہے

سورۃ نساء: آیت ۴۷ " ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلك لمن یشآء ومن یشرك باللہ فقد افتری اثماً عظیماً " (بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو نہ بخشیں گے کہ ان کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے، اور اس سے کم کو بخش دیں گے جس کو چاہیں گے، اور جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے وہ بڑے گناہ کا بہتان باندھتا ہے) اور آگے سورۃ نساء کی ہی ایک آیت میں ان پہلے لفظوں کے بعد یہ لفظ ہیں " ومن یشرك باللہ فقد ضل ضلالا بعیداً " (اور جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے وہ بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑتا ہے) مشرک توحید کا منکر ہوا اور توحید نقل وعقل(۲) سے فرض تھی۔ عالم کو پیدا

(۱) ہر چیز کو جانتا ہے اور ہر چیز پر قادر ہے (۲) تمام آسمانی کتابوں میں عقیدہ توحید منقول ہے اور عقل بھی اس کی فرضیت کو تسلیم کرتی ہے۔

کرنے والے کا حق تھی، اس نے اس کے خلاف کر کے بغاوت اور اہانت کی ہے، اس لئے سب سے زیادہ گمراہ ہوا۔

کفر و شرک میں فرق

شرک یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو مان کر ان کی کسی صفت خاص میں دوسرے کو شریک کیا جاوے اور کفر اس سے عام ہے ذات کا انکار ہو یا کسی صفت یا صفت کی خصوصیت کا یا خدا تعالیٰ کے بواسطہ و بلا واسطہ آئے ہوئے پختہ حکم کو جو صفت صدق کا انکار ہے۔ بخشش مشیت الٰہی (۱) سے ہو گی وہ شرک سے کم کم گناہ ہیں، لیکن کفر اس سے بڑھ کر یا برابر ہے اور پھر بغاوت و اہانت بھی ہے۔ اس لئے شرک و کفر دونوں بخشش سے محروم ہوں گے مگر توبہ کر کے مسلمان ہو جانے والا نہ مشرک رہا نہ کافر، اس کی بخشش ہو جائیگی۔ ''جس کو چاہیں گے'' سے معلوم ہوا کہ یہ تو بلا سزا بخشش ہے ورنہ سزا کے بعد ہی ان سے چھوٹے گناہوں کی بخشش ہو گی۔

شرک سب افعال کو ضائع کر دیتا ہے

سورۃ انعام: آیت ۸۸ ''ولو اشرکوا لحبط عنهم ما کانوا یعملون'' (اور اگر یہ حضرات بھی شرک کرتے تو جو کچھ یہ اعمال

---

(۱) اللہ کی صفت سچائی کا انکار ہے۔

کرتے تھے سب اکارت ہو جاتے) معلوم ہوا کہ تمام عمر نیک عمل کرنے پر اگر شرک ایک بار بھی ہو گیا تو سب نیک عمل بیکار ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اور یہ اشارہ اٹھارہ نبیوں(۱) کا صاف اور باقی کا اولاد و ذریات سے ذکر کر کے فرمایا یہ فرمانا ثابت کرتا ہے کہ اگر بالفرض ان سے بھی شرک صادر ہوتا تو سب عمل بیکار ہو جاتے، اس لئے دوسرے کسی کا کیا مرتبہ ہو سکتا ہے؟۔

اور سورۃ زمر: آیت ۶۵ میں ہے کہ یہ حکم سب انبیاء کے دین میں آیا ہے "ولقد اوحی الیك والی الذین من قبلك لئن اشرکت لیحبطن عملك ولتکونن من الخاسرین" (اور آپ کی طرف بھی اور جو آپ سے پہلے ہو گذرے ہیں ان کی طرف بھی یہ وحی بھیجی جا چکی ہے کہ اے مخاطب! اگر تو شرک کریگا تو تیرا سب عمل اکارت ہو جائیگا اور تو خسارہ میں پڑیگا)۔

اور سورۃ اعراف: آیت ۳۳ میں ہے " قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ والبغی بغیر الحق وان تشرکوا باللہ ما لم ینزل به سلطانا وان تقولوا علی

(۱) اس آیت میں اٹھارہ نبیوں کا نام لے کر ذکر کیا جیسے حضرت اسحٰق یعقوب نوح داؤد، سلیمان، یوسف ایوب موسیٰ ھارون وغیرہ اور باقیوں کو ان کی اولاد کہہ کر ذکر کیا کہ اگر یہ بھی خدانخواستہ شرک کرتے تو ان کے عمل بھی ضائع ہو جاتے تو دوسروں کے تو بدرجہ اولیٰ ضائع ہوں گے۔

اللہ ما لا تعلمون" (آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب نے حرام کیا ہے صرف تمام فحش باتوں کو، ان میں سے جو علانیہ(۱) ہوں اور جو پوشیدہ(۲) ہوں اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو اور اس بات کو کہ تم ان کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کی اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس بات کو کہ تم اللہ تعالیٰ کے ذمہ ایسی بات لگاؤ جس کی تم سند نہ رکھو)۔

ممنوع کام

اور سورۃ انعام: آیت ۱۵۱ میں ہے " قل تعالوا اتل ما حرم علیکم الا تشرکوا به شیئا وبالوالدَیْنِ اِحْسَانًا ولا تقتلوا اولادکم من املاق ط نحن نرزقکم وایا هم ولا تقربوا الفواحش ما ظهر منها وما بطن ولا تقتلوا النفس التی حرم الله الا بالحق ذالکم وصکم به لعلکم تعقلون ☆ ولا تقربوا مال الیتیم الا بالتی هی احسن حتی یبلغ اشده واوفوا الکیل والمیزان بالقسط ج لا تکلف نفسا الا وسعها واذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذا قربیٰ وبعهد الله اوفوا ذلکم وصکم به لعلکم تذکرون ☆ وان هذا صراطی مستقیما فاتبعوه ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیله

(۱) ظاہرا کی جائیں (۲) چھپ کر کی جائیں۔

ذلکم وصّٰکم بہ لعلکم تتقون ☆ (آپ کہہ دیجئے آؤ میں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن کو تمہارے رب نے تم پر حرام فرمایا ہے، وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کیا کرو اور اپنی اولاد کو افلاس کے سبب قتل مت کیا کرو ہم ہی تم کو اور ان کو رزق دیں گے۔ اور بے حیائی کے جتنے طریقے ہیں ان کے پاس بھی مت جاؤ خواہ وہ علانیہ ہوں خواہ پوشیدہ ہوں۔ اور جس کا خون کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس کو قتل مت کرو، ہاں مگر حق پر، اس کا تم کو تاکیدی حکم دیا جاتا ہے تاکہ تم سمجھو۔ اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو مستحسن ہو یہاں تک کہ وہ سنِ بلوغ کو پہنچ جائے۔ اور ناپ اور تول پوری کیا کرو انصاف کے ساتھ۔ ہم کسی شخص کو اس کے امکان سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔ اور جب تم بات کیا کرو تو انصاف رکھا کرو، گو وہ شخص قرابت دار ہی ہو، اور اللہ تعالیٰ سے (قسم یا منت کا) جو عہد کیا کرو اس کو پورا کیا کرو۔ ان کا اللہ تعالیٰ نے تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔ اور یہ کہ دین میرا راستہ ہے تو اس پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو، وہ راہیں تم کو اللہ تعالیٰ کے راستہ سے جدا کر دیں گی تم کو اس کا اللہ تعالیٰ نے تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم احتیاط رکھو)۔

سورۃ لم یکن: آیت ٦ میں ہے "ان الذین کفروا من اھل الکتاب والمشرکین فی نار جھنم خالدین فیھا ابداً۔ اولئك ھم شرا لبریة " (بیشک جن لوگوں نے کفر کیا ہے اہل کتاب ہوں یا مشرکین دوزخ کی آگ میں ہوں گے، ہمیشہ اس میں رہیں گے اور یہی لوگ ساری مخلوق سے بدتر ہیں)

شرک کے نقصانات

آیات بالا سے معلوم ہوا (الف) شرک انتہائی گمراہی ہے (ب) بہت بڑا گناہ ہے (ج) خدا تعالیٰ پر سخت ترین تہمت ہے (د) شرک سے تمام نیک عمل برباد ہو جاتے ہیں (ہ) تمام انبیاءؑ کے دین کا جز ہے کہ شرک سے سب عمل برباد ہو جاتے اور انتہائی خسارہ لاحق ہوتا ہے (و) شرک ہرگز معاف نہ کیا جائیگا، بخشا نہیں جائیگا اور اس سے کم کم کے گناہ جس کو چاہیں گے بخش دیں گے، تو جو شرک پر ہی مر جائیگا اس کی بخشش نہ ہوگی (ز) ہر کافر ومشرک ہمیشہ کے لئے دوزخ کی آگ میں جلتے رہیں گے (ح) کفر وشرک والے ساری مخلوق سے بدتر ہیں۔ کم سے کم درجہ کی، ذلیل سے ذلیل چیز، گندی سے گندی بھی ان سے اچھی ہے، یہ اس سے بھی بدتر ہیں۔ لہٰذا ان سے دلی تعلق حرام ہے۔ جس معاملہ کا اثر دل تک نہ پہنچے جائز، جس کا دل پر

اثر ہو حرام ہے (۱)۔ ان کا میل جول، ان کی سی باتیں، حالات، وضع قطع (۲) طور طریق، گناہ اور خود کو بدترین مخلوق بنانے کے مرادف ہے، سب کو آنکھیں کھول کر دیکھنے کی ضرورت ہے۔

حرام کام

اللہ تعالیٰ نے جیسے شرک کو حرام کیا ہے (۱) ہر فحش یعنی بے حیائی کے کام بدکاری وغیرہ کو حرام کیا ہے کھلم کھلا ہو یا چھپ کر (۲) ہر گناہ کی بات کو حرام کیا ہے (۳) ناحق ظلم کرنے والے کو (۴) اللہ پر بے سند بات لگا دینے کو بھی حرام کیا ہے غیر دین کو دین خداوندی غیر ضروری کو اس میں ضروری قرار دینا بھی بے سند بات لگانا ہے (۵) ماں باپ پر احسان فرض اور ان کو تکلیف دینے والی ہر بات حرام قرار دی ہے (۶) جب کہ وہی رزق دیتے ہیں تو اولاد کو افلاس کی وجہ سے قتل کرنا حرام ہے افلاس کے ڈر سے روک کی تدبیر بھی درست نہیں (۷) بیحیائی کے ہر طریقے کے پاس بھی جانا حرام ہے نامحرم کو دیکھنا ہاتھ لگانا تنہائی میں اس کے پاس بیٹھنا سفر میں ساتھ لینا اس سے بے ضرورت بات کرنا وغیرہ وغیرہ خواہ ظاہر میں ہوں یا چھپ کر ہوں (۸) مسلمان یا رعیت کا کافر جس کا خون کرنا حرام کیا گیا ہے اس کو سوائے حق صورت قصاص بغاوت ارتداد حد زنا رجم کے اس کو قتل کرنا حرام ہے

(۹) یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ سوائے اس طریقہ کے اس کے لئے بہتر ہو کہ اسی کے کام میں لگایا جائے صرف قاضی یا باپ دادا یا ان کا مقرر کیا ہوا جو ہو اس کو اجازت ہے کہ تجارت کر کے بڑھایا جائے مگر ایمانداری سے یا اس کی حفاظت کی جائے یا خود بہت غریب ہو تو بقدر عرف کام کی تنخواہ لیلے۔ کسی کو مفت دینا صدقہ و خیرات کرنا یا نقصان کی صورت اختیار کرنا ولی کو بھی حرام ہوگا (۱۰) ناپ تول انصاف کے ساتھ پوری کیا کرو کہ دوسرے کا حق ذرہ برابر بھی اپنی طرف نہ آئے اس میں دغا کرنا حرام ہے دوکانداروں کو خصوصیت سے یہ خیال رکھنا ضروری ہے (۱۱) جب کوئی بات کرو کسی جھگڑے کا فیصلہ کرو یا کسی کی گواہی دو یا کوئی اور بات کرو تو انصاف کا خیال رکھو چاہے مقابلہ میں قرابت دار ہی کیوں نہ ہو بے انصافی کرنا حرام ہوگا (۱۲) اللہ تعالیٰ سے جو عہد کرو کہ کسی بات پر قسم کھالی یا کسی کام کے ہو جانے کی منت مان لی کہ یہ ہو گیا تو خدا کے لئے یہ کام کروں گا یا یہ خیرات کروں گا اگر دونوں باتیں جائز کاموں میں ہوں تو ان کو پورا کرنا ضروری ہے اور خلاف کرنا حرام ہے (۱۳) اسلام کے تمام احکام الٰہی ہیں ان کے خلاف کرنا گناہ ہے (۱۴) اسلام کے سوا دوسری راہیں خدا سے جدا کرنے والی ہیں وہ سب حرام ہیں جتنا جتنا کوئی دوسری راہ کی طرف جھکے گا اتنا ہی گناہ ہوگا۔

نظریات میں جھکے یا افعال وعادات ومعاشرت میں کہ سب غیر اسلامی طریقے حرام ہیں۔ ہر ایک درجہ بدرجہ گناہ ہے۔

۲۔ کفر: خدا تعالیٰ کی ذات کا انکار یا کسی ایک بھی صفت کا انکار یا اس کے کسی حکم یا بیان کا انکار جو صدق کا انکار ہوتا ہے مثلاً تعلیمات کا انبیاء میں سے کسی ایک نازل کردہ کتابوں میں ہے کسی کا دوبارہ زندہ ہونے کا جنت دوزخ فرشتوں تقدیر کا ان کے نبی کے یقینی فرمان کا کسی ایک کا انکار یا شک وشبہ یا مذاق اُڑانا یہ سب کفر ہے اور آیات سے ان کا کفر ہونا ثابت ہے خواہ زبان سے بھی انکار ہو یا نہ ہو اسی طرح کہ خود کو مسلمان ظاہر کیا جائے اور دل میں ان میں سے کوئی بات ہو۔

سورۃ ق آیت ۲۴ میں ہے " القیا فی جهنم کل کفار عنید " (ہر ایسے شخص کو جہنم میں ڈال دو جو کفر کرنے والا ہو اور ضد رکھتا ہو)

سورۃ بقرۃ آیت ۱۶۱ میں ہے " ان الذین کفروا وماتوا وهم کفار اولئک علیهم لعنة الله والملائكة والناس اجمعین ☆ خالدین فیها ج لا یخفف عنهم العذاب ولا هم ینظرون ☆ "

(ضرور ہے کہ جن لوگوں نے کفر کیا اور کفر کی حالت پر مر گئے ایسے لوگوں پر لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی اور آدمیوں کی بھی سب کی۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ کو اسی لعنت وجہنم میں رہیں گے ان سے عذاب ہلکا نہ کیا جائے گا اور نہ ان کو مہلت دی جائے گی)۔

سورۃ آل عمران آیت ۹۱ میں ہے " ان الذین کفروا وماتوا وھم کفار فلن یقبل من احدھم ملء الارض ذھبا ولو افتدی بہ اولئک لھم عذاب الیم وما لھم من ناصرین " (بیشک جو لوگ کافر ہوئے اور حالت کفر ہی میں مر گئے تو ان میں سے کسی سے زمین بھر سونا بھی قبول نہ کیا جائے گا اگر وہ فدیہ میں یہ دینا چاہئے ان لوگوں کو درد ناک عذاب ہوگا اور ان کا کوئی حامی نہ ہوگا)

سورۃ کھف آیت ۱۰۵ میں ہے " اولئک الذین کفروا بآیات ربھم ولقائہ فحبطت اعمالھم فلا نقیم لھم یوم القیامۃ وزنا ☆ ذلک جزاءھم جھنم بما کفروا واتخذوا آیاتی ورسلی ھزوا☆ "

(یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے رب کی آیتوں کا اور اس سے ملنے کا کفر یعنی انکار

کرر ہے ہیں تو ان کے سارے کام غارت ہو گئے تو قیامت کے دن ہم ان کا ذرا بھی وزن قائم نہ کریں گے۔ان کی سزا وہی ہوگی دوزخ اس سبب سے کہ انہوں نے کفر کیا تھا اور میری آیتوں اور پیغمبروں کا مذاق بنایا تھا)۔

آیات بالا سے ثابت ہوا کہ (الف) ہر کافر کو جو کفر پر مرتا ہے جہنم میں ڈالا جائے گا (ب) ہر کافر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہے گا (ج) ان کے عذاب میں کوئی ہلکا پن نہ کیا جائے گا بلکہ جیسے سورۃ اعلیٰ میں ہے " لا یموت فیھا ولا یحییٰ " (نہ اس میں مرے گا نہ زندہ رہے گا) (د) ذرا بھی عذاب سے مہلت نہ دی جائے گی (ہ) اگر ساری زمین کا سونا بھی فدیہ میں دے کر چھوٹنا چاہیں گے نہ چھُٹ سکیں سے (و) سخت دردناک عذاب میں مبتلا رہیں گے (ز) ان کے سب نیک کام غارت ہو جائیں گے ذرہ برابر ان کی نیکی کا وزن نہ ہوگا (ح) اوپر سورۃ لم یکن کی آیت میں آچکا کہ یہ ساری مخلوقات سے بدترین ہیں (ط) ان پر اللہ تعالیٰ کی فرشتوں کی اور سب کے سب انسانوں کی لعنت ہوگی اور لعنت کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کرنا (ی) قیامت میں ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا کہ عذاب مُعاف کرا سکے یا اس میں کمی کرا سکے۔دوسری آیتوں میں مسلمان سے نکاح نہ ہونا استغفار کی ممانعت، جہاد ان سے کرنا ہے۔

اب یہ اور دیکھ لیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات وصفات کے انکار کے سوا اور کس کس چیز کو کفر قرار دیا ہے اور یہ کہ جو خود کو مسلمان کہتا رہے وہ بھی کافر ہو سکتا ہے یا نہیں اور کن کن باتوں سے کافر بن کر کفر کی سزاؤں کا حقدار بن جاتا ہے۔ اور یہ کہ پھر مسلمانوں سے اس کا کیا رشتہ رہ جاتا ہے؟

۱، ۲ :۔ اوپر سورۃ کھف والی آیت میں ہے "کفروا بآیات ربھم ولقائہ" (اپنے رب کی آیتوں کا اور اس سے ملنے کا انکار کر رہے ہیں) ہر ہر آیت کا انکار کفر ہے اور قیامت میں زندہ ہو کر بارگاہ الٰہی میں پیش ہونے کا انکار کفر ہے۔

۳ :۔ آیتوں کا مذاق اُڑانا کفر ہے "اتخذوا بآیاتی ورسلی ھزوا" (میری آیتوں اور میرے پیغمبروں کا مذاق بنایا تھا) آیت بالا میں۔

۴ :۔ تمام انبیاء ورسل میں سے کسی ایک کا بھی مذاق اُڑانا کفر ہے (ایضاً) بہت لوگ اس میں مبتلاء ہو جاتے ہیں تو ان کو تجدید اسلام ونکاح ضروری ہے۔

۵ :۔ غیر اللہ کو خدا قرار دینا کفر ہے: سورۃ المائدہ آیت ۱۷ میں ہے "لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح

ابن مریم" (بیشک کافر ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ اللہ مسیح ابن مریم ہیں) یہ بھی یادرکھا جائے کہ خدا تعالیٰ کی خاص صفتوں کو کسی میں مان لینا اس کو خدا بنانا ہے۔

۶ :۔ دو تین خدا قرار دینا کفر ہے: سورۃ المائدہ آیت ۷۱ میں ہے "لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ثالث ثلاثۃ وما من الہ الا الہ واحد" (بیشک کافر ہیں وہ لوگ کہ کہتے ہیں کہ اللہ تین میں کا ایک ہے حالانکہ کوئی معبود نہیں سوائے ایک معبود ہے)

۷ :۔ اللہ تعالیٰ تمام فرشتوں تمام کتابوں تمام پیغمبروں اور قیامت کے دن کا ایک کا بھی انکار کفر ہے سورۃ نساء آیت ۱۳۷ میں ہے "ومن یکفر باللہ وملا ئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الآخر فقد ضل ضلالا بعیدا" (اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا انکار کرے اور ان کے فرشتوں کا اور ان کی کتابوں کا اور ان کے پیغمبروں کا اور قیامت کے دن کا وہ شخص گمراہی میں بہت دور جا پڑا) یعنی کافر اور نجات سے دور ہو گیا۔

۸ :۔ اللہ اور رسولوں میں بعض پر ایمان لانا بعض پر نہ لانا کفر ہے سورۃ نساء آیت ۱۵۱ میں ہے " ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ

ورسلہ ویقولون نؤمن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلا اولئک ھم الکافرون حقاً واعتدنا للکافرین عذابا مھینا"۔(یقیناً جولوگ اللہ تعالیٰ اوران کے پیغمبروں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ میں اور اس کے پیغمبروں میں فرق ڈالدیں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان لائیں گے بعض سے کفر کریں گے اور چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان راستہ بنالیں ۔یہی لوگ ہیں جو حقیقت میں کافر ہیں اور ہم نے کافروں کے لئے اہانت والا عذاب تیار کر رکھا ہے)

بعض لوگ اسلام و کفر کے درمیان راستہ کو صلح کل قرار دیتے ہیں سن لیں کہ اسلام سے برطرفی کفر ہے۔

۹:۔قرآن مجید وحدیث متواتر کے کسی حکم میں شک کرنا کفر ہے

سورۃ حج آیت ۵۵ میں ہے "وان اللہ لھادی الذین امنوا الیٰ صراط مستقیم ولا یزال الذین کفروا فی مریۃ منہ حتی تاتیھم الساعۃ بغتۃ او یاتیھم عذاب یوم عقیم"(اور اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو ایمان لے آئے ہیں صراط مستقیم کی ہدایت دیتے ہیں اور جن

لوگوں سے کفر کیا وہ ہمیشہ اس کے بارہ میں شک میں رہیں گے یہاں تک کہ اچانک ان پر قیامت آجائے یا ایسے دن کا عذاب آجائے گا جس میں ان کو کچھ حاصل نہ ہو تو خدا اور رسول کی پختہ تعلیمات میں شک ہونا کفر ہے۔)

۱۰:۔ مسلمان ہونے کے بعد دین سے پھر جانا سورۃ بقرہ آیت ۲۱۷ میں ہے" ومن یرتد منکم عن دینه فیمت و هو کافر فاولئک حبطت اعمالهم فی الدنیا والآخرة ☆ واولئک اصحاب النار هم فیها خالدون " (جو شخص تم مسلمانوں میں سے اپنے اسلام سے پھر جائے گا پھر کافر ہونے کی حالت میں مر جائے گا۔ تو یہی لوگ ہیں کہ ان کے سب عمل غارت جائیں گے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور یہی دوزخ والے ہیں یہی اس میں ہمیشہ رہیں گے) اور حدیث "من بدل دینه فاقتلوه " (جس مسلمان نے دین بدل دیا اس کو قتل کر دو) سے معلوم ہوا کہ دنیاوی امن بھی غارت ہو گیا)

۱۱:۔ زبان سے خود کو مسلمان کہنے والے جب کہ دل میں ایمان نہ ہو خواہ پہلے سے ہی نہ ہو یا خدا تعالیٰ کے ذات یا صفت یا کسی حکم یا کسی فرشتہ یا نبی یا کتاب وغیرہ کے انکار سے نہ رہا ہو تو وہ کافر ہے سورۃ المائدہ آیت ۴۱

میں ہے "یا یھا الرسول لا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر من الذین قالوا اٰمنا بافواھھم ولم تؤمن قلوبھم" (اے نبی آپ کو غمگین نہ کردیں وہ لوگ جو جلدی سے کفر میں داخل ہوتے ہیں وہ لوگ زبان سے تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے مگر ان کے دل ایمان نہیں لائے) اور سورۃ توبہ آیت ۷۳،۷۴ میں ہے "یا یھا النبی جاھد الکفار والمنافقین واغلظ علیھم وماٰ ویھم جھنم وبئس المصیر ☆ یحلفون باللہ ما قالوا ولقد قالوا کلمۃ الکفر وکفروا بعد اسلامھم وھموا بما لم ینالوا" (اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے اور ان سب کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے۔ اللہ کی قسم کھالیں گے کہ ہم نے نہیں کہا اور ضرور ہے کہ انہوں نے کفر کا کلمہ کہا ہے اور اپنے اسلام کے بعد کافر ہوگئے ہیں اور انہوں نے وہ ارادہ کیا تھا جو پا نہیں سکے) دل میں کفر زبان پر ایمان کو پہلے زمانہ میں منافق کہتے تھے اب بھی منافق ہے مگر حضورؐ کے بعد سے فرق کے لئے ان کو زندیق کہا جاتا ہے ان سے جہاد کرنا فرض ہے یہ کافر ہیں کلمہ کفر کہنے سے کافر ہوگئے ہیں گو خود

مسلمان ظاہر کرتے ہیں۔

اور سورۃ بقرۃ آیت ۱۰۸ میں ہے "ومن یتبدل الکفر بالایمان فقد ضل سواء السبیل" (اور جس نے ایمان کو کفر سے بدل دیا وہ سیدھا راہ سے بالکل گم ہوگیا)

سورۃ توبہ آیت ۶۸ میں ہے " وعد اللہ المنافقین والمنافقات والکفار نار جهنم خالدین فیها هی حسبهم ولعنهم اللہ ولهم عذاب مقیم ☆ اولئک حبطت اعمالهم فی الدینا والآخرة واولئک هم الخسرون " (اللہ تعالیٰ نے منافق مردوں عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کر دیا ہے جس میں یہ لوگ ہمیشہ رہیں گے وہ ان کو کافی ہے اور ان پر اللہ تعالیٰ لعنت بھیجتے ہیں اور ان کے لئے نہ ٹلنے والا عذاب ہے یہی لوگ ہیں جن کے عمل دنیا و آخرت میں غارت ہوگئے اور یہی لوگ ہیں جو خسارہ میں ہیں)

۱۲:۔ مسلمانوں سے ان تمام کافروں منافقوں زندیقوں کا تعلق یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے دشمن ہیں سورۃ نساء آیت ۱۰۱ میں ہے " ان الکافرین کانوا لکم عدواً مبیناً ☆" (بیشک یہ سب کافر تم مسلمان کے کھلے دشمن ہیں) اس لئے ہر مسلمان کو ان کی دشمنی سے ہوشیار

رہنا ضروری ہے اور ان کے ساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ درست نہیں نہ نکاح نہ میراث نہ مسلم قبرستان میں دفن وغیرہ۔

۱۳:۔کافروں کو ہدایت میں مسلمانوں سے اچھا قرار دینا جوان کے مذہب کو اسلام سے بہتر قرار دیتا ہے یہ بھی کفر ہے سورۃ نساء آیت ۵۱ میں ہے " ویقولون للذین کفروا هؤلاء اهدی من الذین اٰمنوا سبیلاً ☆ اولئك الذین لعنهم اللّٰه☆ ومن یلعن اللّٰه فلن تجد له نصیراً ☆" (اور اہل کتاب لوگ مشرک کافروں کے لئے کہتے ہیں کہ یہ لوگ بہ نسبت مسلمانوں کے زیادہ راہ راست پر ہیں تو یہ لوگ وہ ہیں جن کو خدا تعالیٰ نے ملعون بنا دیا ہے اور خدا تعالیٰ جس کو ملعون بنا دے اس کا کوئی حامی نہ پاؤ گے) اللہ تعالیٰ کا ان کو ملعون قرار دینا ہمیشہ کے عذاب اور ان کے کفر کا بیان ہے ہم لوگ جو طور طریق وضع قطع میں ان کی باتیں اختیار کرتے ہیں اور قاعدہ یہ ہے کہ آدمی جس کو اچھا سمجھتا ہے اس کی باتیں اختیار کرتا ہے تو یہ خطرہ کی بات ہو رہی ہے اس سے بچنا لازم ہے۔

۱۴:۔اللہ تعالیٰ پر تہمت لگانا جو انہوں نے نہیں فرمایا اس کو خدا کا حکم بتانا آج جو تفسیر نام سے تحریف معنوی کا کام ہو رہا ہے کہ خود ساختہ باتوں کو خدا کا حکم بنا کر پیش کیا جا رہا ہے کہ نہ وہ مفہوم زبان کے قاعدوں پر لفظوں

سے نکلتا ہے نہ کسی آیت وحدیث سے تائید ملتی ہے مگر اس کو خدائی حکم بنا دیا جاتا ہے اس میں یہی بات ہے سورۃ عنکبوت آیت ۶۸ میں ہے ''ومن اظلم ممن افتریٰ علی اللہ کذبا او کذب بالحق لما جاءہ الیس فی جھنم مثویٰ للکافرین'' (اور کون زیادہ ظالم ہے اس شخص سے جو اللہ پر جھوٹی تہمت لگاتا ہے یا جب حق اس کے پاس آتا ہے تو اس جھٹلا تا دیتا ہے کیا جہنم میں ان کافروں کا ٹھکانا نہیں؟) کافروں کے لفظ سے فرما دیا ہے کہ یہ ایسا کرنے والے کافر ہیں جھوٹ بات اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنے والے بھی اور حق کو جھٹلانے والے بھی۔

اور سورۃ یونس آیت ۶۹ میں ہے ''قل ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یُفلحون ☆ متاع فی الدنیا ثم الینا مرجعھم ثم نذیقھم العذاب الشدید بما کانوا یکفرون ☆'' (آپ کہہ دیجئے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹی تہمت لگاتے ہیں وہ کامیابی کو نہ پہنچے گے دنیا کا ذرا سا سامان ہے پھر ہماری ہی طرف لوٹنا ہے پھر ہم ان کو سخت عذاب چکھائیں گے اس وجہ سے کہ وہ یہ کفر کیا کرتے تھے) اور سورۃ بقرۃ آیت ۷۹ میں ہے ''فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثم

یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروا بہ ثمنا قلیلا فویل لھم مما کتبت ایدیھم وویل لھم مما یکسبون ☆" (اور دوزخ کی وادی ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تا کہ اس کے ذریعے کچھ قیمت کمالیں تو جہنم ہے ان کے لئے اس کی وجہ سے بھی جو انہوں نے کمایا) اور سورۃ آل عمران آیت ۷۸ میں ہے " وان منھم لفریقا یلون السنتھم بالکتاب لتحسبوا من الکتاب وما ھو من الکتاب ویقولون ھو من عند اللہ وما ھو من عند اللہ ویقولون علی اللہ الکذب وھم یعلمون ☆" (اور بیشک ان کافروں میں ایک فریق وہ لوگ ہیں جو زبانوں کو اللہ تعالیٰ کی کتاب کے ساتھ لپیٹتے ہیں تا کہ تم اس کو کتاب میں سے سمجھو حالانکہ وہ اللہ کی کتاب میں سے نہیں ہے اور کہہ دیتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہے اور یہ لوگ خدا تعالیٰ پر جھوٹ لگاتے ہیں حالانکہ خود جانتے بھی ہیں)۔

۱۵:۔ اللہ تعالیٰ کی کسی صفت میں کسی کو برابر قرار دینا سورۃ انعام

آیت ۱میں ہے " ثم الذین کفروا بربھم یعدلون " پھر جن لوگوں نے کفر کیا ہے وہ اپنے رب کے برابر کسی کسی کو بناتے ہیں) یہ سب باتیں ان میں سے ہیں جن سے انسان کافر بن جاتا ہے۔

۴۔ **ناحق قتل کرنا:** ناحق قتل کرنا کسی مسلمان کو یا رعیت کے کافر کو مگر قصاص میں زنا کی حد میں مرتد ہونے میں یا بغاوت میں راہزنی مین کافر رعایا کا حضورؐ کی شان میں گستاخی کرنے قتل کرنا ناحق نہیں یا آیات واحادیث میں صاف آرہا ہے۔

سورۃ نساء آیت ۱۲میں ہے " ومن یقتل مؤمنا متعمدا فجزاءہ جھنم خالد فیھا وغضب اللہ علیہ ولعنہ واعد لہ عذابا عظیما ☆" (اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کر ڈالے تو اس کی اصل سزا جہنم ہے کہ ہمیشہ کو اس میں رہتا اور اللہ تعالیٰ اس پر غضبناک ہوں گے اور اس کو اپنی خاص رحمت سے دور کر دیں گے اور اس کے لئے بڑے عذاب کو تیار کریں گے)

شرک کے بیان میں سورۃ نساء کی آیت گذر چکی ہے کہ شرک سے کم کم گناہ جس کو چاہیں گے بخش دیں گے اس لئے یہاں یہ ارشاد ہے کہ اصل سزا تو یہی ہے کہ دوزخ میں ہمیشہ رہے غضب، ولعنت عذاب عظیم ہوگا۔

فضل ہوگا تو بخش بھی دیا جائے گا بلا سزا یا سزا کے بعد۔

سورۃ انعام آیت ۱۵۱ میں ہے " ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق " (اور جس کا خون اللہ تعالیٰ نے حرام کردیا ہے اس کو قتل مت کرو مگر حق پر) اور سورۃ مائدہ آیت ۳۵ میں ہے "من اجل ذلك كتبنا على بنی اسرائیل انه من قتل نفسا بغیر نفس اور فساد فی الارض فكانما قتل الناس جمیعا ومن احیاها فكانما احی الناس جمیعا " (اور اسی قتل ناحق کو خرابی کی وجہ سے ہم نے خصوصیت سے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جو شخص کسی شخص کو بلا معاوضہ دوسرے شخص کے یا بلا کسی فساد کے جو ملک میں اس سے پھیلا ہو قتل کرڈالے تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو بچا لیا) جو حکم بلا انکار نقل ہو وہ اس امت کے لئے ہوتا ہے۔

بخاری و مسلم ترمذی نسائی ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے حضور ﷺ کا ارشاد روایت ہے فرمایا " اول ما یُقضی بین الناس یوم القیامة فی الدماء " (سب سے پہلے قیامت کے دن لوگوں میں جس چیز کا فیصلہ کیا جائے گا وہ خونوں میں فیصلہ ہوگا) عینی شرح بخاری میں ہے کہ حقوق العباد میں سب سے بڑا ظلم ہے (ج ۳ ص ۲۴) ابن حجر فتح

الباری میں لکھتے ہیں کہ یہ قتل کے بہت بڑے جرم ہونے کی دلیل ہے کیونکہ سب سے پہلے اسی کو لیا جاتا ہے جو سب سے اہم ہو (ج ۱۲ ص ۱۵۴)

مسلم، نسائی ترمذی میں حضرت عبداللہ بن عمرو سے اور بیہقی ابن ماجہ اصبہانی نے حضرت براء بن عازب سے حضور ﷺ کا ارشاد روایت کیا ہے "لزوال الدنیا اھون عند اللہ من قتل رجل مسلم" (ساری دنیا کا فنا ہو جانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمان شخص کے قتل سے ہلکا ہے) بات بات پر مسلمان کو قتل کرنے والے آنکھیں کھولیں کہ کتنا سخت جرم ہے۔

بخاری و مسلم ابوداؤد و نسائی میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہلاک کرنے والی سات باتوں سے بچو۔ عرض کیا گیا وہ کیا ہیں فرمایا شرک، ناحق قتل کرنا۔ اس کو جس کو اللہ نے محفوظ کیا ہے۔ یتیم کا مال کھانا سود۔ جہاد سے بھاگنا اور عفیفہ کو تہمت لگانا۔

اور بخاری و نسائی بن عبداللہ بن عمرو سے حضورؐ کا ارشاد روایت ہے کہ جو رعایا کے کافر کو قتل کرے وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھ پائے گا اور جنت کی خوشبو ایک سال کی مسافت سے محسوس کی جاتی ہے۔

(۴): خودکشی بھی چونکہ ایک مسلمان کا خون کرنا ہے وہ بھی اسی مسلمان کے قتل کے اندر داخل اور ان سزاؤں کی مستحق ہے۔ انسان اپنی جان

کا مالک نہیں ہے نہ اپنی اولاد یا کسی عضو کا مالک ہے یہ سب خدائی امانت کی خیانت ہے۔

سورۃ بقرہ آیت ۱۹۵ میں ہے " ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ " (اور تم اپنے کو ہلاکت میں مت ڈالو) لفظوں کے عام ہونے سے خودکشی کو بھی فرمایا گیا ہے۔ اور بخاری و مسلم اور ترمذی و نسائی کی حدیث ہے حضرت ابوہریرہؓ حضور ﷺ کا ارشاد بیان کرتے ہیں کہ جس نے پہاڑ پر گر کر خودکشی کی تو وہ جہنم کی آگ میں گرتا گرتا چلا جاتا رہے گا ہمیشہ ہمیشہ تک اور جس نے زہر پی کر خودکشی کی تو اس کا زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ تک اس کو پیا کریگا اور جس نے کسی لوہے کے آلہ سے خودکشی کی تو اس کے ہاتھ میں یہ آلہ ہوگا اپنے اندر مارتا رہے گا جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ تک ۔ فتح الباری میں ہے کہ اصل سزا اس کی یہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے کم کردیں گے کہ پھر جنت میں جاسکے گا یہ سورۃ زمر کی آیت " ان اللہ یغفر الذنوب جمیعاً " (بیشک اللہ تعالیٰ ہی گناہوں کو بخشتے ہیں) سے ثابت ہے۔

۵۔ زنا: سورۃ اسراء آیت ۳۲ میں ہے " ولا تقربوا الزنا انہ کان فاحشۃ وساء سبیلاً " (اور تم زنا کے قریب بھی نہ جاؤ یقیناً وہ بڑی بے حیائی ہے اور بُرا راستہ ہے) قریب جانا وہ باتیں کرنا جو اس کا ذریعہ

بن سکیں نامحرم کو دیکھنا چھونا تنہائی میں اس کے پاس بیٹھنا عورتوں کا بے پردہ ہونا کہ یہ بڑے فتنوں قتل وغارت کا سبب اور دنیا میں ایسا بڑا زبردست ڈاکہ ہے کہ کوئی ڈاکہ اس کے برابر نہیں ہوسکتا کہ عورت دوسرے بچے کو خاوند کا کل مال و دولت دلوادیتی ہے اور مرد اپنے نطفے کے بچہ کو دوسرے کا مال و جائداد دلوادیتا ہے جو ثبوت نہ ہوسکنے پر ہر قانون سے اس کو مل جاتا ہے۔ خاندان اور نسبوں کو برباد کردیتا ہے اور حمل نہ ہو تو جسم کے جوہر کو جو کل اعضاء سے بنتا ہے ضائع کرتا ہے اور تمام قوتوں میں خلل پیدا کرتا ہے جو چیز عالم کی بقا کا ذریعہ تھی اس کو ضائع کرتا ہے۔ شریعت میں اسی کی سزا سب سزاؤں سے بڑی ہے کہ شادی شدہ زانی کو پتھر مار مار کر ہلاک کیا جاوے اور غیر شادی شدہ کو سو کوڑے مارے جائیں۔ حضور ﷺ کے زمانہ میں یہ سزائیں نافذ ہوئیں اور اسلامی حکومت نے بھی نافذ کی ہیں سزا کا بڑا ہونا گناہ کے بہت بڑے ہونے کا بتاتا ہے۔ حدیثوں میں اس کا انجام یہ آیا ہے (الف) زنا کے وقت ایمان اس سے الگ ہوجاتا ہے۔ بخاری و مسلم ابوداؤد ترمذی کی روایت میں ہے اس سے الگ ہونے پر لوٹ آتا ہے اگر مرگیا تو سوچئے کیا ہوگا (ب) مسلمان کو مار ڈالنا تین سبب سے درست ہے شادی شدہ کا زنا، قصاص، مرتد ہونا۔ بخاری و مسلم (ج) آدھی رات بعد اللہ تعالیٰ کی طرف

سے فرشتہ ندا دیتا ہے کوئی دعاء کرنے والا ہے کہ قبول کی جاوے کوئی مانگنے والا ہے کہ دیا جاوے کوئی تنگ ہے کہ کشائش دی جائے پھر سوائے زنا والے کے سب کی دعا قبول ہوتی ہے (مسند احمد وطبرانی) (د) قیامت میں زنا کاروں کے چہروں سے دوزخ کے شعلے بھڑکیں گے (طبرانی) (ہ) زنا مفلسی وفقر پیدا کرتا ہے (بیہقی) (و) معراج میں حضور ﷺ نے تنور دوزخ میں ننگوں کو دیکھا اوپر اُٹھتے گرتے ہیں بتایا گیا یہ زنا کرنے والے والیاں ہیں (بخاری) (ز) معراج میں حضور ﷺ نے ایک جماعت کو دیکھا ورم سے پھولی ہوئی بے انتہاء بدبو والی شرمگاہوں سے بدبو پھیلتی تھی بتایا گیا یہ زنا کار ہیں (ابن خزیمہ وابن حبان) (ح) حضور ﷺ نے فرمایا بنی اسرائیل کا ایک راہب ساٹھ سال عبادت کرتا رہا بہار کے موسم میں پہاڑ سے نیچے گیا ایک عورت ملی اس سے مبتلاء ہوا جب مر گیا ساٹھ سال عبادت کرتا رہا زنا کے ساتھ تولی گئی تو زنا بڑھ گیا۔ اس نے ایک یا دو روٹی کبھی خیرات کی تھی وہ تولی گئی تو نیکیاں اس سے بڑھ گئیں اور بخش دیا گیا (ابن حبان) (ط) تین شخص ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان سے کلام کریں گے نہ پاک صاف بنائیں گے۔ نہ کرم کی نظر کریں گے اور ان کو سخت عذاب ہوگا۔ بوڑھا زنا کار۔ جھوٹا بادشاہ۔ فقیر متکبر (مسلم ونسائی) مگر عذاب کے

بعد مؤمن کی نجات ہوگی (ی) جنت کی خوشبو ایک ہزار سال کی مسافت سے محسوس ہوتی ہے مگر ماں باپ کا نافرماں حق قرابت کا قاطع بوڑھا زانی اس کو نہ پاسکیں گے (طبرانی) (یا) ساتوں آسمان ساتوں زمینیں بوڑھے زانی پر لعنت کرتی رہتی ہیں۔ زانیوں کی شرمگاہوں کی بدبو سے دوزخ والے بھی سخت تکلیف محسوس کریں گے (بزار) (یب) معراج میں حضور ﷺ کا گذر ایسوں پر ہوا جن کی کھالیں آگ کی قینچی سے کاٹی جارہی تھیں بتایا گیا یہ وہ ہیں جو زنا کے لئے زیب و زینت کرتے تھے پھر ایک غار پر گذر ہوا بہت بدبودار اس میں سخت آوازیں سُنیں بتایا گیا یہ وہ عورتیں ہیں جو زنا کے لئے زینت کرتی اور غیر حلال کام کرتی تھیں۔ (بیہقی) اس میں داڑھیاں منڈانا اور عورتوں کا بھڑکدار لباس پہن کر بے پردہ نکلنا بھی آسکتا ہے۔

(یج) میری امت میں بھلائی پر رہیں گے جب تک زنا نہ پھیلے گا جب زنا کی اولاد بہت ہوجائے گی اندیشہ ہے کہ عذاب عام آجائے (مسند احمد) اور ایک روایت میں ہے جب زنا کھلم کھلا ہوگا تنگی و عاجز ہونا پھیل جائیگا (بزار)

(ید) دوسری دس سے زنا کرنا پڑوسن کے زنا سے ہلکا ہے (مسند احمد)

(یہ) پڑوسی کی بیوی کے بستر پر بیٹھنے سے قیامت میں کالا سیاہ سانپ ڈستا رہے گا (طبرانی)۔

۶۔ **زنا کی تہمت:** سورۃ النور آیت ۴ میں ہے " والــــذیـــن یرمــون المحصنٰت ثم لم یأتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمانين جلدةً" (اور جولوگ عفیف عورتوں کو زنا کی تہمت لگاتے ہیں پھر وہ چار عینی گواہ نہ لاسکیں تو ان کو اسّی کوڑے لگاؤ) اور آیت ۱۳ میں ہے "فاذ لم یأتوا بالشهداء فاولئك عند الله هم الكاذبون " (تو جب دو گواہ نہ لاسکیں تو یہی لوگ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جھوٹے ہیں) اور آیت ۲۳ میں ہے " الـذیـن یـرمـون المحصنٰت الغافلات المؤمنات لعنوا فى الدنيا ولآخرة ولهم عذاب عظيم " (جولوگ عفیف غافل مؤمن عورتوں کو زنا کی تہمت لگاتے ہیں وہ دنیا اور آخرت میں خداتعالیٰ کی رحمت سے دور کیے جائیں گے اور ان کو دردناک عذاب ہوگا)

ہم لوگوں نے تہمت لگانے کی عام عادت بنالی ہے ذرا شبہ ہوا اور زبان سے نکال دیا یہ لعنت اور عذاب کا سبب ہے جب تک چار چشم دید گواہوں سے زنا ثابت نہ ہو اس کو نکالنے والا جھوٹا قرار دیا جائے گا اور اسی کوڑے سزا کا حقدار۔

۷۔ **حرام حیوانات:** سورۃ مائدہ آیت ۳ میں ہے "حــرمــت علیكـم الـميتة والـدم ولحم الخنزير وما اهل لغير الله به

والمنخنقة والموقوذة والمتردية والنطيحة وما اكل السبع الا ما ذكيتم وما ذبح على النصب وان تستقسموا بالازلام ذالكم فسق" (تم پر حرام کئے گئے ہیں مردار جانور اور بہتا خون اور سور کا گوشت اور جو غیر اللہ کے قرب کے لئے نامزد کیا گیا ہے اور جو گلا گھٹنے سے مر جائے اور جو کسی سخت چیز مارنے سے مر جائے اور جو اونچ سے گر کر مر جائے اور جو کسی کی ٹکر سے مر جائے اور جسے کوئی درندہ کھانے لگے لیکن وہ کہ جس کو ذبح کر لو اور جو جانور پرستش گاہوں پر ذبح کیا جائے اور یہ کہ تقسیم کرو بذریعہ قرعہ کے تیروں کے یہ سب گناہ ہیں)۔

۸۔ **شراب اور جوا:** سورۃ مائدہ آیت ۹۳ میں ہے " یا یھا الذین اٰمنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوه لعلکم تفلحون ☆ انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوۃ فھل انتم منتھون ☆ " (اے ایمان والو بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بُت وغیرہ اور قرعہ کے تیر یہ سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں تم ان سے بالکل الگ رہو تا کہ تم کو فلاح حاصل ہو۔ شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب

اور جوے کے ذریعے تمہارے آپس میں دشمنی اور کینہ واقع کر دے اور اللہ کی یاد اور نماز سے تم کو باز رکھے تو کیا تم اب بھی نہ باز آؤ گے؟) باز آنا فرض ان میں لگنا حرام ہے۔

سورۃ بقرۃ آیت ۲۱۹ میں ہے " یسئلونك عن الخمر والمیسر قل فیھما اثم کبیر ومنافع للناس واثمھما اکبر من نفعھما " (لوگ آپ سے شراب اور جوے کی نسبت دریافت کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ ان دونوں چیزوں میں گناہ کی بُری بُری باتیں بھی ہیں اور لوگوں کو فائدے بھی ہیں اور وہ گناہ کی باتیں ان فائدوں سے بڑھی ہوئی ہیں) جوا عام ہو یا ریس وغیرہ بونڈ انشورنس ہو۔

حضور ﷺ کے ارشادات کا خلاصہ (الف) شراب پینے کے وقت ایمان دل سے نکل جاتا ہے بخاری و مسلم ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ توبہ کی گنجائش ہے (ب) اللہ تعالیٰ شراب پر پینے والے پلانے والے خرید نے والے بیچنے والے بنانے والے رکھنے والے اُٹھا کر لانے والے پر اور جس کے لئے لائی جائے لعنت فرمائی ہے ابوداؤد ابن ماجہ (ج) جو دنیا میں شراب پیئے گا آخرت میں شراب طہور نہ پی سکے گا بخاری و مسلم (د) ہمیشہ شراب پینے والا جنت میں نہ جائے گا یعنی بلا سزا مسند احمد و حاکم (ہ) شرابی

جنت کی خوشبو نہ پائے گا طبرانی (و) شراب ہر بدی کی چابی ہے۔حاکم (ز) چالیس روز نماز قبول نہ ہوگی (ح) شراب شرک کی برابر ہے۔طبرانی (ط) شرابی قیامت میں پیاسا آئے گا مسند احمد (ی) شرابی کو دوزخیوں کی پیپ پلائی جائے گی۔

۹۔ سود: سورۃ بقرۃ آیت ۲۷۵ میں ہے " واحل اللہ البیع وحرم الربوٰ" (اور اللہ تعالیٰ نے بیع کرنے کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام کیا ہے) ہر سود حرام ہے تاجرانہ بھی بنک ڈاکخانہ انشورنس بونڈ کا بھی۔اور آیت ۲۲۶ میں ہے " یمحق اللہ الربوٰ ویربی الصدقٰت " (اللہ تو سود کو مٹاتے اور خیرات کو بڑھاتے ہیں) برکت اور بے برکتی کا بڑا فرق ہے اوپر حدیث درج ہو چکی ہے کہ سات مہلک باتوں میں سود بھی ہے حضور ﷺ کے ارشادات (الف) معراج میں حضور ﷺ نے دیکھا کہ بیچ نہر کے ایک آدمی پتھر لئے ہوئے تھا نہر میں سے ایک آدمی اس کی طرف بڑھا اس نے جب کبھی بھی نکلنے کا ارادہ کیا اس نے اس کے منہ پر پتھر مارا اور وہ لوٹ گیا بتایا گیا کہ یہ سود خوار ہے (ب) حضور ﷺ نے لعنت کی ہے سود کھانے والے کھلانے والے لکھنے والے اور گواہوں پر اور سب برابر ہیں مسلم شریف (ج) سود خوار جنت میں داخل نہ ہوگا۔حاکم یعنی بلا سزا (د) سود کے تہتر

باب ہیں ہلکا ایسا ہے جیسے کوئی اپنی ماں سے زنا کرے۔ حاکم (ہ) سود کا ایک درہم یعنی 3 1/2 ماشہ چاندی چھتیس زناؤں سے زدیادہ سخت ہے۔ طبرانی

(و) جس قوم میں زنا اور سود جاری ہوگا اس نے عذاب الٰہی اپنے اوپر نازل کرالیا۔ ابو یعلی دوسری روایت میں ہے جس قوم میں سود ہوگا قحط ان پر مسلط ہوگا جس میں رشوتیں ہوں گی اور ان پر رعب طاری کر دیا جائے گا۔

۱۰۔ رشوت: سورۃ بقرۃ آیت ۱۸۸ میں ہے " ولا تأکلوا اموالکم بینکم بالباطل وتدلوا بها الی الحکام لتأکلوا فریقا من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون " (اور آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق مت کھاؤ اور ان کو حاکموں کے یہاں اس غرض سے مت رجوع کرو کہ لوگوں کے مالوں کا ایک حصہ بطور گناہ کے کھا جاؤ اور تم کو علم بھی ہو)

حضور ﷺ نے رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر لعنت فرمائی ہے (ابوداؤد وترمذی) اور حاکم کی حدیث میں ہے کہ درمیان میں کوشش کرنے والے پر بھی اوپر حدیث گذری ہے کہ رشوت سے قوم پر رعب طاری ہوتا ہے۔

رشوت خود لینا یا بچوں کو دلوانا ایک ہی حکم رکھتا ہے سب حرام ہے

گناہ عظیم ہے۔ فقط

نواہی میں بڑے بڑے عظیم گناہ خصوصا جو ہمارے یہاں کثرت سے رواج پا رہے ہیں مختصر مختصر پیش کردیئے ہیں ورنہ ہر فرض اور واجب کا ترک کرنا حرام ہے اور تمام حرام و مکروہ تحریمی کا کرنا حرام ہے۔

مقالہ 3
غلامی اور اسلام

غلامی اور اسلام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً ومصلیاً

یورپ کے اثرات سے مسلمانوں میں بھی یہ خیال پیدا ہو رہا ہے کہ اسلام میں غلامی کا مسئلہ کیوں ہے۔ سلطان صلاح الدین وغیرہ سے شکستیں کھانے کے بعد یورپ والوں کے جب ذرا ہوش درست ہوئے تو انہوں نے کوشش کی کہ مسلمانوں میں سے اول تو جہاد کا جذبہ ہی نکال دیا جائے اور جو کچھ رہ جائے اس میں اس کی کوشش کی جائے کہ غلامی سے نفرت ہو جائے تا کہ یورپی قیدی ان کے غلام نہ بن سکیں۔

یورپ زدہ طبقہ میں آپ یہ دونوں باتیں خوب دیکھیں گے کہ جہاں تک ان سے ہو سکتا ہے اپنا پورا زور اس پر ختم کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ اسلام میں جہاد ہے ہی نہیں اور جو کچھ احکام اس کے لئے ہی ہیں وہ اقدامی جہاد کے لئے نہیں ہیں بلکہ دفاعی کے لئے ہیں حالانکہ یہ اسلام پر کھلی تہمت ہے۔

آیت قاتلوا الذین یلونکم من الکفار جو جو کافر تمہارے قریب ہیں ان سے جہاد کرو۔ اور بہت آیات واحادیث دنیا کو کفر کی شوکت سے پاک کرنے کے لئے اولاً یعنی اقدامی جہاد کا حکم دے

رہی ہیں۔

دوسرے اس پر زور لگانا شروع کر دیا ہے کہ اسلام میں غلامی کا مسئلہ نہیں ہے یہ ملانوں کی ایجاد ہے اور جب کوئی شخص اس کے لئے آیات واحادیث پیش کرتا ہے جو سینکڑوں کی تعداد میں ہیں تو تاویلات کے دروازے کھولتے اور حیرت میں پڑ کر رہ جاتے ہیں یا اسلام پر اعتراض کرتے ہیں۔

غلامی کی حقیقت

لیکن افسوس اس پر ہے کہ یورپ کے دھوکہ میں آ کر یہ لوگ شک میں تو پڑنے لگے اور اس پر کبھی غور نہ کیا کہ غلامی کون سی معیوب ہے اور کون سی محبوب، انسان مخلوق ہے خدا تعالیٰ خالق، آدمی عبد ہے اور باری تعالیٰ معبود، انسان کو خدا کے سامنے بندہ غلام اور انتہائی عاجزی کرنے والا ہونا ضروری ہے اور یہاں یہی صورت ہے ہاں انسان کو انسانی احکام یعنی انسان کا غلام بنانا بے شک انسانیت کی توہین ہے۔ وہ لوگ انسان کی توہین کے مرتکب جو انسان کو کسی انسان کے اصول و آئین کا پابند اور غلام بنانا چاہتے ہیں۔ تمام دنیا اس انسانیت کی توہین میں مبتلا ہے کہ انسان کو اس طرح انسانی قوانین کا پابند کر کے انسان کا غلام بناتی ہے۔ یہ فخر صرف اور صرف اسلام کو

حاصل ہے کہ وہ انسان کو انسان کا غلام یا حیوانات و جمادات و نباتات کا غلام نہیں بناتا۔ بلکہ ایک خدائے وحدہ لاشریک لہ کا بندہ قرار دیتا اور اس کے احکام کا پابند دیکھنا چاہتا ہے۔

کس قدر تعجب اور حیرت کی بات ہے کہ ساری کی ساری دنیا تو انسان کو انسان بلکہ انسان سے بھی کم درجہ کے حالات وفیشن و آلات وغیرہ کا غلام بناتی ہے اور سارا عالم اندھا ہو کر اس غلامی کے طوق کو اپنی گردن میں خوشی خوشی ڈال لیتا ہے اور اسلام جو انسان کو اس جیسے انسان یا اس سے کم حیثیت کی کسی چیز کا غلام نہیں بناتا بلکہ تکمیل انسانیت کے لئے اس کے معبود سے اس کو ملاتا اور خالص اسی کا عبد و غلام بناتا ہے۔ آج بھی دنیا اسلام پر اعتراض کرتی ہے۔

جنگی قیدیوں کو غلام بنانا کی وجہ

شبہ پیدا کیا جا سکتا ہے تو اس پر کہ اسلامی جہاد کے بعد کافر قیدیوں کو مسلمان مجاہدین کا غلام بنا دیا جاتا ہے یہ اسلام میں انسان کو انسان کا غلام بنا دیتا ہے لیکن ذرا سا غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر انصاف کے ساتھ آپ غور کر کے دیکھیں گے تو معلوم ہو گا کہ اول تو یہ انسان کی غلامی ہی نہیں محض عارضی صورت ہے۔ بلکہ اس شخص کو اپنے خالق و معبود کی بغاوت سے

ہٹا کر اس کا عبد اور غلام بنانا ہے نام گو انسان کی عارضی غلامی کا ہے۔ مگر یہ بہت ہی معمولی زمانہ کے لئے اور عارضی اور صرف نام ہی نام ہے۔ حقیقت اس کی کچھ نہیں بلکہ دراصل اس کو تکمیل انسانیت کی محرومی سے بچا کر تکمیل انسانیت میں ایک بہترین طریق سے لگایا جاتا ہے۔ اس لئے اس کو جو نام کی غلامی ہے حقیقی غلامی نہیں کہا جا سکتا۔ صورت اور ظاہر میں محض عارضی نام غلامی کا ہے ورنہ یہ تو تکمیل انسانیت کا بہترین ذریعہ ہے اس کے علاوہ اس نام نام کی صوری و ظاہری غلامی میں کس قدر اس کی راحت اور تمدنی و اقتصادی فوائد ہیں وہ بھی سوچنے سمجھنے کے ہیں یہ ایسے مصالح ہیں کہ دنیا بھر کا کوئی قانون کوئی حکومت اور کوئی مجلس ایسا اصول پیش نہیں کر سکی۔ ذرا غور سے ملاحظہ فرمایا جائے کہ اس کی دنیا اور آخرت کس عمدگی و سہولت سے اور اس قدر سنواری گئی ہے کہ ساری دنیا اس کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔ تعجب ہے کہ ایسے عمدہ اصول کو یورپ کی عیاری سے مشکوک نظر سے دیکھا جانے لگا ہے۔

آج اگر ہم جنگ و جہاد میں دس لاکھ قیدی گرفتار کر کے لاتے ہیں تو ان کے ساتھ کیا برتاؤ ہونا چاہیے اگر گرفتار کرنے کے بعد ان سب کو قتل کر ڈالا جائے تو یہ انتہائی انسانیت سوز ظلم ہے اور اگر سب کو بند رکھا جائے

پھر بھوکا ننگا رکھ کر مار دیا جائے تو یہ اس سے بھی زیادہ سخت ظلم ہے اور اگر ان کو قید میں رکھ کر ان کے کھانے پینے پہننے کے اخراجات حکومت پر ڈالے جائیں تو کم سے کم بیس لاکھ روپے روز کا حکومت پر اس قدر زبردست خرچ پڑتا ہے جس کا کوئی علاج نہیں۔ بعض حکومتوں نے قیدیوں سے مشقتیں اور کام لینے کی تدبیریں اسی بار سے بچنے کے لئے کیں۔ مگر سب جانتے ہیں کہ اس سے حکومت کو کوئی خاص فائدہ نہیں ہوسکا خرچ کے مقابل نفع معدوم ہی سا رہا۔

اسلام نے ایسی بہترین صورت اختیار کی ہے کہ ایک ایک آدمی ایک ایک مجاہد کو تقسیم کر دیا جائے ظاہر ہے کہ ایک گھرانے پر ایک آدمی کی خورد و نوش وغیرہ کا کچھ بار نہیں پڑتا۔ پھر اگر کوئی بار بھی محسوس ہو تو اس کو اس طرح ہلکا کر دیا گیا کہ جو شخص جس کام کا اہل ہو اس سے وہ کام بھی لے لیا جائے اور اس طرح وہ خاندان کا ایک فرد بن جائے اور جس طرح آدمی کئی بیٹوں کی نگرانی میں کئی دکانیں کئی کاروبار کر لیتا ہے اگر ایسے غلام مل جائیں تو کئی کام کر سکنے کی سہولت ہو جاتی ہے۔

غلام کے ساتھ حسن سلوک

۲۔ حکم یہ ہے کہ جو خود کھاؤ وہ غلاموں کو کھلاؤ۔ جو خود پہنو وہ ان کو

پہناؤ۔ان کی طاقت سے زاید کام نہ لو مشقت کے کاموں میں ان کے ہاتھ بٹاؤ، کھانا پکا کر لاؤ تو پہلے اس کو دو خود بعد میں کھاؤ، تعلیم و تربیت کرو، دین و دنیا کے کام سکھاؤ اور پھر مسلمانوں نے ایسا کر کے دکھا بھی دیا ہے۔تاریخ میں ایسے واقعات موجود ہیں۔حضرت عمرؓ جب فتح بیت المقدس کے لئے تشریف لے گئے تو وہاں پہنچنے کے وقت اتفاق سے غلام کے سوار ہونے اور آپ کے نکیل پکڑ کر چلنے کی نوبت تھی (۱) یہ غلامی نہیں، نام ہی نام کی غلامی تھی۔دراصل غلام اہل و عیال کی طرح گھر کا ایک فرد تھا۔

غلام کی تجارت کی وجہ

۳۔ اگر کوئی شخص تنگ دست ہو خود اپنے اہل و عیال ہی کے کھانے پینے کے لالے پڑے ہوں تو اس کو اختیار ہے کہ وہ چاہے تو کسی کھانے پینے اور مالدار شخص کے یہاں اس کو بھیج دے اور اس سے اس کے بدلے میں کچھ دولت لے کر خود کاروبار کر کے اپنے حالات سدھارے اور اس فقر و فاقہ کی زندگی کے بجائے دولت مندانہ زندگی کا شریک کردے اس کا نام خرید و فروخت رکھ لیا جائے یا کچھ اور۔اور اگر پھر اس کے کاروبار میں خسارہ ہو کر اس کی حالت پھر کمزور اور فقر و فاقہ تک کی نوبت لے آئے تو اس زندگی سے سبکدوشی اور دولت مندانہ زندگی بسر کرتا رہے گا۔یعنی آقا گو فقر و فاقہ

میں رہے مگر غلام کے لئے آسودگی کا سامان فراہم کرے پر دوسرا آقا بھی اگر ناگوار حالات سے دوچار ہو تو اس کو کسی اور اسودہ حال کے حوالہ کر کے اور وہ بھی اپنے حالات درست کر سکے اور یہ پھر آسودگی میں گزر کرے غرض آقاؤں پر تنگی ہو تو ہو غلام کسی آسودہ کے پاس ہی رہے گا۔ کیوں کہ اس کو لے لینا آسودگی کے بغیر نہ ہو سکے گا۔

غلام گھر کا فرد ہے

۴۔ اسلام نے صحت و بقا کا ایک شکر یہ عیدالفطر کے دن صدقہ فطر ادا کرنا ہر آسودہ شخص پر واجب کیا ہے مگر خود اپنی ہی ذات کا نہیں اپنی نابالغ اولاد کا بھی، ان سب غلاموں کا بھی جو اس کی ملک میں موجود ہے اس طرح اس غلام نام کے شخص کو بھی اس کے گھر کا ایک فرد قرار دیا ہے بلکہ عزیز ترین فرد کیونکہ بیوی اور بالغ اولاد کا صدقہ فطر اس پر واجب نہیں اگر وہ خود مالدار ہیں ان پر واجب ہے ورنہ کسی پر نہیں اور غلام مرد ہو یا عورت بالغ ہو یا نابالغ اس صدقہ فطر آقا کے ذمہ واجب ہے۔ جس طرح نابالغ پر شفقت کامل ہے اور اس کا صدقہ باپ پر واجب کیا ہے اسی طرح غلام کا بھی واجب ہے۔ یہ اس کی صاف دلیل ہے کہ غلام کو گھرانہ کا عزیز ترین فرد قرار دیا گیا ہے۔

۵۔ تاریخ بھری پڑی ہے کہ مسلمانوں نے غلاموں کو تعلیم دی، کاروبار سکھائے کام کرائے، بڑے بڑے کارخانے اور فرمیں غلاموں نے چلائیں بلکہ بادشاہت تک غلاموں نے کی ہے۔کیا آپ کو معلوم نہیں کہ وہ بادشاہ جس کے نام سے یورپ لرزہ براندام ہو جاتا ہے صلاح الدین ایوبی کون تھا۔

۶۔ غلام، غلام رہتے ہوئے تو خاندان کا فرد تھا ہی، آزاد ہونے پر بھی اس کا تعلق قائم رکھا ہے جس کا شرعی نام ولاء ہے اس کے ذریعہ اس کا تعلق میراث جیسے اہم معاملہ میں بھی آقا سے رہتا ہے۔اگر اس کا کوئی نسبی عزیز نہ ہو۔

۷۔ حدیث شریف مولی القوم منهم (کسی قوم کا آزاد کردہ غلام انہی ہی کا ہے) نے آزاد شدہ کو بھی اسی خاندان کا فرد بنا دیا ہے۔چنانچہ جس طرح بنی ہاشم کو فرض وواجب صدقات حلال نہیں ہیں ان کے غلام کے لئے تو کیا آزاد شدہ غلام کے لئے بھی حلال نہیں یعنی اس غلام کو وہ عزت بخشی کہ جس طرح گناہوں کا میل یعنی صدقات وخیرات خاندان نبوت کی توہین کا سبب ہوتا ہے اسی طرح اس کی بھی توہین کا سبب ہے۔دوسرے آقاؤں کو بھی یہ عزت حاصل نہیں جو ان غلاموں کو حاصل ہے۔غور کیجئے، سوچئے،

سمجھئے کہ یہ غلامی غلامی ہے یا آقائے اسلام نے تمدن و معیشت میں بھی اس کو آقائی عطا کی ہے گو نام عارضی طور پر غلامی ہے اور آخرت کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کے عذابات سے بھی نجات دلاتی ہے۔

غلامی ذریعہ ہدایت

۸۔ اسلام عالم انسانی کے واسطے خدائے قدوس سے ملنے کا آخری پیغام ہے اس کی تعلیمات کا جزاعظم ہے کہ خدا کی باغی مخلوق، خدا کو چھوڑ کر بتوں اور صلیبوں کو پوجنے والی مخلوق کو جس طرح ہو سکے اسی کا راستہ دکھلایا جائے۔ پھر ایک دو دفعہ تقریر و تحریر سے اس قدر فائدہ نہیں ہو سکتا جس قدر اہل اسلام سے میل جول سے بروقت اسلامی تعلیمات پر غور و خوض کرنے اور اسلامی اخلاق و معاملات وغیرہ دیکھتے رہنے اور ایمان و بے ایمانی کے فرقوں کے مشاہدہ کرنے نجات کے طور طریق کو خوب پرکھنے برتنے اور ایسے لوگوں کی صحبت میں رہنے سے فائدہ حاصل ہو سکتا ہے اور بغیر کسی جبر و تشدد کے اپنی صحیح رائے قائم کرنے کا موقعہ مل سکتا ہے۔

خدائے قدوس کے باغیوں کو خدا کا بندہ اور اللہ والا بنانے کا کس قدر سہل اور موثر طریقہ ہے کہ حسب (۱) دس لاکھ آدمی اس طرح اسلام سے روشناس ہو کر بغاوت الٰہی نقائص سے بچ سکتے ہیں اور جب الٰہی کے جام

سے ایک دم سرشار ہو سکتے ہیں جو اس کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کی فلاح کا ضامن ہے حق تو یہ ہے کہ ہزار آزادیاں اس غلامی پر قربان ہیں جو شیطان کی غلامی سے بچا کر اللہ کی بندگی اور انسانیت کی انتہائی تکمیل کا سبب بن رہی ہے۔

لہذا جس کو یہاں برائے نام غلامی قرار دیا ہے وہ ان کی نجات اور انسانیت کے انتہائی کمالات حاصل کرنے کا نہایت ہی سہل ترین زینہ ہے اگر قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے تو اس سے بہتر قانون دنیا بھر میں کہیں آپ کو نہ مل سکے گا۔

کوئی جبر و اکراہ نہیں اپنے پاس سے ہر تعلیم کے مطالعہ کا موقعہ دینا ہے۔ پھر بھی کوئی اپنی غلط روش پر قائم رہے تو اس پر کوئی دارو گیر نہیں ہے۔ وہ غیر مسلم ہوتے ہوئے بھی برابر ساتھ رہ سکتا ہے اور ان سب مراعات کا حقدار رہتا ہے جو غلاموں کے لئے آقائے دو جہاں ﷺ نے بیان فرمائی ہیں۔

باندی سے ازدواجی تعلق کے جواز کی وجہ

۹۔ جہاد کی تقسیم شدہ عورتیں جو مردوں کو ملتی ہیں ان کی دست نگر بھی رہتی ہیں ہر وقت گھر میں ساتھ رہتی ہیں مناسب کام بھی انجام دیتی ہیں اس قدر خلا ملا جنسی تقاضوں کا محرک ہے آقا کو حکم ہے کہ ان کی شادیاں کردے

لیکن اگر آقا ہی جنسی تقاضا کا شکار ہوتا ہے تو وہ عورت کے حق میں اس طرح نعمت بے بہا ثابت ہوگی کہ پھر صاحب اولاد ہونے پر اولاد اس کی اولاد آزاد بالکل آزاد ہوگی اور عورت تا حیات اس کی خادمہ اور پرورش اولاد کی وجہ سے قابل قدر رہے گی فروخت اور میراث نہ بنے گی۔ بعد وفات آزاد ہوگی۔ اگر آقا پر یہ ذمہ داریاں عاید نہ ہوتیں تو جنسی تقاضوں سے محفوظ رہنا تو ایسے حالات میں مشکل تھا اور وہ عورت مملوکہ کے لئے اور وبال جان بن جاتے اور مالک و مملوک کے لئے قانون میں سلسلہ ازدواج سے استثناء ہونا بھی لازمی بات تھی تاکہ وہ آزاد بیوی کی ہمسر بن کر اس کی برابر حقوق کی مالک ہو سکے نہ اس کو گھر، بار، دولت و جائیداد میں بیوی کی طرح شرکت ہو کر تمام آزاد بیوی کی اولاد اور آزاد بیوی کے حق پر ڈاکہ ڈالنے والی ہو سکے، خادم و مخدوم نہ بن سکے۔ اس لئے مالک کو مملوکہ سے اور خدمات کی طرح جنسی خدمات کا بھی حق لازمی ہوا جو مملوکہ کے لئے رحمت و نعمت ہے۔

عورت کا اپنے غلام سے ازدواجی تعلق ممنوع ہونے کی وجہ

لیکن اس کا عکس کہ مالک عورت ہو اور مرد غلام مملوک تو وہاں ان خطرات کا وجود نہ تھا۔ مرد غلام باہر رہنے والا، عورت مالکہ گھر میں رہنے والی، عورت خود خاوند کی دست نگر تو اس کا غلام اگر اس نے کمپنی سے خریدا ہوگا

خاوند کا دست نگر رہے گا۔اس سے پردہ ضروری ہے وہ دوسرے ملازموں کی طرح باہر باہر رہے گا اور جہاد کی اولی تقسیم میں صرف مردوں کو ہی تقسیم (۱) ہوتے ہیں عورتوں کو اولاً دستیاب نہیں ہوتے بعد میں خرید کئے جا سکتے ہیں اس لئے اس کا وجود بھی کم ہوگا اس لئے کسی عورت کو اپنے غلام کے سامنے تک آنا جائز نہیں ہے اس لئے نہ مالکہ ومملوک کا نکاح صحیح ہے اس سے قلب موضوع ہوتا ہے محکوم کا حاکم ،حاکم کا محکوم بنتا ہے نہ ازدواجی سلسلہ (۲) سے استثناء صحیح کہ یہاں ان خطرات کا وجود نہیں اور خلاف احکام احتمالات نا قابل اعتبار ہیں اور پھر ایک شریف آزاد عورت کو یہ درجہ دینا اس کی آزادی وشرافت کی بے انتہا توہین ہے۔اسلام نے عورت کو توہین کے گڑھوں سے نکالا ہے توہین میں دھکیلا نہیں۔

یہ غلامی جو برائے نام غلامی ہے اور حقیقت میں خاندان کا فرد بنانا ہے پھر اس نام کو بھی اسلام نے ختم کر دینے کی ترغیبات دی ہیں۔غلام باندی کے آزاد کرنے کو جہنم سے آزاد ہونے کا ذریعہ قرار دیا ہے۔

آزادی کی صورتیں

۱۱۔ اگر کسی کو اتنی جرأت نہ ہو کہ وہ ایک دم ایسے ہی آزاد کر دے اس کے لئے دو قانون بھی مقرر فرمائے ہیں۔ایک مکاتبت کہ آقا غلام یا باندھی

سے یہ کہہ دے کہ تم اس قدر روپیہ مجھ کو حاصل کر کے دے دو تو تم آزاد ہو، اس کے بعد غلام باندی محنت، مزدوری، تجارت، زراعت، صنعت وحرفت سے یا لوگوں سے چندہ زکوٰۃ وصدقات لے لے کے وہ روپیہ ادا کر دے تو وہ آزاد ہو جائیں گے۔ دوسرا قانون مدبر بنانا کہ آقا اس سے کہہ دے کہ میرے حیات تک تم میرے خادم ہو غلام ہو میرے مرنے کے بعد آزاد ہو۔ اب ان کی فروختگی بند ہو کر یہ آزادی کے کنارہ آ لگتے ہیں۔

۱۲۔ اگر ایک غلام کے مالک چند آدمی ہیں۔ ایک نے اپنا حصہ آزاد کر دیا تو دوسرے مالکوں کو دو باتوں میں سے ایک کا اختیار ہے چاہے وہ بھی آزاد کر دیں ورنہ غلام سے کہیں گے۔ جس قدر قیمت ہمارے حصے کی ہوتی وہ حاصل کر کے ادا کر دے اگر وہ ایسا نہ کریں گے تو غلام حکومت سے منظوری لے کر قیمت کے حصے ادا کر کے آزاد ہو جاتا ہے اب وہ غلام نہیں رکھا جا سکتا۔

اسلام میں غلامی ختم کرنے کی تدابیر

۱۳۔ مذکورہ بالا اختیاری اور اجر وثواب کی صورتوں پر بھی اگر کوئی عمل نہ کرے تو اسلام نے ایسے ایسے قوانین بھی بتائے ہیں کہ مجبوراً آزاد کرنا پڑتا ہے انسان بسا اوقات قسم کھا بیٹھتا ہے اور وہ بعض اوقات جھوٹی ہوتی ہے اس

کا کفارہ یہ ہے کہ غلام آزاد کرے اگر روزہ توڑ بیٹھتا ہے تو کفارہ یہ ہے کہ غلام آزاد کرے اگر بیوی کو کہہ بیٹھا کہ تو مجھ پر ماں کی پشت کی طرح ہے تو بیوی اس وقت تک حلال نہ ہوگی کہ کفارہ نہ دے دیا جائے کفارہ یہ ہے کہ غلام آزاد کرے۔ اگر شکار پر گولی چلائی اور کسی مسلمان کے جا لگی تو دیت کے ساتھ کفارہ یہی ہے کہ غلام آزاد کرو اگر باہمی چپقلش میں معمولی لکڑی وغیرہ ماردی اور مسلمان مرگیا تو دیت اور کفارہ کہ غلام آزاد کرو اگر کسی عورت کو کسی نے ضرب لگادی اور اس کو بچہ کا اسقاط ہوگیا تو کفارہ ہے کہ غلام آزاد کرو۔

اب غور کیجئے کہ وہ نام نہاد غلامی جو خود بھی ایک آقائی تھی مگر نام نام باقی تھا اس کو بھی اسلام نے کس طرح ختم کرایا ہے۔ کیا ایسے واقعات دن رات پیش نہیں آتے، خصوصاً دولت مندوں کو جن دولت کے ناز پر ایک قسم کا لاابالی پن حاصل ہوتا ہے اور انہی کے پاس غلام باندی زیادہ ہوسکتے ہیں۔ تو پھر ایسے میں بتائیے تو سہی کون غلام باقی رہ سکتا ہے سوائے شاذ و نادر کے، یہی وجہ ہے کہ جب آپ مسلمان ناموروں کے حالات دیکھیں گے تو بادشاہت میں، امارت وحکومت میں، بڑے بڑے کارناموں میں، بڑے بڑے کاروبار میں، علم وفضل میں، تقویٰ وطہارت میں بلکہ بڑے بڑے

اولیاء کرام میں بلکہ حضرات صحابہؓ عظام میں بھی بہت سے وہ حضرات ملیں گے جو غلام رہ چکے ہیں۔ یہ سب مرتبے جس کے طفیل حاصل ہوئے کس کا منہ ہے کہ وہ اس کی خوبی میں کوئی شک وشبہ بھی کر سکے۔

ایک بالکل ہی صاف اور کھلی بات سنئے کہ آج اسلام کو قریب قریب چودہ سو سال ہوئے ہیں اور اس درمیان میں ہزاروں جہاد ہوئے ہیں اور لاکھوں کروڑوں کی تعداد میں غلام اور باندیاں آئیں۔ اور تقسیم ہوئی ہیں اور ہر باندی کی اولاد جو غیر مالک کسی شوہر سے ہوتی ہے۔ وہ بھی غلام باندی ہوتی ہے اگر اسلام نے اس برائے نام غلامی کو آزادی سے بدلنے کے ایسے قوانین نہ بنائے ہوتے اور مسلمان ان پر عمل پیرا نہ ہوئے ہوتے تو آج دنیا میں کروڑوں نہیں اربوں کی تعداد میں غلام باندی موجود ہوتے مگر ایسا نہیں ہے۔ کیا یہ اس کی کھلی دلیل نہیں ہے کہ اسلام میں غلامی غلامی ہی نہیں آقائی ہے اور صرف غلام نام بھی عارضی رہتا ہے اور ان کے لئے بے مثال دین ودنیا کی ہمیشہ ہمیشہ کی راحتوں کا ذریعہ ہے کہ دنیا میں دولت مندانہ آسودگی کی زندگی کی شرکت اور آخرت میں اسلام کے بعد خواہ آزاد ہو چکے ہوں یا غلام رہے ہوں ہمیشہ کی جنت۔

کافر کو غلام کیوں بنایا جاتا ہے

جب ہم اپنے مال و دولت مکان، دکان۔ جائداد وغیرہ میں کسی کی شرکت ومخالفت برداشت نہیں کر سکتے اور ایسا کرنے والے یا اس کی کوشش کرنے والے کو جس قدر سزا اپنی قدرت میں ہوتی ہے دینے سے دریغ نہیں کرتے تو خدا کی زمین کے اوپر خدا کے آسمان کے نیچے اس کی دی ہوئی اندرونی و بیرونی نعمتوں سے پل پل کر جو لوگ کفر اور اس کی بغاوت کرتے ہیں اور ہمیشہ تک کی نیت سے کرتے ہیں کہ ہمیشہ زندہ رہیں تو ہمیشہ کفر وبغاوت کے علم بلند کرتے رہیں۔ان کی سزا تو دنیا و آخرت میں ہمیشہ کے لئے جس قدر بھی ہو کم ہے۔ یہ تو حق تعالیٰ کا کام ہے کہ اگر پشت در پشت تا قیامت بھی سخت غلامی رہتی وہ بھی ہلکی سزا تھی چہ جائیکہ برائے نام رہی، عارضی رہی اور دین و دنیا میں ایسی کامیابی کی زندگی دے دی کہ دنیا اس کی کوئی مثال پیش نہیں کر سکتی۔اور اللہ تعالیٰ کی حکمتیں وہی خوب جانتے ہیں۔ اپنی رسائی معلومات تک کی خوبیاں پیش کی ہیں حقیقت تو اور بھی اونچی ہوگی۔

واللہ اعلم

مقالہ 4
اسلامی سزائیں

اسلامی سزائیں

سزا کی ضرورت

انسان جو فرشتوں اور بہائم (۱) کے درمیان ایک ایسی مخلوق پیدا کی گئی ہے جس میں ملکی (فرشتوں والا) مادہ بھی ہے اور بہیمی مادہ بھی۔ پھر اندر سے نفس اور باہر سے ہر شخص کا ایک شیطان مسلط کیا گیا ہے۔ دوسری طرف روح اور عقل بھی عطاء فرمادی ہے۔ اب ایک مجسم معرکۂ جنگ بنایا گیا ہے پھر اس کو دنیا یعنی ایک دار الامتحان میں نفس وشیطان پر غلبہ پا کر نیک بننا ہے بہیمی قوتوں کو دبانے اور روحی وعقلی قوتوں کو قوی کرنا اس کا کام ہے۔

﴿الذی خلق الموت والحیاۃ لیبلوکم ایکم احسن عملاً﴾

(وہ ذات جس نے موت اور زندگی کو اس لئے پیدا کیا ہے تاکہ تمہارا امتحان لیا جائے کہ کون اچھا عمل کرنے والا ہے سورہ ملک آیت ۲) اسی امتحان سے اسکی عبادت فرشتوں سے بڑھ سکتی ہے کہ یہ نفس وشیطان کے تصادم (۲) سے ہے اور ان کی بلا تصادم ہے۔ یہی اس دنیا کا مایۂ امتیاز ہے

(۱) جانوروں (۲) ٹکراؤ سے ہے کہ نفس اور شیطان نیک عمل سے روکنے والے ہیں جبکہ فرشتوں کی عبادت میں کوئی رکاوٹ نہیں جو حکم دیا جاتا ہے بلا تکلف عمل کرتے ہیں۔

چونکہ بدیوں اور شیطانوں کا وجود اور ان سے تصادم جنت میں نہ تھا اسی لئے تصادم والی عبادت اور نیکی کے لئے جنت سے اس امتحان گاہ یعنی دنیا میں پہنچایا گیا ہے تاکہ فرشتوں سے فوقیت لے جاسکے۔

ان ملکی اور بہیمی(۱) افعال کیلئے قانون الٰہی عطاء فرمایا گیا ہے جس پر عمل کر لینے سے ہر انسان ہر فرشتے سے افضل ہوسکتا ہے یہ قانون ایک حقیقی کیمیا ہے مگر بعض لوگ نفس وشیطان سے ہمت ہار جاتے ہیں اور قانون سے ہٹ جاتے ہیں ان کو صحیح راستہ پر لانے کیلئے جبکہ نصیحت کارگر نہ ہوسکے تو سزائیں مقرر فرمائی گئی ہیں تاکہ یہ خود بھی آئندہ بہیمی حرکات سے بچ سکیں اور ان کو دیکھ کر دوسرے بھی بچ سکیں اور سب ملکی قوت(۲) غالب کر کے دونوں جہانوں کی راحت وسکون حاصل کرسکیں۔ یہ سزائیں دراصل انتہائی شفقت پر مبنی ہیں جیسے ہر استاد اتالیق بچوں کی تعلیم میں اس کا تجربہ رکھتا ہے اور حکومتیں بھی کرتی ہیں (یعنی مجرموں کو سزائیں دیتی ہیں)۔ فاسد مادوں کا آپریشن ہر علاج میں لازم ہے یہ سزا درحقیقت بہیمی فاسد مادہ کا آپریشن ہے بظاہر تکلیف اور حقیقت میں ابدی(۳) راحت کا سامان ہے۔ مگر اسلامی

(۱) انسان وہ افعال بھی کرسکتا ہے جو جانوروں کی صفت ہے۔ اور ایسے نیک افعال بھی کرسکتا ہے جو فرشتوں کی صفت ہے اس لئے قانون الٰہی نازل کیا گیا کہ اس پر عمل کر کے فرشتوں سے بڑھ جائے۔ (۲) فرشتوں والی قوت (۳) ہمیشہ کے لئے راحت وآرام کا ذریعہ۔

سزاؤں کا فائدہ سب سے بڑھ کر ہے کہ اس سے بہیمی قوت گھٹتی ہے اور ملکی بڑھتی ہے (۱) جو دو جہان میں راحت کا سبب ہے۔

سزا کا معیار

غور طلب یہ چیز ہے کہ سزا کتنی ہونی چاہیے اور کیسی ہونی چاہیے تو حق تعالیٰ نے اس کا قانون عطاء فرمایا ہے کہ ﴿جزاء سیئة سیئة مثلها﴾ (ہر برائی کی سزا اسی کے مثل برائی یعنی سخت ہوتی ہے (۲)) یہ ایسا جچا تلا قاعدہ ہے کہ ہر عقل اس کی خوبی کے اقرار میں رطب اللسان رہے گی سزا اگر زیادہ سخت ہوگی تو ظلم ہے کہ گالی دینے مار دینے پر قتل کر دینا بیشک سخت ظلم ہے اور اگر جرم کی اہمیت سے کم درجہ کی ہوگی تو کبھی وہ جرم نہ چھوٹ سکے گا۔ اور سزا سے جو مقصد تھا کہ خود اس سے اور دوسرے دیکھنے والوں سے بھی ہمیشہ کو جرم بند ہو جائے وہ حاصل نہ ہوگا جیسے آپریشن کہ نہ ضرورت سے زیادہ ہوتا ہے کہ تکلیف و ظلم ہے نہ کم کہ بے فائدہ ہے سزا سے صرف تکلیف دینا مقصود نہیں یہ تو خود انسانی ہمدردی کے خلاف ہے بلکہ جرم کا چھڑانا اور سچا مسلمان بنانا مقصود ہے اور سزا جرم چھڑانے کے درجہ کی نہ ہوگی تو انسان بنانے کی چیز نہ ہوگی بلکہ انسانی ہمدردی کے بالکل خلاف اور

(۱) حیوانی صفات کے بجائے فرشتوں کی صفات پیدا ہوتی ہیں (۲) جیسا جرم ہوگا ویسی ہی سزا ہوگی۔

انسان کو بہائم (۱) میں داخل کرنے کی چیز ہوگی ایسی سزا تو انسان دشمنی اور تمام معاشرہ وقوم کو برباد کرنے کا ذریعہ ہوگی انسان کو فرشتوں کی صف سے دور اور انسانی حالات سے ہٹا کر بہیمی افعال (۲) اور اوصاف کا حامل ایک جانور بنانے کی سعی ہوگی۔ آپریشن کے معاملے میں غور کر کے نظیر سے یہ خوب سمجھ میں آسکتا ہے کہ کم آپریشن کرنا اور پورہ مادہ فاسدہ (۳) نہ نکالنا ہمیشہ کے لئے جسم کو فاسد بنانا (۴) ہے۔

سزاؤں کی اقسام

اسلام میں سزائیں دو قسم کی ہیں ایک تو وہ ہیں جو ہر مجرم کیلئے یکساں مقرر فرما دی گئی ہیں ان کو حد کہا جاتا ہے، جو ہر عالم، جاہل دولتمند، غریب شرقی، غربی، جنوبی، شمالی شہری و دیہاتی سب کیلئے یکساں ہیں، یہ سب حدود ہیں ان میں کسی کیلئے کمی کسی کیلئے بیشی (۵) حرام ہے۔

دوسری قسم تعزیر ہے جس کی مقدار شریعت کی طرف سے مقرر نہیں ہے۔ حاکم وقت کی رائے پر ہے کہ وہ جرم کے موافق ایسی سزا دے جس سے یہ جرم اس سے بھی اور دوسروں سے بھی چھوٹ سکے۔ سزا نہ ایسی ہلکی ہو کہ یہ فائدہ نہ حاصل ہو سکے اور وہ انسداد جرائم کی بجائے اشتداد جرائم (۶) کا ذریعہ

---

(۱) جانوروں (۲) جانوروں کے سے افعال اور صفات کا حامل شخص بنانے کی کوشش ہوگی (۳) خراب مادہ (۴) ناکارہ (۵) کسی کو کم کسی کو زیادہ (۶) جرم کی روک تھام کے بجائے اس کی زیادتی کا سبب بن جائے۔

بن جائے نہ ایسی سخت ہو کہ ظلم بن جائے جس کا معیار مقررہ حدود سے کم کم ہونا ہے چونکہ تعزیرات مختلف ہوتی رہتی ہیں، جرم کی خفت وشدت (۱) اور مجرم کی حیثیت کے موافق جس جس صورت کی بندش متوقع ہو گی وہ ہو گی جو کچھ دیر محبوس (۲) کرنے سے لیکر جلاوطنی اور قتل تک ہو گی۔ ان کی تفصیلات طویل ہیں وقت ضرورت معلوم کی جا سکتی ہیں، جو اسلامی قانون یعنی ہزار سالہ فقہ (۳) میں درج ہے جس کا ہر مسئلہ قرآن وحدیث سے راجح اور قوی کا انتخاب کر کے جمع شدہ ہے۔ ضرورت کے وقت اسکو بھی پیش کیا جا سکتا ہے۔ اس وقت تو صرف دو کو جو ہر فرد کو عام ہیں اور مقررہ ہیں، پیش کیا جا رہا ہے۔

حجۃ اللہ البالغہ ج۲ ص ۱۱۸ پر حضرت شاہ ولی اللہؒ نے فرمایا کہ معلوم کر لو کہ اللہ تعالیٰ نے بعض گناہوں میں حد کا حکم دیا ہے اور یہ وہ گناہ ہیں جو فسادات کی کئی کئی صورتوں کے جامع ہیں اور ملک میں فساد برپا اور مسلمانوں کے اطمینان کا قلع قمع (۴) کرتے ہیں اور اولاد آدم کے نفسوں میں ایسا داعیہ پیدا کرتے ہیں جو مسلسل بھڑکتا رہتا ہے اور ایسا شوق پیدا کرتے ہیں کہ دلوں

---

(۱) جرم کے ہلکے اور سخت ہونے کے اعتبار سے اور مجرم کے اعتبار سے سزا میں کمی زیادتی ہو گی

(۲) قید کرنے (۳) فقہ کی سب کتابوں میں موجود ہیں جو ایک ہزار سال سے زائد سے طبع ہو رہی ہیں (۴) مسلمانوں کے اطمینان کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتے ہیں۔

میں پیوست ہو جانے کے بعد آدمی ان سے علیحدہ نہیں ہو سکتے۔ اور ان سے اس قدر ضرر[۱] ہوتا ہے کہ مظلوم اکثر اوقات اس کو خود سے دفع[۲] نہیں کر سکتا۔ اور گناہ کثرت سے لوگوں میں واقع ہونے لگتے ہیں۔ تو ایسے گناہوں کیلئے عذاب آخرت سے ڈرانا کافی نہیں ہوتا۔ ان کیلئے سخت ملامت کا انتظام اور سزا کا اہتمام ضروری ہے تاکہ وہ ایسے گناہوں سے باز آسکیں۔ یعنی جتنا سخت گناہ ہے اتنی ہی سخت سزا و ملامت ہونی لازم ہے۔

کیا اسلامی سزائیں سخت ہیں؟

بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ شرعی سزائیں بہت سخت اور مہذّب، ملک و معاشرہ کیلئے نامناسب ہیں۔ مگر وہ لوگ صحیح غور نہیں کرتے۔ اول تو مہذّب[۳] ہی وہ ہے جو قانون خصوصاً خدائی قانون کا پورا احترام کرتا ہو۔ اس کی خلاف ورزی اس کیلئے سوہانِ روح[۴] ہو تو ایسے شخص کے لئے تو سزا کی ضرورت ہی نہیں۔ سزا تو قانون کی حدود کی شکست[۵] و ریخت پر ہوتی ہے۔ اور لوگوں کو صحیح تہذیب کا جس کا مرقع یہ قانون ہے، خوگر بنانے مہذب ترین انسان بنانے اور دونوں جہانوں میں سرخرو کرنے کیلئے ہوتی

---

(۱) نقصان (۲) دور (۳) تہذیب یافتہ ہی وہ ہے (۴) روح کو تکلیف دینے کا باعث ہو (۵) قانون کی حدود کو توڑنے پر ہی دی جاتی ہے۔

ہے۔اسلامی سزائیں درحقیقت سزائیں نہیں، انسان کو صحیح انسان بنانے اور تمام دنیا کو امن وامان بخشنے کا ذریعہ ہیں، ایک لاعلاج مرض کا فوری وکامل علاج ہیں کہ جیسا امن وامان ان سے قائم ہوتا ہے دنیا بھر میں اس کی کوئی مثال نہیں ہوسکتی۔ دوسرے ان کو سخت اس وقت کہا جاسکتا ہے جبکہ وہ جرم کی بدی وبرائی سے بہت زیادہ سخت ہوں۔ اگر کوئی شخص ایسا خیال کرتا ہوگا تو یقیناً وہ کسی غلط فہمی میں مبتلا ہے یا کافروں کے میل جول پر وہ اس جرم کو سخت جرم ہی نہیں سمجھتا۔ یا جرم کے عادی لوگوں سے میل جول یا ان کے فعل میں شرکت رکھتا ہے جس کی وجہ سے جرم کو ہلکا سمجھتا ہے۔ اور سزا کو سخت۔ اس لئے یہاں ہر ہر جرم کے متعلق بھی عرض کرنا ہے اور کتنی سخت سزا اس کی سختی کے برابر ہوسکتی ہے پھر اسلامی سزا کیسی ہے تیسرے بالفرض یہ تسلیم کرلیا جائے کہ واقعی اسلامی سزائیں سخت ہیں گو جرم کی سختی سے زائد سخت نہیں تو اس پر غور کرنا ضروری ہوگا کہ کسی مجرم خصوصاً کسی عادی مجرم سے جرم چھڑانے کیلئے کیا نرم سزا کارآمد ہے یا سخت بلکہ سخت ترین طبعی اور فطری طریقہ اور ہر شخص کے دن رات کے تجربہ کا طریقہ ہے کہ وہ اپنے بچوں، نوکروں، شاگردوں، ماتحتوں اور زیر اثر لوگوں کو برائیوں سے بچانے کیلئے جب نصیحت کرچکتا ہے اور وہ باز نہیں آتے تو اگر خاموشی اختیار رلیتا یا نرم نرم باتیں

کرتا ہے تو کبھی ساری عمر تک ان کی وہ برائی، غلطی گمراہی اور گناہ وجرم نہیں چھوٹ سکتا۔ جب تک سختی نہ کی جائے اور پھر بھی نہ چھوٹے تو سزا سے کام نہ لے گا یہ ہر شخص کا روزمرہ کا مشاہدہ ہے عورت مرد بچہ سب کا دستور ہے۔ خصوصاً بچہ کے دودھ چھڑانے میں ماں جب تک سختی سے کام نہ لے گی تمام عمر دودھ نہ چھوٹ سکے گا جیسے بعض ہندو خاندانوں میں جاری ہے۔ اس لئے طبعی وفطری یہ ہے کہ جب تک سختی نہ کی جائے گی کوئی برائی اور بدی چھوٹ نہیں پائے گی۔ اور ایسے وقت نرمی کرنا تو اس کے ساتھ دشمنی ہے سختی کرنا ہی خیر خواہی کرنا ہے۔

"جور استاد بہ ز مہر پدر"(۱)۔

لہٰذا جو لوگ سزاؤں کو سخت کہتے ہیں وہ ان جرائم کی سختی سے کسی غلط فہمی کی بناء پر غفلت برتتے ہیں یا اگر سختی وبدی کو محسوس کرتے ہیں، پھر سزا نرم کرنے کے خواہاں ہیں تو وہ ملک وقوم اور معاشرہ کو گندہ وپراگندہ کرنے کے حق میں معلوم ہوتے ہیں اور امن وامان ختم کرنا چاہتے ہیں۔ زندہ مثال آپ کے سامنے موجود ہے کہ سعودی عرب میں حدود جاری کی جاتی ہیں تو آج وہاں بدمعاشیوں چوری، ڈاکوں کے بجائے وہ امن وامان ہے کہ تمام روئے زمین کی کسی حکومت کو یہ امن وامان خواب میں بھی نظر نہیں آسکا ہے

(۱) استاد کی سختی ہی انسان میں خوبی پیدا کرتی ہے۔

ہمارے ملک وقوم کو اگر دنیا بھر کا بے مثال امن وامان مطلوب اور فتنہ فساد کا قلع قمع (۱) منظور ہے جو ہر صحیح فکر وعقل والے کو منظور ہوتا ہے۔ تو اس کو فوراً اسلامی حدود وتعزیرات نافذ کر دینی ضروری ہیں اور ہرگز ان لوگوں کی بات پر کان دھرنے کی گنجائش نہیں جو اپنی اغراض کیلئے ملک ومعاشرہ کی تباہی، بدامنی اور فتنہ وفساد کی کوشش کرتے ہیں اب ہر سزا کا تفصیلی حال پیش ہے۔

چوری کی سزا

﴿والسارق والسارقة فاقطعوا ایدیھما جزاء بما کسبا نکالا من اللہ واللہ عزیز حکیم﴾ (المائدہ:۳۸)

(جو مرد چوری کرے اور جو عورت چوری کرے تو ان دونوں کے ہاتھ کاٹ ڈالو ان کے کردار کے ضمن میں بطور سزا کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ بڑے قوت والے بڑے حکمت والے ہیں۔)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قراءت میں ایمانھما (داہنے ہاتھوں کو) ہے اور دوبارہ چوری کرے تو بایاں پاؤں یہ دارقطنی وطبرانی کی حدیث ہے پھر بھی کریگا تو جب تک قرائن (۲) سے سچی توبہ نہ کرے جیل میں

---

(۱) فتنہ فساد کو اگر بالکل ختم کرنا چاہتے ہیں (۲) جب تک اس بات کا یقین نہ ہو جائے کہ سچی توبہ کر چکا ہے۔

رکھا جائے گا مصنف ابن ابی شیبہ میں حضرت علیؓ سے اور کتاب الآثار میں یہ حدیثیں ہیں اور ہاتھ کم از کم دس درہم کی قیمت کی چیز پر کاٹا جائے گا جیسے عبداللہ بن مسعودؓ سے مصنف عبدالرزاق کی حدیث میں ہے چوری پر ہاتھ کاٹنا بہت حدیثوں میں ہے المغنی، شرح الکبیر دونوں میں ہے کہ چور کا ہاتھ کاٹنے کے فرض ہونے پر سب کا اجماع ہے۔ ج۱ص ۲۳۹: تفسیر کبیر میں ہے کہ اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ نہ دونوں ہاتھوں کا ساتھ کاٹنا واجب ہے نہ اول بائیں ہاتھ کا کاٹنا (ج ۳ص ۵۹۲) زیلعی کنز میں ہے کہ تمام اماموں نے گٹہ پر سے کاٹنا لکھا ہے لہٰذا فعلی اجماع ہے۔ اس کے خلاف جائز نہیں ج ۳ ص ۲۲۴) آگے ہے کہ دوسری بار میں پاؤں کاٹنے پر بھی اجماع ہے۔[1]

چوری کی وجہ سے ہونے والے عظیم نقصانات

شاید یورپ سے مرعوب یا مسحور[2] دماغ ان سزاؤں کے مقابلہ میں چوری کو ہلکا جرم سمجھتے ہیں تو اول تو چوری دس درہم (ساڑھے بارہ ماشہ چاندی) جو چھ روپیہ تولہ کے حساب سے آج کل پندرہ روپے پچھتر پیسے کی

(۱) یعنی اس پر بھی اجماع ہے کہ اگر دوبارہ چوری کرے تو بایاں پیر کاٹا جائے گا (۲) جن لوگوں کے دماغ یورپی سحر میں مبتلا ہیں۔

ہوتی[۱] ہے۔غریب کیلئے مرغ کو تکلہ کا داغ[۲] ہے۔دوسرے یہ کم ازکم درجہ ہے زیادہ سے زیادہ تو لاکھوں کروڑوں تک کی نوبت پہنچ جاتی ہے۔وہ دولت مند جو ایک منٹ میں محتاج بنا دیئے گئے، بھیک مانگنے کے قابل بن گئے ان پر اوران کے تمام عزیز واقارب پر کیا قیامت گزرے گی،تیسرے بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ طالب علم غریب کہیں سے فیس حاصل کر کے رکھتا ہے کہ اگر اب داخل نہ کی گئی تو داخلہ نہ ہو سکے گا۔اور سال پورا ضائع ہو جائے گا مگر چور نے ہاتھ کی صفائی دکھلا دی تو سال بھر غریب تڑپتا رہے گا۔

اور چوتھے یہ بھی ہوگا کہ مقدمہ دائر ہے مالیانہ یا کسی ٹیکس کا روپیہ داخل کرنے کی آخری تاریخ آ گئی ہے بہت کوشش کر کے روپیہ فراہم کیا کہ صبح کو داخل کر کے نیلام یا جیل سے بچ سکے گا رات کو چور صاحب نے صفایا کر دیا۔جائداد نیلام پر چڑھ گئی یا میاں صاحب کو جیل ہوگئی،گھر بھر زندہ کا ماتم کدہ بن گیا۔

پانچویں یہ صورت بھی ہوسکتی ہوگی کہ کرایہ کی ٹیکسی یا رکشا چلائی ،سخت گرمی اور لو میں کام کیا اتنا روپیہ جمع کرلیا اس سے دن کا کرایہ بھی مالک کو دیدیں اور بچوں کی روٹی پانی کا بھی انتظام کر دیں کہ چور صاحب نے اُڑا لیا

---

(۱) آج کل تو چاندی سو روپے تولہ ہے (۲) جو پیسہ پیسہ کا محتاج ہو ضرورت شدید ہو تو پھر ایک دو روپے کی بھی اہمیت ہوتی ہے۔

اب بچے الگ رو رہے ہیں مالک الگ سر پر سوار ہے نہ باہر چین نہ اندر چین چھٹے تمام مہینہ انتہائی محنت سے کام کیا دھوپ، لو، بارش، آندھی، اولے پالے سردی کسی کو رکاوٹ نہ بننے دیا بلکہ نزلہ زکام بخار کی بھی پروانہ کی مہینہ پورا ہوا تنخواہ ملی قرض خواہوں کا قرضہ دینا تھا بچوں کی فیس داخل کرنی تھی گھر کے کھانے پینے کا سامان تھا کہ چور صاحب نے چوری کر لی اور سخت پریشانی میں مبتلا کر دیا۔ ساتویں تجارت کیلئے کل جائداد فروخت کر کے مال خریدنے اور زندگی کا سہارا بنانے کیلئے منڈی کا سفر کیا۔ مال کا سودا ہوا تو چور صاحب جیب خالی کر گئے تھے مال والے سے شرمندگی جائداد کی فروختگی کا قلق[1] مال نہ ملنے سے کاروبار نہ ہو سکنے اور بال بچوں کے کھانے پینے دوادارو اسکول کی فیسوں کے فکر نے دماغ چکر میں ڈال دیا اور آخر میں خودکشی کے سوا کچھ نظر نہ آیا بلکہ بعض مرتبہ تو سارے گھر کی خودکشی کی نوبت آسکتی ہے۔ آٹھویں بیمار کی حالت زار ہے کسی سخت قیمتی دوا کی ضرورت تھی تیماردار قرض مانگ کر لایا کہ دوا مل جائے گی اور عزیزوں کی جان بچ جائے گی کہ چور صاحب نے سب تجویزیں خاک میں ملا دیں، مریض بھی ملک عدم[2] سدھار گیا۔ اور قرض والوں نے بھی زندگی تلخ کر دی۔ نویں لڑکی کی شادی تھی۔ آج کل

(۱) افسوس (۲) مریض کا بھی انتقال ہو گیا۔

بغیر بہت سے جہیز کے کوئی شادی قبول نہیں کرتا ماں باپ نے تنگی اٹھا کر پیٹ کاٹ کاٹ کر تھوڑا تھوڑا کر کے جہیز تیار کیا تھا اور اتنا کہ تین بچیوں کا کام ہو جائے وقت قریب آ گیا تاریخ مقرر ہو گئی تینوں لڑکیوں کو تیار کر لیا کہ چور صاحب نے کل جہیز غائب کر لیا "نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن" (۱) ان ماں باپ اور سارے خاندان پر کیا گزرے گی اس کا اندازہ سب کر سکتے ہیں ۔دسویں ہو سکتا ہے کہ کوئی سخت ضرورت کا سفر ہو فوراً جانا ہو، خواہ کسی مریض کے خطرہ کی حالت پر یا کاروبار کے کسی اچھے موقع پر مگر ریل یا ہوائی جہاز پر پہنچ کر معلوم ہوا کہ کوئی صاحب رقم صاف کر گئے ہیں ۔اب جو پریشانی اور قلق (۲) اس شخص کو ہوگا اندازہ کر لیا جائے ۔خصوصاً جبکہ اس کے پاس نہ اور اثاثہ (۳) ہو نہ کوئی آسرا ہو ۔گیارہویں چوری والے گھر کے آس پاس کے گھروں میں خوف وہراس پیدا ہو کر ذہنی تشویش راتوں کی نیند اڑانے والی فکر اور امن وامان رخصت سکون واطمینان کافور، (۴) تمدن ومعیشت پر سراسیمگی (۵) طاری ہو گی۔

نمونہ کیلئے چند روزمرہ کی پیش آنے والی مثالیں دیدی ہیں آپ غور کریں گے تو ایسی سینکڑوں صورتیں یاد آ جائیں گی جو وقتاً فوقتاً پیش آتی رہتی

---

(۱) کوئی راہ فرار نہیں ہے (۲) افسوس (۳) پیسہ وغیرہ (۴) سکون واطمینان ختم (۵) خوف کی کیفیت طاری ہو۔

ہیں اور بعض اخباروں میں بھی آجاتی ہیں اب غور کیجئے سوچئے اور دیکھئے کہ اس خطرناک اقدام کی جس سے کئی گھروں کئی خاندانوں کی زندگیاں تلخ ہو جاتی ہیں کیا اس سے روکنے والی سزا یہ کافی ہوسکتی جو کافروں نے مسلمانوں میں فسادات پیدا کرنے کیلئے تجویز کی تھیں اور اب تک وہ چلی آرہی ہیں کہ چندروز کیلئے اسکو جیل بھیج دیا۔ پکا پکایا بے فکری کے ساتھ روزانہ کھانا ملتا ہے پہننے کو کپڑے مل جائیں زیادہ سے زیادہ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کیلئے کوئی کام بھی دے دیا جو دن بھر زمین کھودنے اینٹیں ڈھونے دھوپ لو چلنے سے بچاؤ اور گھر سے اچھا کھانا ملنے لگا یہی تو سبب ہے کہ ایک بار جیل بھگتنے کے بعد چور ڈھیٹ ہوجاتا ہے اور تمام عمر یہ کام نہیں چھوڑتا اور عادی ہوکر حکومت کیلئے وبال بن جاتا ہے۔

بطور سزا داہنا ہاتھ کاٹنے کی وجہ

اب سزا کیلئے یہ دیکھئے کہ دوسروں کو پریشانی تلخ زندگانی اور موت وحیات کی کشمکش میں مبتلا کرنے کا ذریعہ اس کا صرف داہنا ہاتھ ہی ہے جس سے اس نے یہ حرکت کی ہے دوسرا ہاتھ اور دونوں پاؤں اس کے مددگار ہیں اصل کام صرف داہنے ہاتھ کا ہے اس لئے اس کو قلم[1] کردینا ضروری ہے اگر

---

(۱) کاٹ دینا۔

دوبارہ پھر حرکت ہو سہ بارہ[۱] اور چوتھی بار ہو تو معین ہاتھ پاؤں بھی اڑا دینے چاہئیں[۲] مگر خلاق رحیم کریم کی پھر شفقت[۳] ہے کہ دوسری بار میں داہنا پاؤں نہیں بایاں ہاتھ نہیں صرف بایاں پاؤں کاٹا جاتا ہے تاکہ بالکل معذور ہو کر نہ پڑ رہے۔ بائیں ہاتھ کی بغل میں لکڑی لگا کر داہنے پاؤں سے چل پھر کر ضرورتیں پوری کر سکے۔

ایک بات اور بھی ہے کہ چوری خفیہ طور سے کسی کی حفاظت میں سے لینے کو کہتے ہیں اور ایسے وقت چور ڈرتا رہتا ہے مثل مشہور ہے کہ پتہ کھڑکا چور بھڑکا تو جلدی سے لینا اور بھاگنا چاہتا ہے۔ جلدی اور قوت سے یہ کام کرنا داہنے ہاتھ کا ہوتا ہے اور بھاگنے میں ہاتھ بھی مدد دیتا ہے اور پاؤں تو اصل ذریعہ ہی ہیں اس لئے دونوں پاؤں قطع ہونے چاہئیں مگر رحیم کریم ذات نے درجہ بدرجہ ایک ایک قطع کر دیا ہے کہ دین و دنیا کے کاموں سے بالکل بیکار نہ ہو جائے۔ اور پھر بھی باز نہ آئے تو اس کے بائیں ہاتھ داہنے پاؤں کا بھی نمبر آنا تھا مگر رحیم کریم ذات نے اس کی حاجتوں کی تکمیل کا ذریعہ باقی رکھا اور حبس دوام[۴] وہ بھی تا توبہ خالص تجویز فرمایا تاکہ کسی وقت تو نیک اور مہذب بن جائے جو سزا کا اصل مقصد ہوتا ہے اور دوسرے بھی

---

(۱) تیسری بار (۲) وہ ہاتھ پاؤں جو اس کے مددگار ہیں کاٹ دینے چاہئیں (۳) پیدا کرنے والے رحیم و کریم خدا کی بڑی مہربانی ہے۔ (۴) ہمیشہ کے لئے قید کرنا نہیں بلکہ صرف توبہ خالص کرنے تک قید رکھا جائے گا۔

اس سے عبرت لے سکیں

غور کیجئے کہ ہر ایک کی کس قدر رعایت ہے اور جب تک مال موجود ہو گا واپس کرنا ہو گا کہ حرام طریق پر لینے سے مالک کی ملک سے نہیں نکل سکتا مزید اور کرم یہ ہے کہ بغل تک ہاتھ نہیں کاٹا جاتا بلکہ گٹے تک جیسے کہ بیہقی اور مستدرک کی حدیث میں ہے۔ اور پھر داغ دیا جاتا ہے جیسے کہ ان کی دوسری حدیث میں ہے تاکہ نہ بالکل معذور ہو نہ ختم ہو جائے دوسری بار میں بایاں پاؤں اور پھر حبس دوام۔ حضرت علیؓ سے مصنف ابن ابی شیبہ میں ہے ورنہ ایسے جرم کا تقاضا تو اس کو ختم کر دینے کا ہے مگر رحیم ذات نے رحم فرمایا کہ کسی وقت بھی نیک بن سکے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ قانون بن گیا تو سب ہاتھ کٹے پھرا کریں گے۔ مگر یہ بات صرف یورپ سے مرعوب ہو کر کہی جا رہی ہے۔ ورنہ کیا وہ پاکستان کے تمام باشندوں کو چور ہی چور سمجھتے ہیں۔ اور پھر ایک دم سب کا ایک وقت میں چوری کرنا فرض کرتے ہیں کہ دوسرے کی سزا کو دیکھنے سے پہلے ہی سب ایک دم چوری کریں گے۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ اگر آج حکومت اعلان کر دے کہ چوری کی سزا ہاتھ قلم کر دینا ہے تو تمام چوریاں ایک دم بند ہو جائیں گی۔ شاذ و نادر ہی کوئی کر سکے گا وہ بھی اس خیال سے کہ ممکن ہے یہ سیاسی طور سے دھمکی ہو اور اس پر عمل نہ ہو جیسے بعض قوانین میں ہو رہا ہے۔ اور جب چند لوگوں کے

ہاتھ کٹے ہوئے منظر عام پر لٹکے ہوں گے پھر سوچ کر بتایئے کہ کون ایسا جری ہوسکتا ہے کہ چند روپیوں کے لئے جو "مال حرام بود بجائے حرام رفت"(۱) قاعدے سے ہوا(۲) ہو کر اڑ جایا کرتے ہیں اور سب کا اور خصوصاً چوروں کا خود تجربہ بھی ہے۔ تمام عمر کے لئے ہاتھ جیسی رحمت سے محروم ہو جائے اور جہاں جائے جس مجلس میں شریک ہو ہاتھ کٹا ہونا اس کا سائن بورڈ ہو کہ اس نے چوری کی ہے۔ تما عمر کے لئے ہاتھ سے بھی اور تمام عمر کے لئے عزت سے بھی محروم ہو جائے بلکہ تمام عمر کی بدنامی ذلت اور مع زندہ دلیل(۳) کے حاصل کرلے کیا کوئی یقین کرسکتا ہے کہ پاکستان میں ایسے ہی احمق رہتے ہیں جو چند روپیوں اور چند روزہ مال کے بدلے ہاتھ سے عمر بھر کی محرومی بے عزتی اور ذلت کا بورڈ لگالیں گے۔

اگر عقل کو اتنے غور کی تکلیف نہیں دی جاسکتی تو خود حج کو جا کر دیکھیں اور تحقیقات کریں یا کم از کم وہاں سے آنے والے مقامیوں یا حاجیوں سے ہی تحقیق کرلیں کہ وہاں کتنے ہاتھ کٹے نظر آسکے ہیں؟ معلوم ہوا ہے کہ اس پچاس سالہ دور حکومت میں صرف نو دس ہاتھ کٹے ہیں اور چوری کا یہ عالم ہے کہ نماز کے وقت کھلی دکانیں چھوڑ کر حرم شریف میں چلے جاتے ہیں، سینکڑوں میل رات کو سونا چاندی لے کر سفر کرتے ہیں اچھالتے بناتے چلے جاتے ہیں اور ایک

(۱) حرام طریقہ سے کمایا گیا مال حرام جگہ ہی خرچ ہوتا ہے (۲) حرام مال جلد ختم ہوتا ہے (۳) اس کا ہاتھ کٹا ہوا ہونا اسکی کھلی دلیل ہوگی کہ یہ شخص چور ہے۔

پائی کا نقصان نہیں ہوتا بلکہ جو چیز کہیں بھول جائیں تو اخبارات میں اعلان ہوتا ہے اور نشانی بتانے پر مل جاتی ہے۔

کیا تمام دنیا کے تختہ پر کہیں چوری ڈاکہ سے ایسا امن وامان ہے جیسا سعودی حکومت میں شرعی سزا نافذ کرنے کی بدولت پچاس برس سے ہے؟ اگر پاکستان کے ذمہ دار حضرات چوری ڈاکہ سے امن وامان چاہتے ہیں تو شرعی سزا جاری کرنے سے ہی یہ بے مثال امن مل سکتا ہے جس کی ایک نظیر بھی قائم ہے کافروں کے خیالات سے قطع نظر کر کے حقیقت پر نظر کرنی ضروری ہے۔

اسلامی سزاؤں کے نفاذ کی مخالفت کی وجہ

جو لوگ انگریزوں والی سزاؤں کے حامی ہیں وہ انگریز کی چالوں کے شکار اور ان سے مرعوب ہیں وہ تو ہندوستان و پاکستان کو ان فسادات میں مبتلاء کرنا چاہتے تھے اور کر گئے تو اب تو ہوش کرنا چاہیئے ان سزاؤں کا باقی رہنا فتنہ وفساد کی پرورش کرنا بلکہ ترقی دینا ہے اگر ملک میں نہایت اطمینان بخش امن وامان پیدا کرنا ہے تو وہ اسلامی سزا سے ہی ہوگا۔

یہ بھی عجیب منطق ہے کہ یہ سزا مہذب ملکوں کے خلاف ہے معلوم نہیں کہ مہذب کا مفہوم ہے کیا؟ تہذیب تو اسی کا نام ہے کہ بدیوں اور بدیوں کے مادہ کو نکال دیا جائے اور نیکی اور اس کے مادے پیدا کر دیئے

جائیں تو ذرا غور کر کے دیکھ لیا جائے کہ بدیاں اور ان کا مادہ اس شرعی سزا سے ڈور ہوتا ہے یا اس انگریزی سزا سے؟ جس کے متعلق روز کا تجربہ ہے کہ ایک بار کا سزا یافتہ ہمیشہ کے لئے عادی مجرم بن جاتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ جملہ کسی عادی مجرم نے سزائے حقیقی سے بچنے کے لئے گھڑا ہے یا کسی دشمن قوم نے ہمارے ملک میں سے امن وامان کا جنازہ نکالنے کے لئے کھڑا کیا ہے ورنہ مدتوں کا تجربہ اور عقل دونوں شاہد ہیں کہ موجودہ سزا جرائم کی ترقی کا ذریعہ ہے اور ان کا جاری رکھنا ملک وقوم کو تباہی کے گھاٹ اُتارنا ہے اور ملک وقوم کو مہذب بنانے کے لئے ہی تو سزا درکار ہے اسی سے بدی چھوٹتی اور نیکی پیدا ہوتی ہے یہی صحیح مہذب بناتی ہے ورنہ نام مہذب کہہ کر چور ڈاکو امن وامان کو تباہ کرنے والا شریف زندگی کو محال بنانے والا بناتا ہے۔

اسلامی سزاؤں میں رعایت حقوق

بہت ممکن ہے کسی کے ذہن میں یہ شبہ بھی آجائے کہ چوری میں اصل کام داہنے ہاتھ کا تھا اس کا قلم (۱) کر دینا بیشک قرین عدل وانصاف ہے تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ زنا کی حد میں بھی مرد وعورت کے جس عضو سے اس جرم کا ارتکاب ہوتا ہے وہ بھی قلم ہونا چاہیئے جیسے یہاں یہ انصاف ہے وہاں کیوں نہیں اگر وہاں نہیں تو پھر یہاں کیوں ہے؟

(۱) کاٹ دینا۔

تو اصل بات یہ ہے کہ یہاں چار چیزیں تھیں دونوں ہاتھ دونوں پاؤں جن سے یہ کام انجام پاتا ہے اور حکمت و رحمت کا تقاضا یہ تھا کہ سزا بھی ہو اور ایسی سزا کہ خود اس کو بھی عبرت ہو اور دوسروں کو بھی عبرت ہو مگر اس کو بالکل ختم کرنا نہیں ورنہ ایسی سخت حرکات پر تو قتل کر دیا جاتا مگر مقصد یہ ہے کہ وہ مہذب اور نیک بن سکے گزشتہ کی تلافی کر سکے توبہ و اصلاح اور نیک عمل کر سکے یہ حاصل نہ ہوتا اسی لئے چار میں سے دو پر یکے بعد دیگرے قطع وارد (۱) فرمائی۔ اور پھر اس کو حبسِ دوام (۲) تا توبہ کی سزا دی ہے اور زنا میں تو تمام جسم کے ہر ہر عضو کو لذت حاصل ہوتی ہے گو کم و بیش کا فرق ہو سب کو چھوڑ کر صرف ایک پر سزا جاری کرنا قرین انصاف (۳) نہ تھا۔ اس لئے تمام ہی جسم سزا کا مستحق ہے سنگساری یا کوڑے کا جس کا بیان انشاء اللہ آگے آئیگا۔ اور عضو کے قطع کرنے سے تو اس کو بیکار کر دینا تھا کہ یہ عضو ایک ایک ہی ہے بخلاف چوری کی سزا کے کہ وہاں ہاتھ بھی دو ہیں اور پیر بھی ایک ایک رہنے سے بیکار و مجبور کہ جائز کام بھی نہ کر سکے نہیں بنتا اور پھر قطع کرنے پر تو نسل کا ختم کرنا تھا حالانکہ انسان میں یہ قوت نسل کے لئے اور تمام دنیا کے قائم رہنے کا ذریعہ بنانے کے لئے دی گئی ہے ایسا کرنا منشاء تخلیق کے خلاف تھا ہاں اس کو برے استعمال سے بچانا ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ

---

(۱) پہلی چوری پر دایاں ہاتھ اور دوسری پر بایاں پاؤں کاٹنے کا حکم دیا (۲) سچی توبہ کرنے تک قید میں رکھنے کا حکم دیا (۳) زنا کی صورت میں صرف عضو تناسل کا کاٹنا انصاف نہیں ہے۔ کہ لذت تو پورے جسم نے حاصل کی سزاء صرف ایک عضو کو ملی۔

قیامت میں کثرت امت پر فخر فرمائیں گے تو یہ حرکت تقلیل (۱) امت کا سبب بن جاتی، نیک سے بد اور بد سے نیک بلکہ مومن سے کافر اور کافر سے مومن پیدا ہونے کا بھی معمول جاری ہے تو اس کے قصور کی سزا قیامت تک ہونے والی نسل خصوصاً نیک پر بھی جاری کرنا قرین انصاف نہیں تھا۔ مگر آگے انشاء اللہ آئے گا کہ زنا میں قتل کا جرم بھی لازم آتا ہے۔

ڈاکہ کی سزا

﴿انما جزاء الذین یحاربون اللہ ورسولہ ویسعون فی الارض فسادا ان یقتلوا او یصلبوا او تقطع ایدیھم وارجلھم من خلاف او ینفوا من الارض ذلک لھم خزی فی الدنیا ولھم فی الآخرۃ عذاب عظیم﴾ (المائدہ آیت ۳۳)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑتے ہیں اور ملک میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں ان کی یہی سزا ہے کہ قتل کیے جائیں یا سولی دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف جانب (۲) سے کاٹ دیئے جائیں یہ ان کے لئے دنیا میں سخت رسوائی ہے۔ اور ان کو آخرت میں عذاب عظیم ہوگا۔

(۱) امت کی کمی کا سبب بن جاتی (۲) دایاں ہاتھ بایاں پاؤں۔

قطاع الطریق کون ہیں؟

روح المعانی ج ٦ ص ١٠٦ پر ہے کہ اکثر مفسرین اور تمام فقہاء کے نزدیک یہ حکم ڈاکوؤں کا ہے اور یہاں مضاف محذوف ہے، اللہ و رسول ﷺ کے دوستوں یعنی مسلمانوں سے لڑنا مراد ہے۔ یہ قطاع الطریق کہلاتے ہیں یعنی لوگوں کو راستہ سے قطع کرنے والے اور حرب جنگ اور چھین لینے کو کہتے ہیں مگر یہاں مراد راستہ بند کر دینا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کھلم کھلا چوری پر آ پڑنا ہے خواہ شہر ہی کے اندر ہو عینی شرح بخاری میں ہے کہ یہی قطاع طریق یعنی مسلمان ڈاکوؤں کے بارہ میں آیت کا حکم ہونا امام ابو حنیفہؒ و امام مالکؒ و امام شافعیؒ کا قول ہے (ج ۲ ص ۲۸۴ جدید)

ہدایہ میں ہے کہ ایک جماعت قوت والی ہو یا تنہا ہو کہ بچنے پر قدرت رکھتا ہو اور فقہ میں شہر سے مسافت سفر پر ہونا درج ہے مگر فتویٰ امام ابو یوسفؒ کے قول پر ہے کہ مسافت سفر سے کم یا شہر ہی میں ہو (زیلعی ج ۱ ص ۲۳۵) درِ مختار میں بھی ہے اگرچہ شہر کے اندر رات کے وقت، ہو اسی پر فتویٰ ہے اور شامی میں ہے کہ ہتھیاروں کے ساتھ ہو یا بلا ہتھیار اور دن میں ہو تو ہتھیاروں کے ساتھ اس پر مشائخ نے فتویٰ دیا ہے (ج ۳ ص ۲۳۲)۔

سوال و جواب

سوال یہ ہوسکتا ہے کہ جب قرآنی لفظ یحاربون اللہ ورسولہ (اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول سے لڑتے ہیں) ہے تو مفسرین وفقہاء نے مسلمانوں سے لڑنا کیوں مراد لیا ہے۔ جواب یہ ہے کہ آیت میں آگے یہ بھی ہے: "الا الذین تابوا من قبل ان تقدروا علیھم فاعلموا ان اللہ غفور رحیم" (سوائے ان کے جو اس سے توبہ کرلیں اس پہلے کے تم ان کو پکڑ لو تو جان لو کہ اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والے، بہت رحم والے ہیں۔) اور قرآن و حدیث میں بہت جگہ ثابت ہے کہ جو خدا تعالیٰ سے جنگ کرے یا رسول اللہ سے کرے وہ کافر ہے اور کفار اھل حرب(۱) کی سزا قتل و جہنم ہے۔ انہیں یہ سزا دے کر نہیں چھوڑا جا سکتا۔ (ماخوذ از فتح الباری ج ۲، ص ۹۱) اس کا معاملہ پکڑنے کے بعد اور پہلے کا یکساں ہے، جو حکم پہلے ہے وہی بعد میں ہے۔ (از خازن) یعنی کافر اسلام لے آئے، توبہ کرلے تو اسلام گناہوں کو ختم کر دیتا ہے پکڑنے سے پہلے ہو یا بعد میں۔ اگر کافر و مرتد مراد ہوتے تو "اس سے پہلے کہ تم ان کو پکڑ لو" بے فائدہ ہوتا۔

مسلمانوں سے لڑنے کو مسلمانوں کے اعزاز کے لئے اللہ و رسول

---

(۱) وہ کافر جو مسلمانوں سے لڑیں۔

سے لڑنا فرما دیا گیا ہے۔ (روح المعانی) اور یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے امن وامان کو انتہائی درجہ پر فوت کرنا ہے جان کو بھی امن کو بھی مال کو بھی (بحر(۱)) یہ سب سزائیں اللہ تعالیٰ کے حق پر زیادتی سے اور کھلم کھلا اللہ سے جنگ کرنے کی وجہ سے حق اللہ ہیں اس لئے کسی کے معاف کرنے سے معاف نہ ہوں گی اور صرف بعض کے کرنے سے بھی سب کو سزا ملے گی (زیلعی کنز) اس لئے یہ جنگ گو بظاہر مسلمانوں سے ہے مگر حقیقت میں اللہ رسول سے جنگ ہے اس لئے اللہ رسول سے لڑنا فرما دیا گیا ہے اسی بناء پر اس کی سزائیں چوری کی سزاؤں سے سخت ہیں۔

ڈاکو کی سزا سخت ہونے کی وجہ

حجۃ اللہ البالغہ میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں کہ انبوہ(۲) لوگوں کا ایسے لوگوں سے خالی نہیں ہوتا جن میں درندگی کا غلبہ ہو جرأت بہت ہو قتل کے لئے منظم ہوں تو وہ قتل وغارت لوٹ مار میں کمی نہیں کرتے یہ چوری سے سخت فساد ہے لوگ اپنے مال چوروں سے محفوظ کر سکتے بھی ہیں۔ یہاں ایسا نہیں ہو سکتا اور راستوں میں تو حکام اور عوام کی مدد بھی نہیں مل سکتی، ڈاکو شیر دل اور جری بھی ہوتا ہے اور پھر ان میں تنظیم واتفاق ہوتا ہے، چور میں یہ نہیں ہے لہٰذا ان کی سزا کا چور کی سزا سے سخت ہونا واجب

(۱) بحر الرائق (۲) مجمع کثیر۔

ہے (ج ۲ ص ۱۲)

ڈاکوؤں کی چار سزائیں

یہ سزائیں چار قسم کی ہیں بعض اماموں نے تو امام وقت کو اختیار بتایا ہے کہ چاروں میں سے جو چاہے سزا دے دے مگر اکثر علمائے امت کا قول یہی ہے کہ چار سزائیں چار جرموں کی ہیں اور راجح یہی قول ہے۔ حدیث شریف قرآن مجید کا بیان ہے اس میں چار جرموں کی یہ چار سزائیں وارد ہیں، ہر ایک جرم پر چاروں کا اختیار ہونا مرجوح(۱) ہے۔

کیونکہ

نمبر۱: ہر قسم کے جرم پر کسی ایک سزا کا اختیار ہوتا تو سب صورتوں میں ایک ہی سزا زمین سے نکال دینے کا بھی حق ہوتا حالانکہ باجماع امت اس سزا کا سب صورتوں پر دینا درست نہیں۔

نمبر۲: اگر ڈاکو نہ مال لیں نہ قتل کریں تو ہر سزا کے اختیار پر ان کو قتل کرنے کا اختیار لازم آئے گا حالانکہ اس کا جرم فقط نیت ہی نیت ہے کام کچھ نہیں اس لئے ضروری ہے کہ چار سزائیں چار قسم کے جرموں کی ہوں (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۵۹۳)۔

(۱) راجح نہیں ہے۔

اب سزائیں تو آیت میں بیان ہیں مگر جرم بیان نہیں وہ سزاؤں سے خود معلوم ہو جاتے ہیں یہ چار سزائیں جرم کی چار کیفیتوں کی سزائیں ہیں کیونکہ حضرت امام شافعیؒ نے اپنے مسند کے ص ۱۹۲ پر یہ حدیث درج کی ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ (حضور اکرم ﷺ کے چچا زاد بھائی) سے ڈاکوؤں کے بارہ میں (یہ چار باتیں) روایت کی ہیں (۱) جب وہ قتل بھی کریں اور مال بھی لے لیں تو قتل کئے جائیں یا سولی دے دیئے جائیں (۲) اور جب صرف قتل کردیں مگر مال نہ لیں تو صرف قتل کردیئے جائیں سولی نہ دیئے جائیں (۳) اور جب صرف مال لیں اور قتل نہ کریں تو ان کے ہاتھ پاؤں مخالف جانب سے کاٹے جائیں (داہنا ہاتھ بایاں پاؤں) (۴) اور جب صرف راہ والوں کو ڈرائیں دھمکائیں اور مال بھی نہ لیں تو زمین سے ہٹا دیئے جائیں (یعنی حبس دوام[۱] کردیں) تفسیر طبری میں بھی ایسی ہی روایت موجود ہے وہ بھی حضرت ابن عباسؓ سے ہی ہے ذرا ترتیب میں فرق ہے اور پھر اسی صورت کو راجح قرار دیا ہے (ج ۶ ص ۱۳۸) اور خود حضور اکرم ﷺ کا ارشاد بھی ہے۔

ہدایہ کے حاشیہ میں ہے کہ امام شافعیؒ نے مسند میں اور امام محمدؒ نے (کتاب الآثار میں) اور ان کے علاوہ اوروں نے بھی یہ حدیث حضرت

---

(۱) قید مسلسل۔

ابن عباسؓ سے نقل کر کے بیان کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ابو بردہؓ سے مصالحت کی تھی کہ وہ نہ آپ کی مدد کریں گے نہ خلاف کی مدد کریں گے۔ تو کچھ لوگ اسلام لانے کے ارادہ سے آئے ابو بردہؓ کے ساتھیوں نے ان پر ڈاکہ ڈالا اور عہد توڑ دیا تو جبرائیل علیہ السلام ان کے بارہ میں یہ حد لے کر نازل ہوئے کہ جس نے قتل بھی کیا اور مال بھی لیا سولی دیا جائے اور جس نے صرف مال لیا ہے قتل نہیں کیا اس کا ایک ہاتھ پاؤں کاٹ دیا جائے اور جس نے راہ پر صرف ڈرانا دھمکانا کیا ہے اس کو زمین سے نکال دیا جائے (زمین سے نکالنا یہ ہے کہ حبس دوام کر دیا جائے) ج ۲ ص ۵۳۶ گو وہ لوگ ایمان نہ لائے تھے مگر آیت کا مضمون عام ہے عام ہی رہے گا اگر مسلمان ایسا کریں گے تب بھی یہی بحکم ہوں گے امام شافعیؒ والی حدیث سے یہ ثابت ہو رہا ہے۔

تفصیل سزا اور مناسبت

آیت و حدیث سے معلوم ہوا کہ ڈاکوؤں کے چار کام ہیں اور ان کی چار سزائیں ہیں:

حبس دوام کی سزا کی وجہ

(الف) اگر جان و مال دونوں محفوظ رہیں صرف ڈرانا خوف دلانا

ہی واقع ہوا ہو، نہ قتل کوئی ہوا، نہ مال گیا تو اس نے ذہنی وطبعی تکلیف پہنچائی اور وہ پوری بستی یا محلّہ یا گھرانہ کو اور خدائی وحکومتی امن وامان کے حکم کے مقابلہ میں علم بغاوت بلند کیا ہے کہ زور شور سے آئے۔ بعض دفعہ خوف کی شدت سے ضعیف مرد یا بعض عورتیں بیہوش ہو جاتی ہیں۔ بعض کا دماغ فیل ہو جاتا ہے بعض کی دل کی حرکت بند ہو کر موت واقع ہو جاتی ہے۔ بعض عورتوں کے حمل ساقط ہو جاتے ہیں اور امراض اور موت تک پہنچا دیتے ہیں۔ اکثر ڈاکو ہتھیار بند اور دوسرا خالی ہاتھ یہ مستعد اور تیار دوسرا غافل یا سوتا ہوا اور خالی الذہن ہوتا ہے۔ بعض دفعہ کئی کئی مل کر قوت والے اور دوسرا تنہا کمزور یہ قتل وغارت کے ماہر فسادات پر جری دوسرے سیدھے سادے کمزور جسم کمزور دل۔ ان میں اکثر ایسے ہی لوگوں کا اجتماع جن پر بہیمی قوت(۱) اور درندگی غالب ہو جن کو نہ کسی کی جان کی پروانہ مال کی نہ عزت کی نہ عصمت کی۔ خدائی وحکومتی امن کی بغاوت کا عمل شروع کر دیا ہوا ہے۔

ظاہر ہے کہ حالات میں چوری سے بہت ہی سخت یہ کیفیتیں ہیں نہایت سخت تکلیف دہ ہیں اس لئے ڈاکہ کی سزا کا چوری سے بہت سخت ہونا ہی سزا کو جرم کے موافق کر سکتا ہے۔ اس لئے صرف خوف پیدا کرنا بھی یہاں بہت بڑا جرم ہے۔ اس پر اول تعزیر مار پیٹ ہے پھر حبس دوام جب

(۱) جانوروں والی قوت اور حیوانیت غالب ہو۔

تک کہ توبہ نہ کرے اور توبہ کے آثار نہ ظاہر ہو جائیں یا مر نہ جائیں۔ (درمختار)

بعض دوسرے اماموں کے نزدیک نفی یعنی زمین سے نکالنا جلاوطن کرنا ہے مگر امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک حبس دوام ہے اور راجح یہی ہے ورنہ دوسری جگہ پہنچ کر وہ فساد پیدا کریگا اور پھر زمین سے نکالنا مکمل نہ ہوا کہ دوسری زمین پر پہنچ گیا اور قید کرنے میں ہر جگہ سے نکال دیا گیا ہے سوائے جیل کی کوٹھری کے کہ وہ اس میں ہر جگہ سے بے تعلق ہو گیا ہے ورنہ کل زمین سے نکالنا تو ناممکن ہی ہے اس لئے یہی صورت صحیح ہوتی ہے۔

ایک ہاتھ ایک پیر کاٹنے کی وجہ

(ب) اگر مال بھی لے لیا اتنا کہ ان سب ڈاکوؤں پر تقسیم ہو کر فی کس ساڑھے اکتیس ماشہ چاندی کی قیمت حصہ میں آگئی تو جو آج کل چھ روپیہ تولہ کے حساب سے پچھتر پیسے ہوتے ہیں مگر قتل کسی کو نہیں کیا تو داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹ کر داغ(۱) دے دیا جائے گا بشرطیکہ ہاتھ پیر سالم ہوں (درمختار)

معلوم ہو چکا ہے کہ چوری سے سخت ہے اور یہاں تو مال لے لیا گیا ہے اس لئے اس کی سزا چوری سے زیادہ سخت ہونی ضروری ہے اس کے

(۱) گرم تیل میں ڈال کر داغا جائے گا تا کہ مسلسل خون نکل کر ہلاک ہی نہ ہو جائے۔

لُٹنے خوف ڈالنے سے دوگنا جرم بلکہ اس سے بھی شدید ہو گیا تو وہ سزا ہوگی جو دو چوریوں پر ہوتی ہے ہاتھ پاؤں کی (عینی ہدایہ) اور چوری کے اثرات پہلے عرض ہو چکے ہیں اور خوف کے اوپر آ چکے یہاں بھی رب کریم کا فضل ہے کہ چاروں ہاتھ پیر قطع نہیں کرائے تاکہ اپنے جائز کاموں میں اور توبہ کر کے عبادات سے مجبور نہ ہو جائے اور نہ قتل کی سزا تجویز ہے کہ مسلمان کا قتل بغیر اس کے جواز کی صورتوں کے شرعاً نہیں۔

ڈاکہ میں قتل کی صورت میں قتل کی سزا

(ج) اگر مال نہیں لیا صرف قتل کیا ہے تو اس کے بدلہ میں قتل کیا جائے گا مال نہ لینے سے مقصود قتل کرنا ہی ہے تو یہ بھی قتل ہوگا۔ قتل سے ایک آدمی کی جان جانا جو خدا تعالیٰ کا بنایا ہوا تھا عالمی مصلحت کیلئے پیدا کیا ہوا تھا اور اس طرح کہ جو خدا تعالیٰ کو ہر بندہ سے ماں باپ سے زیادہ محبت ہے اس محبت پر حملہ ہوا اور انسان کے وہ نقصانات ہوئے جو قتل کے بیان میں آیا کرتے ہیں اسکو قتل کرنا قرین(۱) انصاف و رحمت ہے کہ اس کا چھوڑنا دوسروں کے قتل کا سبب بنانا ہے۔ مگر یہ قتل حق اللہ کیلئے ہے اس لئے مقتول کے ولی کے معاف کرنے سے بھی معاف نہ ہوگا بلکہ معاف کرنا گناہ ہے کہ یہ خدا رسول ﷺ سے جنگ کے معنی میں ہے (در مختار) یہ صرف قتل کا قصاص

---

(۱) قاتل کو مقتول کے بدلہ میں قتل کرنا عین انصاف ہے۔

نہیں کہ ولی کا حق ہو اور اس کے معاف کرنے سے معاف ہو سکے (۱)۔

قتل وسولی کی سزا کی وجہ

(د) مال بھی لیا اور قتل بھی کیا تو یہاں کئی جرم ہو گئے۔ خوف طاری کرنا، مال لینا قتل کرنا اس لئے اسکی سزا ان سب کی شدت کے موافق ہو گی، جس کی عقلاً دس صورتیں بنتی ہیں (۱) صرف ہاتھ پاؤں کا قطع کرنا (۲) صرف قتل کر دینا (۳) صرف سولی دے دینا (۴) ہاتھ پیر قطع کر کے قتل کرنا اور پھر سولی پر عبرت کیلئے لٹکانا (۵) پہلے ہاتھ پاؤں قطع کئے جائیں پھر قتل (۶) پہلے قتل پھر قطع (۷) پہلے قطع پھر سولی (۸) پہلے سولی پھر قطع (۹) پہلے قتل پھر سولی (۱۰) پہلے سولی پھر قتل مگر ان دس عقلی صورتوں میں سے نمبر (۱) صرف قطع کرنا جائز نہیں کہ یہ اس شدید جرم کے قریب کی بھی سزا نہیں ہے اور نمبر (۶) پہلے قتل پھر قطع سے کوئی اثر نہیں ہوتا ایسے ہی نمبر (۸) میں پہلے سولی پھر قطع کا کوئی اثر نہیں یہ بیکار ہیں ایسے ہی نمبر (۱۰) میں سولی کے بعد قتل سے کوئی اثر نہیں ان چار نمبروں کو نکال کر باقی چھ صورتوں کا حاکم کو اختیار ہے جو چاہے کر لے۔ مگر سولی دینے میں زندہ کو سولی پر لٹکانا اور نیزہ وغیرہ سے اس کا خوب پیٹ پھاڑنا ہے جب تک مرنہ

(۱) بلکہ اس نے اللہ کے حق پر ڈاکہ ڈالا ہے اس لئے کسی اور کو اس کو معاف کرنا درست نہیں اس کے لئے اللہ نے جو سزا تجویز کی ہے وہی دینا ضروری ہے۔

جائے اور مرنے سے تین دن بعد سولی پر لٹکا رہے تا کہ لوگوں کو عبرت حاصل ہو پھر اس کے بعد اعزہ کو لاش دے دی جائے کہ وہ اس کا کفن دفن کر لیں۔ (درمختار و شامی) چونکہ یہ ڈاکہ محاذ جنگ ہے خدا رسول ﷺ حکومت اور کنبہ قبیلہ پر حملہ ہے اگر جماعت میں سے ایک شخص کے بھی خوف طاری کرنے، مال لینے قتل کرنے میں سے کسی جرم کا ارتکاب کیا ہو تو سب پر یہ ساری سزائیں وارد ہوں گی کیونکہ سب ایک دوسرے کے معین مددگار ہیں اور یہ قتل، قتل انسانی کے بدلہ کا نہیں بلکہ حق اللہ سے جنگ کا ہے۔ یہ حد ہے قصاص نہیں ہے۔ (حوالہ بالا)

نتیجہ

ہمارے ملک میں کوئی دن شاید ہی ایسا خالی جاتا ہو جس میں کسی نہ کسی گھر، بازار، محلّہ، راستے، بسوں اور ریلوں میں یہ ڈاکے وارداتیں نہ ہوتی ہوں اور خدا تعالیٰ کی مقبول ترین مخلوق مسلمان کو بیدردی سے ختم نہ کیا جا رہا ہو۔ کیا کوئی شخص تصور بھی کر سکتا ہے کہ ان سزاؤں کے اعلان اور جاری ہونے کے بعد ایسے واقعات تو کیا کوئی ایک واقعہ بھی پیش آ سکتا ہے۔ قریبی دوست ملک حجاز سعودی عرب موجود ہے جہاں یہ سزائیں دینے کا اعلان ہے اور بقول وہاں کے مقیم حضرات کے پچاس سال کے اندر ایک واقعہ بھی

ایسے ڈاکہ کا پیش نہیں آیا اگر عقل کی گہرائیوں سے کام نہ لیا جا سکے تو کم سے کم ایک نظیر (۱) سے تو سبق حاصل کرنا چاہیے۔

ڈاکہ پر ان سزاؤں کا جاری نہ کرنا پولیس وغیرہ کو رفع دفع کی گنجائش دینا کیا یہی معنی نہیں رکھتا کہ ایسے خیال کے لوگ قصداً ملک وقوم کی جان و مال آبرو، دل ودماغ ذہن کو تباہ کرنے کے درپے ہیں ۔اگر آپ چاہتے ہیں کہ ملک وقوم اطمینان کا سانس لے سکے تو ان شرعی سزاؤں کو جاری کرانے کی کوشش کا کوئی ذریعہ نہ چھوڑیئے ۔انہی سے امن وامان کی زندگی مل سکتی ہے اور ایسا امن وامان کہ ساری دنیا میں اس کی کوئی مثال نہ مل سکے۔

زنا کی سزا

﴿اَلزَّانِیَةُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ☆وَلَا تَأْخُذْکُمْ بِهِمَا رَأْفَةٌ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ﴾(سورة نور آیت ۲)

ترجمہ: زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والا مرد سوان میں سے ہر ایک کے سو کوڑے مارو اور تم لوگوں کو ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کے معاملے میں ذرا رحم نہیں ہونا چاہیے اگر تم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہو۔

---

(۱) مثال۔

اس آیت شریفہ میں جو سو کوڑے کی سزا زنا کرنے والے مرد یا عورت کو ہے اس میں ایک قید بھی ہے جو تقریباً متواتر حدیثوں سے ثابت ہے کہ وہ محصن (شادی شدہ) نہ ہو جس کی شرطیں اور تعریف آگے آئے گی۔

اور اگر وہ مرد یا عورت محصن ہیں تو پھر ان کی سزا کوڑے نہیں ہیں رجم ہے یعنی پھر پتھر مار مار ہلاک کر دینا ہے کتاب المغنی للحنابلہ ج ۱۰ ص ۱۲۱ پر ہے کہ رجم کرنا (پتھر مار مار کر زانی کو ہلاک کرنا) رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔ آپ کے ارشاد سے بھی اور آپؐ کے عمل سے بھی اتنی حدیثوں سے کہ جو تواتر (۱) کے درجہ میں ہیں اور اس کے کئی حکموں پر حضور اکرم ﷺ کے سب صحابہؓ نے اجماع کیا ہے جن کو ہم اسی باب میں ان کے مواقع پر انشاء اللہ ذکر کریں گے۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس کو اپنی کتاب میں نازل فرمایا ہے مگر اس کے لفظ تو منسوخ ہیں حکم منسوخ نہیں ہوا کیونکہ۔

دلائل فرضیت رجم

﴿روی عن عمر بن الخطابؓ انه قال ان الله تعالیٰ بعث محمد ﷺ بالحق وانزل علیه الکتاب فکان فیما

(۱) حدیث متواتر اس حدیث کو کہتے ہیں کہ جس کو حضور ﷺ کے زمانے سے لے کر آج تک اتنے لوگ نقل کرتے ہوں جن کا عقلاً جھوٹ پر جمع ہونا محال ہو۔ ایسی حدیث سے جو حکم ثابت ہوگا وہ فرض ہوگا اور اس کا انکار کفر ہے (۱۲ خ)۔

انزل علیه آیة الرجم فقراقہاد عقلتها ووعیتها رسول الله ﷺ ورجمنا بعده فاخشى ان طال بالناس زمان ان يقول قائل مانجد الرجم في كتاب الله فيضلو بترك فريض انزلها الله تعالىٰ فالرجم حق علىٰ من زنى اذااحصن من الرجال والنساء اذاقامت البينة او كاالحبل اولاعتراف وقد قرأبها (الشيخ والشيخة اذا زنيا فارجموهما البتة نكالا من الله عزيزحكيم ﴾ متفق علیہ

حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے (منبر پر جیسے کہ دوسری حدیث میں ہے) کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا اور ان پر کتاب نازل فرمائی تو جو کچھ ان پر نازل فرمائیں اس میں رجم کی آیت بھی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر لوگوں کے ساتھ زمانہ دراز ہوگیا تو کوئی کہنے والا یہ کہے گا کہ ہم رجم کو اللہ کی کتاب میں نہیں پاتے پھر وہ ایک ایسے فریضہ سے گمراہ ہوجائیں گے جس کو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا تو رجم کرنا حق ہے ہر اس پر جس نے زنا کیا جبکہ محصن (شادی شدہ) مرد ہوں یا عورتیں گواہ قائم ہوجائیں یا حمل یا اقرار ہو پھر حضرت عمرؓ نے وہ آیت پڑھی (جس کے لفظ منسوخ اور حکم باقی ہے)'' کہ عمر رسیدہ مرد وعورت جب زنا

کریں تو تم ان کو رجم ضرور کرو اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے اور اللہ غالب اور بڑی حکمت والے ہیں"۔(بخاری شریف)

آگے ص ۱۲۲ پر ہے کہ ابن المنذر کہتے ہیں کہ تمام اہل علم کا اس پر اجماع ہے کہ جس کو رجم(۱) کیا جاتا ہے اس پر اس وقت تک رجم کیا جاتا ہے یہاں تک کہ وہ مرجائے۔

نووی شرح مسلم ج ۲ ص ۶۵ پر ہے کہ تمام علماء کا اجماع ہے کنوارے زانی کو سو کوڑے مارنے پر اور محصن کو رجم کرنے پر فتح الباری شرح بخاری ج ۱۲ ص ۹۸ پر ہے ابن بطال کہتے ہیں کہ تمام صحابہؓ اور تمام شہروں کے اماموں کا اس پر اجماع ہے کہ محصن زنا کرے قصداً جان بوجھ کے اختیار کرے تو اس پر رجم ہے۔

عینی شرح بخاری (ج ۲۳ ص ۲۹۰ جدید) میں ہے کہ حنفیہ کے نزدیک محصن (شادی شدہ) ہونے کی سات شرطیں ہیں۔(۱) مسلمان ہونا (۲) آزاد (۳) عاقل (۴) بالغ (۵) صحبت کئے ہوئے ہونا (۶) صحبت نکاح صحیح سے ہو (۷) واقعہ کے وقت دونوں کا ایسا ہونا۔ دوسرے اماموں کے نزدیک غیر مسلم رعیت پر رجم ضروری ہے۔ یہ سب شرطیں حدیث سے ثابت ہیں۔ اعلاء السنن ج ۱۱ ص ۳۷۶ پر دلائل دیکھے جاسکتے ہیں۔ غیر مسلم

(۱) پتھر مار مار کر ہلاک کرنا۔

میں اختلاف ہے باقی کیلئے امام شعرانی کہتے ہیں کہ سب شرطیں سب اماموں کے یہاں ہیں۔(میزان ج ۲ ص ۱۴۰)

فرضیت رجم پر اجماع ہے

خیال ہوسکتا ہے کہ شاید رجم کہ واقعات پہلے کہ ہوں اور سورہ نور کی آیت بعد میں نازل ہوکر اس کو منسوخ کر چکی ہو۔ جواب میں علامہ عینی اسی جلد کے ص ۲۹۱ پر کہتے ہیں کہ ''اس پر دلیل قائم ہے کہ رجم کا واقعہ سورہ نور کے بعد ہوا ہے کیونکہ سورہ نور کا نزول قصۂ افک میں ہوا ہے، اختلاف ہے کہ سنہ ۴ یا ۵ یا ۶ میں ہوا ہے اور رجم کا واقعہ اس کے بعد کا ہے کیونکہ اس میں حضرت ابو ہریرہؓ موجود تھے اور حضرت ابو ہریرہؓ ۷ھ میں اسلام لائے ہیں۔'' یعنی پھر تو ضروری ہے کہ رجم کے واقعے ۷ھ اور اس کہ بعد کے ہوں پھر خلفائے راشدین کہ زمانے میں بھی رجم ہوئے اس لئے یہ سب اس کی دلیل ہیں کہ رجم مستقل حکم ہے۔ اور قیامت تک باقی ہے۔ اسی پر تمام امت کا آج تک اجماع ہے۔ کسی ایک دو کے خلاف کرنے سے کچھ نہیں ہوتا جیسے خارجیوں وغیرہ سے منقول ہے۔ ہدایہ وغیرہ میں ہے کہ رجم کرنے پر صحابہ کا اجماع ہے۔ (فتح القدیر ج ۵ ص ۱۳) اس پر تمام صحابہؓ اور گزشتہ علمائے مسلمین کا اجماع ہے خارجیوں کا انکار کرنا باطل ہے۔ یہی بحرالرائق ج ۵

ص ۸ پر ہے۔ زیلعی شرح کنز ج ۳ ص ۱۶۷ پر ہے کہ رجم کرنے پر تمام صحابہؓ کا اجماع ہے اور ان کا یہ اجماع ہم تک تواتر سے پہنچا ہے اور خارجیوں کے انکار کے کوئی معنیٰ نہیں کیونکہ حکم قطعی کا انکار کر رہے ہیں تو یہ محض عناد اور مکابرہ ہے عینی شرح ہدایہ ج ۲ ص ۶۵۶ پر ہے محصن کے رجم پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے اور ترمذی نے اپنی سند سے سعید بن المسیب کے واسطہ سے حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت کیا ہے فرمایا کہ "رسول اللہ ﷺ نے بھی رجم کیا"۔ ابوبکرؓ نے بھی رجم کیا ہے اور میں نے بھی رجم کیا ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ میں اللہ کی کتاب میں زیادتی کرنے والا شمار ہو جاؤں گا میں اس کو مصحف (یعنی حاشیہ پر جیسے کہ ایک روایت میں ہے) لکھ دیتا ہوں کیونکہ مجھ کو اندیشہ ہے کہ کچھ قومیں آئیں گی اور قرآن مجید میں اس کو نہ پائیں گی تو اس سے مکر جائیں گی" اور حضرت عمرؓ کی یہ حدیث موطاء میں بھی ہے (علامہ عینی)۔

عرض کرتا ہوں کہ حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ نے صحابہؓ کے سامنے رجم جاری کیا کسی نے اس پر انکار نہیں کیا تو یہ اجماع کے منزلہ میں ہے اور شرح اقطع میں ہے کہ ساری امت میں سے کسے کا اسکے فرض ہونے میں اختلاف نہیں سوائے ایک روایت کے خارجیوں سے مگر ان کے قول پر التفات نہیں کیا جاسکتا کہ وہ اجماع کو توڑنے والی بات ہے حالانکہ اس کے بارے میں احادیث

بھی قریب قریب متواتر کے ہیں"

حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۱۸ پر ہے "معلوم کر لو کہ ہم سے پہلی شریعتوں میں بھی (۱) قتل کرنے پر قصاص (۲) زنا کرنے پر رجم (۳) اور چوری کرنے میں ہاتھ کاٹ دینا ہے، تو یہ تینوں سزائیں تمام آسمانی شریعتوں میں ہوتی چلی آرہی ہیں اوران پر جمہور انبیاء اورامتوں کا اتفاق رہا ہے تو ایسے حکموں کیلئے تو ضروری ہے کہ ان کو دانتوں سے پکڑ لیا جائے اور چھوڑا نہ جائے ہاں شریعت مصطفویہ میں بعض اور طرح کہ کچھ تغیرات ہیں" (۱)

ایک شبہ کا ازالہ

شبہ ہوسکتا ہے کہ جب قرآن شریف میں زنا کرنے والے، والی کی سزا سو کوڑے ہیں اور عام ہے کہ وہ محصن ہو یا غیر محصن تو سب کیلئے کوڑوں کی سزا ہوئی، محصن کیلئے بھی ہوئی اس کو منسوخ کہنا پڑے گا اور ناسخ کیلئے منسوخ کا ہم پلہ ہونا ضروری ہے۔ تو جواب یہ ہے کہ روح المعانی ج ۱۸ ص ۷۰ میں ہے "لیکن یہ محصن کے بارے میں قطعی طور سے بالکل منسوخ ہے کیونکہ اس کے حق میں تو سزا رجم کرنا ہے ہاں ناسخ کی تعیین کیلئے ہمیں یہی کافی ہے کہ یقین ہے کہ حضور کا رجم کیلئے حکم اور آنحضورؐ کے زمانے میں خود آپ کا فعل

(۱) رجم کے دلائل اور اس کی سزا کے ثبوت قرآن وحدیث و اجماع صحابہؓ سے معلوم کرنے کے لئے مفتی صاحبؒ کی کتاب "فرضیت رجم" کا مطالعہ کیجئے۔ ۱۲ اخ

بار بار ہوا ہے۔(جو تواتر معنوی سے اب بھی یقینی ثابت (۱) ہے) تو یہ آیت کے مضمون کا قطعی ویقینی حدیث سے منسوخ ماننا ہے اور صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور تمام سلف، تمام علمائے امت اور آئمہ مسلمین اسی پر متفق ہیں کہ محصن کو پتھروں سے یہاں تک مارا جائے کہ وہ مر جائے۔ حضور ﷺ سے رجم کا ثبوت معنوی متواتر سے ہے جیسے حضرت علیؓ کی شجاعت اور حاتم کی سخاوت" یعنی ان دونوں باتوں کا جیسے سب کو یقین ہے ایسے ہی رجم کے حکم اور حضور ﷺ کے فعل کا یقین ضروری ہے تو یقینی سے یقینی نسخ درست ہے۔ اور ص اے پر ہے کہ شیخ ابن ہمام (صاحب فتح القدیر) کا قول ہے کہ حدیث قطعی ویقینی کا ناسخ قرار دینا اس سے بہتر ہے کہ آیت منسوخ اللفظ سے منسوخ کیا جائے۔ حضرت علیؓ نے جب شراحہ کو کوڑے لگائے پھر ثبوت پر رجم کیا تو فرمایا کہ میں نے کتاب اللہ کی وجہ سے کوڑے لگائے اور حضور کی سنت سے رجم کیا، رجم کی دلیل آیت منسوخ التلاوة (۲) کو نہیں پیش کیا تھا سنت کو دلیل بنایا یہی راجح ہے

معلوم ہوا کہ سو کوڑے سزا تو غیر شادی شدہ مرد وعورت کی ہے اور پھتر مار مار کر ہلاک کرنا شادی شدہ مرد وعورت کی سزا ہے جس کیلئے سات شرطیں ہیں مزید تفصیلات طریقے اور جزئیات کے مسئلے وقت ضرورت فقہ سے یا کسی مفتی سے معلوم کر لئے جائیں اور ممکن ہے ان کی منظوری دینے پر

(۱) تواتر سے جو حکم ثابت ہو وہ فرض ہوتا ہے (۲) وہ آیت جس کی تلاوت منسوخ لیکن حکم باقی ہے۔

خود ہی کوئی لکھ کر پیش کردے(۱)۔

جرم کا ثبوت

ہاں یہ سزائیں جاری کرنے کے لئے ثبوت کی ضرورت ہے اس کا ثبوت تمام ثبوتوں سے سخت ہے۔ ثبوت دو ہی ہوتے ہیں مدعی علیہ کا اقرار گواہوں کی گواہی اور ہر دعویٰ کے ثبوت کے لئے ایک بار اقرار یا دو گواہ مرد معتبر مختلف حدوں کے علاوہ ہیں یا ایک مرد دو عورت معتبر کافی ہیں لیکن یہاں اگر اقرار ہو تو حاکم کی چار مجلسوں میں چار بار اور اگر اقرار نہ ہو گواہ ہوں تو کم از کم چار مرد عادل (جو کبیرہ گناہ سے بچتے ہوں) چشم دید گواہی بغیر کسی کنایہ کے اس طرح دیں کہ سرمہ دانی میں سلائی کے جانے کی طرح ہم نے زنا کرتے دیکھا ہے اور ایک ہی مجلس میں بیان کریں۔ عورتیں یہاں گواہ نہیں بن سکتیں۔ (درمختار و شامی ج ۳ ص ۱۵۹) خود اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

﴿والّٰتی یاتین الفاحشة من نساء کم فاستشهدوا علیهن اربعة منکم﴾

(نساء آیت ۱۵)

(اور جو کہ کر بیٹھی ہیں زنا تمہاری عورتوں میں سے تو تم ان پر اپنے چار گواہ بناؤ) اور

---

(۱) جیسا کہ "فرضیت رجم" کتاب خود مفتی صاحبؒ نے لکھ دی۔

﴿والذین یرمون المحصنٰت ثم لم یأتوا باربعة شهداء﴾(النور آیت ٤)

(اور جولوگ تہمت لگائیں پاکدامن عورتوں کو پھر وہ چار گواہ نہ لائیں)تو ان کواسی کوڑے لگاؤ اگر گواہ چار نہ ہوسکے صرف دو یا تین بھی چشم دید ہوں گے تب بھی ثبوت نہ ہوگا بلکہ گواہ ہی مجرم ہوں گے)

﴿لولا جاؤ اعلیه باربعة شهداء فا ذلم یأتوا با لشهداء فاولٰئک عند الله هم الکافرون﴾ (النور آیت ۱۳)

(یہ لوگ اس الزام پر چار گواہ کیوں نہ لائے تو اللہ کے نزدیک یہی جھوٹے ہیں)۔اس میں تو یہ چار گواہ نہ ہوں تو جھوٹ قرار دیا جائے گا چاہے حاکم کو خود بھی علم ہو اور چار گواہ پر سب علماء کا اتفاق ہے (بدایۃ المجتہد)

اور حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ﴿ادرأوا الحدود بالشبهات ﴾ (شبہوں سے حدوں کو ملتوی کردو)

(ابن حجر عن ابی حنیفہ تلخیص الحبیر ج ۲ ص ۳۵۳ وسکت فھو حسن وصحیح علی اصلہ)

جرم کی قباحت شدیدہ

اب ذرہ اس پر غور کرنا ہے کہ زنا سے کس قدر خرابیاں پیدا ہوتی ہیں

اور یہ کس قدر سخت ترین جرم ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ یہ سزائیں بالکل اس کے مناسب ہیں۔

(۱) سب سے بڑے بڑے جرم کفر اور قتل سمجھے جاتے ہیں لیکن کفر والا اپنے کفر کو برا نہیں سمجھتا نہ اس میں اپنے مبتلا ہونے کو برا سمجھتا ہے بلکہ صحیح سمجھتا ہے اور قتل کرنے والا بھی اس کو فخریہ کام سمجھتا ہے بہادری گنتا ہے۔ تو یہ جرم ان کی اپنی نظروں میں برے یا بہت برے نہیں مگر زنا ایسی چیز ہے کہ اس میں ہر مبتلا ہونے والا بھی اس کو فحش بدی اور اپنے خاندان تک کیلئے انتہائی عار سمجھتا ہے (زواجر ابن حجر مکی ج ۲ ص ۱۱۲) لہٰذا وہ جرم جو اس کے اور سب کے نزدیک بالاتفاق گندہ برا اور عار و حیا کا ہے وہ ان جرموں سے بہت سخت ہوگا جو اوروں کے نزدیک تو برے تھے مگر یہ خود ان کو برا نہ سمجھتا تھا۔

(۱) انسانی وجود کو چلانے والی تین قوتیں ہیں ایک عقل دوسری قوت غضبیہ، تیسری شہوانیت اور تینوں درجہ بدرجہ اعلیٰ ادنیٰ ہیں، قوت عقل کا فساد تو کفر اور بدعتوں وغیرہ سے ہوتا ہے اور غضبیہ کا قتل وغیرہ سے اور تینوں قوتوں میں خسیس (۱) ترین قوت، قوت شہوانیہ ہے۔ تو اس کا فساد لامحالہ ہر فساد سے خسیس ترین فساد (۲) ہے (ایضاً) اس لئے یہ جرم انتہائی خسیس و خبیث (۳) ہے اور اس قدر خسیس کہ اس میں مبتلا ہونے والا بھی اس کو گوارا

---

(۱) سب سے گھٹیا درجہ کی (۲) ہر فساد سے بدترین فساد ہے (۳) انتہائی گندا اور گھٹیا ہے۔

نہیں کر سکتا کہ اس کی بیوی یا ماں بہن کے ساتھ کوئی ایسا کرے۔

(۳) یہ حرکت عورت کے سارے خاندان کے لئے شدید ترین عار پیدا کرتی ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۱۸) جس سے پورے خاندان کو ذہنی و دماغی سخت ترین صدمہ لاحق ہوتا ہے بلکہ شریفوں میں مرد کے خاندان (۱) کے لئے بھی۔

(۴) کسی ایک عورت پر متفرق لوگوں کا جمع ہونا انسانی فطرت کی تبدیلی ہے (حوالہ بالا) کہ باقی کے جذبات مجروح ہوتے ہیں اور طبیعتوں میں کینہ وحسد عداوت ودشمنی پیدا ہوتی ہے۔

(۵) ایسے مواقع پر تصادم جنگ وجدل وقتل وغارت کا ذریعہ بھی بنتا ہے (حوالہ بالا) اس لئے یہ جرم کئی جرموں کی جڑ ہے۔ اخباروں میں روز ایسے واقعات آتے رہتے ہیں اور کئی کے تصادم کے بغیر ایک ایک میں بھی قتل وغارت کا سبب بنتا ہے جس کا مشاہدہ ہوتا رہتا ہے اور خدا کا شکر ہے کہ اب تک بہت سے مسلمانوں میں سور کھانے والی قوم کے تعلق سے وہ بے حیائی نہیں آئی جس سے احساس ہی باطل ہو جاتا ہے اب بھی بچہ بچی کی ایسی حرکت پر حرارت ایمانی جوش میں آجاتی ہے جو مار پیٹ اور بعض اوقات قتل کی زیادتی کی نوبت بھی پیدا کر دیتا ہے۔

(۱) مطلب یہ ہے کہ جو مرد اس قبیح فعل میں مبتلاء ہو اس کے خاندان کے لئے بھی باعث عار ہے۔

(٦) زنا تمام ادیان وملل میں حرام ہے (بحرالرائق ج ۵ ص ۴ اازفتح القدیر) جو چیز کسی دین میں حلال رہی ہوگی اس کی حرمت وگندگی میں بہ نسبت اس کے کمی ہوگی جو سب خدائی مذہبوں میں حرام ہی رہی ہے۔

(٧) اللہ تعالیٰ نے قوت تمام جانداروں میں بقائے عالم کے لئے بھی رکھی تھی۔ اور اس کا جوہر(۱) تمام اعضاء سے حاصل شدہ جوہر بنایا تھا جس سے پورے انسان یا جانور وجود میں آجاتا ہے۔ انسانوں میں اس کو نکاح کے بعد معتبر مانا جاتا ہے۔ بغیر نکاح کے ضائع کرنا ہے۔ تو ایک بڑے خدائی انعام کی ناقدری بلکہ اس کو مخالف طریقہ پر ضائع کرنا بڑا جرم ہے اور خاندان کی نسل مٹا دینا ہے یا مٹانے کی کوشش۔

(٨) حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے میں قیامت میں کثرت امت پر تمہاری وجہ سے فخر کروں گا۔ تو اس حرکت سے حضور اکرم ﷺ کی ذریعۂ فخر بات کی مخالفت ہوئی محبت رسول ﷺ کا قلع قمع کر دیا کہ سلسلہ نسل میں بند کر دیا یہ تو ہر حال میں خرابیاں ہیں اور اگر اولاد بھی ہوگئی تو اور بھی خرابیاں الگ ہوں گی۔

(٩) جیسے ہر بیج سے اسی قسم کے پھل پھول پتے شاخیں ہوتی ہیں

---

(۱) منی جو پورے جسم کا خلاصہ اور جوہر ہے جو انسان کے پیدا ہونے کا ذریعہ ہے زنا سے اس جوہر عظیم کو ضائع کرتا ہے جو کفران نعمت کے مترادف ہے اور اپنی نسل کو تباہ کرنے کے مترادف ہے۔

جیسی اصل درخت کی تھیں اسی طرح ہر خاندان کی اولاد میں کچھ فطری صلاحیتیں، شرافت، حوصلہ، سخاوت، حیا، ظلم، شفقت عامہ وغیرہ اوصاف ہوتے ہیں مگر اس حرکت سے ان کو مخلوط بلکہ غائب کیا جا رہا ہے کیونکہ بغیر نکاح کے وہ اس کی اولاد ہی نہیں ہو سکتی۔ نہ یہ اوصاف آگے چل سکیں گے۔

(۱۰) پاک بازی و شرافت بعض خاندانوں اور گھرانوں کا سرمایۂ امتیاز تھا۔ ایک شخص بھی ایسا کر گزرتا ہے تو پورے خاندان کی شرفت خاک میں ملا دینا اور خصوصاً عورت یہ سب کو ذلیل کرنے کا ذریعہ ہے کہ ان کو منہ دکھانے کی نہیں رہتی۔ گویا سب کو معنوی موت دے دی۔

(۱۱) بعض غیر شادی شدہ لڑکیوں کو بہکا کر بے وقوف بنا لیا جاتا ہے واقعہ معلوم ہو جانے پر یا حمل سے وہ نا قابل شادی قرار پا کر ساری عمر وہ اور اسکے والدین سراسیمہ (۱) رہتے ہیں۔ سب کی زندگی تلخ ہو جاتی ہے اور تمام عمر کی ذلت و رسوائی پورے خاندان پر پڑتی ہے۔ شادی کے لئے لوگوں کا اعتماد ختم ہو جاتا ہے۔ سب کو زندہ در گور (۲) کر دیا۔

(۱۲) بعض دفعہ حمل ضائع کرایا جاتا ہے۔ اور وہ امراض کا سبب بن جاتا ہے اور اگر ایک سو بیس روز سے زیادہ کا ہوگا تو جان پڑ جانے کی وجہ سے ایک ایسی جان کا قتل بھی ہوگا جس کا کوئی قصور نہیں اور بعض دفعہ ولادت

(۱) پریشان (۲) گویا کہ زندہ ہی دفن کر دیا جاتا ہے۔

کے بعد ہی مار ڈالا جاتا ہے جو قتل کا الگ جرم ہے۔

(۱۳) نسب مخلوط ہو جاتا ہے اولاد کو کوئی یہ نہیں جان سکتا کہ واقعی اس کی ہے یا نہیں ہے۔

بقول حضرت مجذوبؒ

آج کی بے پردگیوں کا یہ نتیجہ نکلا
جس کو سمجھے ہوئے بیٹا تھے بھتیجا نکلا

(۱۴) ایک عورت کی اس حرکت سے ایسا زبردست ڈاکہ پڑتا ہے کہ شاید ساری دنیا میں اس جیسا ڈاکہ اور کوئی اور کبھی نہیں ہوا ہو گا نہ شاید کبھی ہو سکے گا۔ ایسا ڈاکہ ہر قانون کی بھی اس کو حمایت حاصل رہتی ہے۔ اور دنیا بھر میں کوئی اس کا کچھ نہیں کر سکتا۔ وہ یہ کہ عورت نے دوسرے کے بچے کو خاوند کا ظاہر کیا اور کسی کو حقیقت کا علم نہ ہوا تو خاوند کی کل جائیداد صحرائی ہو یا سکنائی نقد ہو یا سامان کارخانہ ہو یا فرم بلکہ حکومت و سلطنت تک ہر قانون سے بیوی کی اور اس کی بن جائے گی۔ جس کا واقع میں خاوند سے کوئی تعلق نہیں ہے اور اس قدر قاعدہ ضابطہ کے اندر کہ کوئی شخص رکاوٹ نہیں ڈال سکتا اگر یہ لڑکا ہو گا تو خاوند کے بھائی بہن اصلی وارث بالکل محروم اور اگر بیوی بھی پہلے فوت ہو گئی ہو تو کل کے کل کا وارث یہی قرار پائے گا۔ اور جو واقعی عزیز

تھے ان کو ایک پائی بھی کسی قاعدہ قانون سے نہ مل سکے گی اب غور کر کے بتایئے کہ کیا ابتدائی دنیا سے انتہائی دنیا تک اس ڈاکہ سے بڑھ کر کوئی ڈاکہ ہو سکتا ہے۔ پھر اس تمام مالی ڈاکہ کے ساتھ عزت آبرو شرافت ونظافت خاندانی خصوصیات شجاعت عدل حیا شرافت سب پر ہی ڈاکہ ڈال دیا گیا بلکہ ایک ہونے والی اس جان پر بھی کہ اس کو کہیں سے کہیں پہنچا دیا۔

(۱۵) ایسے ہی جس مرد نے کسی لاولد کی بیوی سے یہ حرکت کی تو اس نے لاولد کی تمام جائدادوں پر اور عزت وشرافت سب پر ڈاکہ ڈالا اور اس کی تمام مملوکات کا مالک اپنے جزو کو بنا دیا اور حقیقت معلوم نہ ہونے کی وجہ سے ہر قانون نے اس کی حمایت کر دی وہی کل کا مالک بن گیا اس سے بڑھ کر کوئی ڈاکہ ہوگا؟

(۱۶) ایسی صورت سے جو بچہ بچی پیدا ہوگا چونکہ ان کا کوئی باپ نہیں اس لئے ان کی تربیت تہذیب تعلیم طور طریق اور اخراجات کا کوئی ذمہ دار نہ ہو سکے گا۔ اس کی زندگی برباد کر ڈالی گئی اگر عورت نے کسی سے نکاح کر بھی لیا تو یہ بچے اس سے خلقی وفطری تعلق نہ رکھنے کی وجہ سے ایسے ہوں گے جیسے لاوارث بچے یا نوکر تو اس حرکت سے ان کی زندگی برباد ہوگی اور اس حرکت کا بانی ہی اس کا ذریعہ ہوگا اس نے گویا ان کو معنوی موت دے دی۔

اور اگر کسی غیر مسلمہ سے یہ حرکت کی تو صلبی (۱) اولاد کو اسلام سے بھی محروم کر دیا۔ اور بجائے مسلمانوں کی آبادی بڑھانے کے کافر آبادی بڑھائی یہ قومی نقصان کیا۔

(۱۷) ایسے بچوں کو اگر پیدائش سے پہلے ہی یا فوراً بعد ملک عدم (۲) پہنچا دیا گیا تو اس کا ظلم عظیم اور جرم شدید ہونا ہر شخص جانتا ہے۔ اگر یہ زندہ ہے جیسے کہ رہنا چاہیے تو عمر بھر کے لئے حرامی شمار ہو کر ہر جگہ ذلیل وخوار رہیں گے۔ جن لوگوں کو واقفیت ہوگی وہ کسی وقت بھی اچھی نظر سے کبھی ان کو نہ دیکھ پائیں گے۔ ایسی زندگی پر شاید وہ تو موت کو ہی ترجیح دینے لگیں ہاں اگر تقویٰ طہارت میں علم وفضل میں اعلیٰ ہو گئے تو خیر۔

(۱۸) اللہ تعالیٰ نے اعزاز واکرام تو تقویٰ وطہارت پر عطاء فرمایا ہے۔ مگر باہمی شناخت اور تعارف کے لئے کنبے برادریوں خاندانوں میں تقسیم کر دیا ہے ﴿ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم﴾ (بیشک تم میں سب سے معزز اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے زیادہ متقی ہے) اور ﴿وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا﴾ (ہم نے تم کو شاخیں اور قبیلے اس لئے بنایا ہے کہ ایک دوسرے کو شناخت کر سکو) مگر یہ شناخت وامتیاز نسب سے ہوگا۔ زنا میں نسب ہی نہیں اس لئے یہ اس قاعدہ کی

(۱) اپنی نسبی اولاد (۲) پیدا ہوتے ہی مار دیا گیا۔

توہین بن رہا ہے اور اپنے سلسلے کو اس امتیاز سے محروم کر رہا ہے۔

(۱۹) اوپر (۱۴) و (۱۵) میں عرض کیا گیا ہے کہ چونکہ یہ حرکت خفیہ ہوتی ہے بہت مرتبہ علم نہیں ہو پاتا تو اس طرح دوزبردست ڈاکوں کا ذریعہ ہے جن کی کوئی نظیر ابتدائے دنیا سے آخر دنیا تک نہ ہوگی لیکن اگر علم ہو گیا تو جو جو فسادات قتل و غارت وغیرہ اس پر مرتب ہوں گے ظاہر ہیں اور ان بچوں کی زندگی کا کیا حشر ہوگا اندازہ لگا لیجئے اور ہر وراثت سے محروم رہا جس کے یہاں پیدا ہوا اس کا تو نہیں ہے(۱) جس کا تھا اس سے بے نکاح(۲) کے ہے کسی مرد کی وراثت کا حصہ دار نہ ہوا۔

(۲۰) نسب اور قومیت باپ سے ہوتی ہے اور باپ نکاح سے بنتا ہے اس لئے اس صورت میں اسکو ہر قوم برادری خاندان عزیزوں اور ہمدردوں سے محروم اور بے یار و مددگار کر کے اس کی زندگی تباہ و برباد کر ڈالی ہے حضرت علیؓ کی طرف یہ شعر منسوب ہے

واما امہات الناس او عیۃ مستودعات وللا نساب اباء

(لوگوں کی مائیں تو برتن ہیں جن میں امانت رکھ دی گئی تھی اور نسبوں کے واسطے صرف باپ ہی ہیں۔

(۱) اس لئے وراثت سے محروم رہا (۲) بغیر نکاح کیونکہ نسب ثابت نہیں اس لئے اس کی وراثت سے محروم رہا۔

سزا کی موزونیت

ایسے سخت جرم ایسے سخت گناہ ایسے سخت حرام کی سزا غور کیجئے کتنی سخت ہونی چاہیے قتل اور سولی سے کیا کم ہو مگر نہیں وہ سزا تو ایک منٹ دو منٹ کی سزا ہے۔اور ان اعضاء پر نہیں، حقیقت میں سر سے پیر تک ہر ہر عضو جو اس سے لطف لیتا ہے اس مین شریک ہے اور باہر کے اعضاء بھی اور اندر کے بھی جس مادہ کے جوش سے بدعنوانی کر کے یہ صورت پیش آئی وہ وہ مادہ بے جو ہر ہر عضو کے جوہر پر مشتمل ہے جس سے ایک انسان کا ہر ہر عضو بنتا ہے۔ اس لئے یہ فعل درحقیقت تمام ظاہری واندرونی اعضاء کا ہے اور چونکہ اس مادہ سے ہی ایک عرصہ کا سکون خلل پاتا ہے اس لئے ایک دو منٹ کی سزا نہیں طویل سزا اور ایک دو عضو پر نہیں تمام اعضاء پر ہونا اس کے مناسب ہے اب اسکی دو ہی صورتیں ہوسکتی ہیں اعلیٰ کہ پتھر مار مار کر اس کو ختم اور تمام جسم کے حصوں پر یہ سزا جاری کر کے قصہ تمام کر دیا جائے۔دوسری ادنیٰ کہ ہو تو تمام اعضاء پر جس سے ظاہری بھی اذیت پائیں باطنی بھی اذیت پا جائیں لیکن اس کو ختم نہ کیا جائے وہ تمام اعضاء پر کوڑے مارنا ہے مگر نہ اتنی بڑی تعداد ہو کہ ہلاکت تک پہنچائے اعلیٰ سزا کے قریب ہو جائے نہ اتنی کم مقدار ہو کہ ایسے بڑے جرم سے بچانے والی نہ بن سکے۔اس کی مقدار سو کوڑے دونوں

پہلوؤں کے جامع ہے۔

دونوں سزاؤں کا تفاوت اوران میں جو سات شرطیں (۱) ہیں ان کی حکمت حضرت حکیم الامۃ مجد الملۃ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے کتاب "المصالح العقلیہ للاحکام النقلیہ" میں خوب بیان فرمائی ہے جلد سوم ص ۶۶ طبع جدید پر ہے مگر عبارت سہل کر کے پیش ہے اور کچھ توضیح بھی ہے "رجم ایک سخت ترین سزا ہے۔ اوران ساتوں شرطوں میں اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام ہونا کھلی بات ہے۔ ساتوں باتیں اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتیں ہیں ایک معمولی نعمت کے خلاف کرنا بھی کفران نعمت ناشکری ونمک حرامی کہلا کر سزا کا مستحق بنا دینا ہے تو ایسی بڑی بڑی سات نعمتیں ہونے کے بعد ایسا گناہ سخت ترین عذاب دنیوی کا بھی سبب ہونا ضروری ہے اور عذاب اخروی کا بھی۔

دوسری بات یہ ہے کہ یہ ساتوں نعمتیں علاوہ نعمت عظیمہ ہونے کے ہر ایک اپنی ذاتی حیثیت سے بھی زنا سے خود روکنے والی ہے چنانچہ (۱) عقل کو گناہوں سے روکنے والا ہونا سب جانتے ہیں عقل کے معنی لغت میں باندھنے کے ہیں۔ عقل اس قوت کو اسی لئے کہا گیا ہے کہ انسان کو برائیوں

---

(۱) زنا کی حد جاری ہونے کے لئے سات شرطیں ہیں 1 عاقل ہونا 2 بالغ ہونا 3 مسلمان ہونا 4 آزاد ہونا 5 نکاح صحیح سے عورت کی ہمبستری پر شرعاً قدرت حاصل ہونا 6 صحبت کئے ہوئے ہونا 7 واقع کے وقت دونوں کا ایسا ہونا۔

بدیوں اور گناہوں سے باندھنے والی ہے۔ (۲) بالغ ہونا عقل کے قبل اعتبار ہونے کا ایک درجہ ہے کیونکہ پیدائش کے وقت بھی ہلکے درجہ کی عقل بچہ میں موجود ہوتی ہے اور سات سال کی عمر میں اس سے اونچے درجہ کی عقل ہو جاتی ہے مگر اتنی نہیں کہ وہ ذمہ داریاں قبول کر سکے۔ اسی لئے اس پر کوئی عبادت فرض نہیں ہوتی مگر نماز وغیرہ کی تاکید کرنے کا حکم آیا ہے۔ پھر بالغ ہونا عقل کی پختگی کا ایک درجہ ہے جس میں پہلے درجوں سے زیادہ پختہ عقل ہوتی ہے۔ اور اب ذمہ داریوں کا بوجھ اس پر آجاتا ہے۔ عبادات بھی فرض ہو جاتی ہیں۔ تو جب عقل خود گناہوں اور بدیوں سے روکنے کا چابک ہے تو اس کا ایک پختگی کا درجہ اور بھی بڑا سبب جرموں سے روکنے کا ہوا۔ (۳) اور مسلمان ہونا کفر وشرک کی طرح تمام گناہوں سے بچانے والا ہے۔ (۴) اور آزاد ہونا یعنی غلام زرخرید نہ ہو اس لئے کہ غلام تو خود نکاح کرنے پر قدرت نہیں رکھتا اس کا نکاح بھی آقا کے کرنے سے ہو سکتا ہے۔ اور آزاد جو غلام نہ ہو خود نکاح پر کہ جس کی وجہ سے زنا سے رکنا آسان ہے اختیار و قدرت رکھ سکتا ہے۔ اور نکاح صحیح سے ہی عورت کی ہم بستری پر شرعاً قدرت حاصل ہوتی ہے۔ اور وطی یعنی ہم بستری سے طبعیت سیر ہو جاتی ہے۔ اور حلال سے سیر ہو جانے کا حرام سے رکنے کا سبب ہونا ظاہر ہے اور عورت

میں بھی ان شرطوں کا ہونا اس لئے مفید ہے کہ طبیعت کو سیری اسی ہم بستری سے ہو سکتی ہے جو رغبت سے ہو اور عورت میں یہ صفتیں ہونا اس کو قابل رغبت بنا دیتی ہیں۔ کیونکہ غیر عاقل یعنی مجنوں عورت کی ہم بستری سے نفرت ہونا ایک طبعی بات ہے۔ اور نابالغ کو چونکہ رغبت نہیں ہوتی اس لئے اس کی طرف مرد کو بھی رغبت پوری نہیں ہو سکتی اور باندی کی ہم بستری میں رغبت اس لئے کم ہوتی ہے کہ اولاد کے غلام ہونے کا اندیشہ ہے اور کافر عورت سے اسکے دین سے نفرت شدیدہ کی وجہ سے نفرت ہوتی ہے یا رغبت کم ہوتی ہے طبعی اور شرافت کا تقاضا یہی ہے۔ غرض دونوں میں یہ صفتیں ہوں کامل ہوں گی تو یہ نعمت اور بھی کامل ہو گئیں ادھر رغبت بھی منکوحہ کی طرف یا عورت کی خاوند کی طرف کامل ہوئی اور نعمتوں کا کامل ہونا اور پھر رغبت منکوحہ یا خاوند کا کامل ہونا دونوں اس جرم کے ارتکاب کے لئے سد راہ(۱) ہیں۔ اب اگر اس جرم کا ارتکاب ہو گا تو نہایت سخت ترین سزا کا مستحق ہو گا جو کہ رجم ہے۔

اور ان صفتوں میں سے کسی صفت کی کمی سے رکاوٹ میں کمی واقع ہو گئی کہ اتنی سخت در سخت رکاوٹ نہیں رہی مگر رکاوٹ کے اسباب اب بھی موجود ہیں گو اس درجہ کے نہ ہوں کہ اسلام بھی ہے جو اصل رکاوٹ ہے عقل بھی ہے بالغ ہونا بھی ہے یا ایسے ہی ایک شرط کے مفقود ہونے پر باقی کا تو

(۱) رکاوٹ۔

وجود ہوگا تو ان رکاوٹوں کے سبب سخت ترین سزا تو ہوگی مگر اس درجہ قوی رکاوٹ نہ ہونے کی وجہ سے اس درجہ کی سخت سزا نہ ہوگی یعنی صرف سوکوڑے لگانا ہے۔

شبہ کا ازالہ

شبہ ہوسکتا ہے کہ طبرانی وغیرہ کی حدیث میں ہے

﴿الغیبت اشد من الزنا﴾ (غیبت زنا سے زیادہ سخت ہے) تو جب غیبت سخت ہے تو اس میں بھی سنگساری ہونی ضروری تھی ورنہ زنا میں بھی نہ ہوتی جواب یہ ہے کہ وہ گناہ میں سخت ہے (شرح احیا العلوم ج ۷ ص ۵۳۳) اور فتاویٰ ابن حجر مکی میں ہے کہ غیبت حق العبد ہونے سے سخت ہے (ج ۴، ص ۲۳۱) اس پر دونوں نے حضرت جابرؓ کی حدیث سے یہ مضمون ثابت کیا ہے لہٰذا اس کی سختی حق العبد ہونے کی وجہ سے دوسری قسم کی ہے اور زنا خود بخود سخت ہے۔

اثباتِ جرم کے لئے سخت شرائط

لیکن جیسا گناہ اور اس کی سزا سخت ہے اسی طرح اس کے ثبوت کی شرائط بھی بہت کڑی ہیں اس کے لئے گواہ چشم دید چار ہونا بالاتفاق ضروری ہیں۔ سب اماموں کا اس پر اتفاق ہے (میزان شعرانی ج ۲ ص ۱۴۰) یہ قطعی

ہے اس پر اجماع ہے اور اس میں مسلمان کی عزت کی پردہ پوشی ہے۔ بعض علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ چار ہونے کی حکمت یہ ہے کہ گواہی دو آدمیوں پر اس کے دو فعلوں کی گواہی ہے۔ ہر ایک کے لئے دو دو گواہ درکار تھے چار لازم ہو گئے مگر اصل بات یہی ہے کہ پردہ پوشی ہے کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ جس چیز کی شرطیں زیادہ ہوتی ہیں اس کا وجود کم ہوتا ہے کیونکہ جس چیز کا وجود چار پر موقوف ہوگا وہ ایسا نہیں جیسا دو پر موقوف ہونا ہوتا ہے کہ جلد جلد ہو سکے تو گویا اس طرح حد سے درگزر کی صورت ہو جائے گی جو حضور اکرم ﷺ کو پسند تھی ورنہ بات یہ ہے کہ دو کی شہادت جیسے ایک معاملہ پر معتبر ہوتی ایسے ہی دو معاملوں پر بھی ہو سکتی ہے اس لئے دونوں کے فعلوں کے الگ دو دو گواہ کل چار نہیں بلکہ پردہ پوشی کے لئے ہی چار قرار دئے گئے ہیں (فتح القدیر ج۵ ص ۵)۔

ثبوت زناء کے لئے چار گواہ کیوں ضروری ہیں

آگے حد قذف میں اور وجہ بھی آئے گی شبہ ہو سکتا ہے کہ جب قتل پر دو گواہ کافی ہیں تو زنا پر چار کیوں ہیں حضرت تھانویؒ نے جواب دیا ہے کہ مقصود دونوں جگہ احتیاط ہے۔ اگر قتل میں چار ضروری ہوتے تو خون ریزیاں بکثرت ہوتیں۔ لوگ دلیر ہوتے اکثر قاتل قصاص سے بچ جاتے خون

ریزی بہت ہوا کرتی اور زنا میں چار گواہ میں احتیاط ہے پردہ پوشی ہے۔ چار چشم دید (۱) گواہ ہوں تاکہ احتمالات اور گمان کا شبہ نہ رہے، اسی لئے اقرار بھی چار بار ہے (المصالح العقلیہ جدید ج ۳ ص ۴۷) اور قتل تو آن واحد کا کام ہے بھاگ سکتا ہے چار گواہ مشکل ہیں یہ دیر کا ہے اور یہ بہت سنگین جرم ہے شبہ پیدا ہونے پر حد کا ساقط ہونا بھی محض فضل و کرم ہے ایسے عظیم جرم پر عظیم سزا تو بیشک تجویز ہے۔ مگر اس کے لئے شرطیں اور دوگنی گواہیاں اور پھر حاکم کی طرف سے گواہوں کو اور اقرار والے کو تلقین اور شبہ ہونے کا استفسار (۲) جو سب جگہ بیان ہے انتہائی احتیاط کی چیزیں ہیں جو نہایت فضل و کرم ہے۔

اس سزا کا اعلان ہوتے ہی یہ جرم ملک سے کافور ہو جاتا ہے ایسا بہادر کوئی نہیں ہو سکتا کہ چند منٹ کے لطف و کیف اور وہ بھی ڈرتے ڈرتے حاصل کرنے کے لئے جان عزیز کو بالکل ختم کرا دے اور جز جز کو اذیت دلوا کر ختم کرا دے یا کوڑوں سے جسم کو چھلنی بنوا لے۔ ایک بار اس قانون کا اعلان کر کے تو دیکھ لیا جائے۔

---

(۱) جنہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو (۲) جو آدمی زنا کے ارتکاب کا اقرار کرے تو قاضی اس کے اقرار پر فوراً فیصلہ نہ سنائے بلکہ اس کو تلقین کرے اور استفسار کرے کہ کہیں اس کو شبہ تو نہیں ہو گیا کہ صرف بوس و کنار کیا ہو جس کو زنا سے تعبیر کر رہا ہو وغیرہ وغیرہ۔

نظیر

مملکت سعودیہ میں جیسے کہ وہاں کے لوگوں سے معلوم ہوا ہے پچاس سال کے اندر صرف ایک واقعہ ایسا ہوا اور حدِ رجم جاری کردی گئی اور کوئی واقعہ نہیں ہوا اور نہایت امن وامان حفظ آبرو کے ساتھ ایسے زندگی گزاری جارہی ہے کہ دنیا بھر میں کہیں اسکی مثال نہیں ہے کاش ہمارے ارباب اقتدار عقل سے یا کم از کم نقل سے ہی کام لے لیں کہ دنیا بھر کے امن وامان والے ملک کی نقل اتار لیں۔

اسبابِ جرم

یہ جرم اتنا شدید ہے کہ حق تعالیٰ نے اس کے اسباب اور قرب وجوار کو بھی حرام فرمادیا ارشاد ہے:

﴿ولاتقربو االزنا انه کان فاحشة وساء سبیلا﴾ (سور اسراء آیت ۳۲) (زنا کے قریب بھی مت جاؤ یہ بہت گندگی اور برا راستہ ہے) زنا کے قریب جانے کو اور ایسی باتوں کو جو اس تک پہنچانے والی ہوں حرام فرمادیا ہے جس میں نامحرم عورت کو دیکھنا بات کرنا تنہائی میں جمع ہونا اسکی آواز کا سننا اس کی طرف چل کر جانا اس کی طرف ہاتھ بڑھانا اور ایسے ہی تصویروں مشینوں سے یہ کام لینا سب زنا کی

تمہیدیں ہیں حدیث شریف میں آنکھ کا زنا ہاتھ کا زنا پاؤں کا زنا فرمایا گیا ہے مگر یہ سب تمہیدات ہیں ان پر حد نہیں تعزیرات میں یہ سب حرام ہیں۔ انسان میں جو بھی (۱) قوت ہے اسکو بے قاعدہ حرکت میں لانے کے یہ سب کام بھی گناہ ہیں خواہ سینما وغیرہ کھیل تماشے ہوں یا ناول افسانے غزلیں گاتے بجاتے ہوں ایسی ہر قسم کی بات کرنے والے کو جس سے تو یت تمہیدات زنا بلکہ زنا تک آتی ہو دنیا و آخرت میں عذاب کی اطلاع دی گئی ہے۔

﴿اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَةُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ (سورنور آیت ۱۹) (جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں فحش پھیل جائے ان کے لئے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی دردناک عذاب ہے) مگر ان سب پر شرعاً تعزیرات (۲) ہیں جو حکومت اسلامی کے فرائض میں داخل ہیں حد زنا نہیں ہیں۔

عذرِ لنگ

بعض لوگ آجکل ایک عذر لنگ کرتے ہیں کہ ہمارا معاشرہ بہت

---

(۱) حیوانی طاقت (۲) قاضیِ وقت مجرم اور جرم کی مناسبت سے جو سزا تجویز کرے اس جرم میں جس میں شبہ کی وجہ سے حد ساقط ہوگئی ہو تعزیر کہلائیگی لیکن شرط یہ ہے کہ یہ سزا حد سے کم درجہ کی ہو۔

گندہ ہے اس میں یہ حدود نہیں جاری ہو سکتیں اول معاشرہ کو درست کرنیکی فکر ہونی چاہیے اس کے بعد حدود جاری کرنے کا اہتمام ہو سکتا ہے مگر یہ ان کی خام خیالی ہے اور کچھ نہیں کیونکہ حدود الٰہی نازل ہی اس واسطے ہوئی ہیں کہ جو لوگ معاصی میں منہمک ہیں اور وعظ و نصیحت کا اثر قبول نہیں کرتے ان کو یہ سزائیں دی جائیں تاکہ وہ بھی باز آسکیں اور ان کو دیکھ کر دوسرے لوگ بھی عبرت حاصل کریں اور سب مسلمان ان گناہوں سے باز آجائیں تو معاشرہ کی درستی کا تو ذریعہ ہی یہ ہے جب معاشرہ اتنا درست ہو جائے گا کہ کوئی متنفس بھی حد کے قابل گناہ نہ کریگا تو یہ حدود خود بخود رکی کی رکی رہ جائیں گی۔ جیل اور سزائیں اسی لئے تو ہوتی ہیں کہ جرائم ترک کرادیں اور جہاں ماحول جرائم کا ہی نہ ہوگا وہاں پولیس کی ضرورت نہ جیل خانہ کی۔ دوسری بات یہ کہ جس وقت اسلام آیا وحی نازل ہونی شروع ہوئی، جاہلیت کا دور دورہ تھا اس زمانہ کے حالات کو ذرا اپنے زمانہ سے ملایئے یہ زمانہ کیسا ہی گندہ سہی مگر اس سے غنیمت ہے۔ تو اس زمانہ میں تو ان احکام کا آنا جبکہ معاشرہ گندہ در گندہ تھا سب کے نزدیک نہایت مفید نہایت ضروری نہایت قابل قدر تھا اور آج العیاذ باللہ نا قابل التفات ہے کیا کہیں یہ ’’خوئے بدرا بہانۂ بسیار تو نہیں‘‘ (۱)۔ تیسرے جب قرآن مجید میں ہر وقت کے لئے حدود

(۱) بُری عادت والوں کے لئے بہانے بہت ہیں۔

ہیں، اپنی طرف سے ان میں کوئی قید وقت ومعاشرہ کی بڑھانا تو احکام الٰہی میں ردو بدل کرنا ہے جس کو مسلمان گوارا نہیں کر سکتے چوتھے اگر غور کر کے دیکھا جائے تو اسکے معنٰی تو یہ ہو گئے کہ یہ احکام اور اسی طرح اسلام کے تمام احکام اس زمانہ کیلئے ہی نہیں ہیں صرف اسی زمانہ کیلئے تھے تو گویا پورے دین کا انکار لازم آتا ہے اس لئے مسلمانوں کو ایسی باتوں اور خیالوں سے بچنا چاہیے۔

زنا کی تہمت کی سزا

﴿والذین یرمون المحصنٰت ثم لم یاتوا باربعة شھداء فاجلدوھم ثمانین جلدة ولاتقبلوالھم شھادة ابداً واولئک ھم الفاسقون﴾(سورة النور آیت ٤)

اور جولوگ (زنا کی) تہمت لگائیں پاکدامن عورتوں کو پھر چار گواہ نہ لاسکیں گے تو ایسے لوگوں کو اسی کوڑے لگاؤ اور ان کی گواہی کبھی قبول مت کرو اور یہ لوگ فاسق ہی ہیں:

اور ارشاد ہے کہ ان لوگوں پر عذاب بھی سخت ہے۔

﴿ان الذین یرمون المحصنٰت

الغفلٰت المؤمنٰت لُعنوا فی الدنیا والاخرة ولهم عذاب عظیم﴾ (سورۃ النور آیت ۲۳)

جو لوگ تہمت (زنا) لگاتے ہیں ان عورتوں کو جو پاک دامن ہیں ایسی باتوں سے بے خبر ہیں ایمان والی ہین ان پر دنیا وآخرت میں لعنت کی جاتی ہے اوران کو بڑا عذاب ہوگا۔

بخاری ومسلم کی حدیث ہے کہ سات ہلاک کرنے والی باتوں سے بچو (ساتویں نمبر پر ہے) مسلمان پاک باز بے خبر عورتوں پر تہمت لگانے سے۔

دوسری آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ تہمت لگانے والوں کو دنیا وآخرت میں عذاب شدید اور دنیا وآخرت میں لعنت ہے۔ اول آیت سے ان پر حد اسی کوڑوں کی ہے۔ ہدایہ میں ہے کہ یہاں تہمت سے زنا کی تہمت ہی مراد ہے۔ اس پر اجماع ہے اور آیت میں اس کی طرف اشارہ بھی کہ چار گواہوں کے نہ لاسکنے کی شرط ہے اور چار گواہ زنا ہی کے لئے خاص ہیں امام رازیؒ نے چوتھی دلیل یہ بھی دی ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ کسی اور جرم کی تہمت پر کوڑے نہیں لگائے جاسکتے تو اجماع اس کی دلیل ہے کہ یہاں زنا کی تہمت مراد ہے (تفسیر کبیر ج ۶ ص ۳۳۰)۔

روح المعانی میں ہے کہ زنا کاروں کے ذکر کے بعد اس کو بیان

فرمانا بھی اس کی دلیل ہے کہ زنا کی ہی تہمت مراد ہے۔اور لفظ محصنات بھی جو کہ زنا سے پاکدامن کے معنی میں ہے (ج ۱۸ ص ۷۹)۔

فتح الکبیر میں اس کا جواب بھی ہے کہ آیت کا حکم تو مردوں کے پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے کا ہے مرد کے مرد پر، عورت کے عورت یا مرد پر لگانے کو نہیں فرمایا جواب دیا ہے کہ وہ دلالۃ النص سے ثابت ہیں جو قطعی دلیل ہے (ج ۵ ص ۸۹) یعنی حکم آیت کا ایسی علت سے ہوتا ہے کہ جس کا سمجھنا اجتہاد سے نہیں بلکہ ہر شخص سے ممکن ہے اور وہ علت اس سے عار کو دور کرنا ہے جس کی طرف اسے منسوب کیا جاتا ہے اگر مرد مرد کو تہمت لگائے گا تو عار اس کی طرف منسوب کریگا۔اس عار کو حد سے دور کرنا ہے اور ایسے ہی عورت کے مرد کو یا عورت کو تہمت لگانے میں ہے (روح المعانی ج ۱۸ ص ۷۹)

اور زیلعی شرح کنز میں ہے کہ آیت اگرچہ پاکدامن عورتوں کے متعلق ہے مگر حکم پاکدامن مردوں کا بھی یہی ہے۔کیونکہ علت عار کا دفع کرنا ہے۔جو دونوں کو شامل ہے تو مردوں کا یہ حکم دلالۃ النص سے ثابت ہے اور اسی پر اجماع ہے (ج ۳ ص ۲۰۰) تفسیر کبیر میں یہی ہے کہ اس بارہ میں مردوں عورتوں میں کوئی فرق نہیں۔(ج ۶ ص ۳۲۵)

ان دلیلوں سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ یہ حکم زنا کی تہمت کا ہے اسی کی

سزا ہے دوسرے کسی گناہ کی تہمت کی سزا نہیں اور یہ کہ چاروں صورتوں میں یہ سزا ہے مرد مرد کو یا عورت کو تہمت لگائے اور عورت مرد کو یا عورت کو تہمت لگائے تو حد قذف(۱) (زنا کی تہمت کی حد) ہر ایک پر لگائی جائے گی۔

احادیث مبارکہ سے تہمت لگانے والے میں دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ عاقل ہو دیوانہ نہ ہو دوسرے بالغ ہو۔ المغنی للحنابلہ میں ہے کہ تمام علمائے امت نے اجماع کیا ہے کہ جو محصن کو تہمت لگائے اور وہ مکلّف (عاقل بالغ) ہو اس کو حد لگائیں۔ (ج ۱۰ ص ۲۰۲) جبکہ تمام احکام کے مکلّف ہونے کیلئے بھی یہی شرطیں ہیں خواہ مسلم ہوں یا غیر مسلم، آزاد ہو یا غلام، مرد ہو یا عورت ہو (درمختار) شامی میں ہے کہ گونگا اور سخت جبر کیا ہوا نہ ہو ان کی تہمت میں شبہ ہوتا ہے اور دارالاسلام میں ہو (ج ۳ ص ۱۸۴) اور جس کو تہمت لگائی جائے اس کے لئے محصن ہونے کی شرط ہے اور محصن(۲) ہونے کیلئے اوپر زنا کی سزا میں سات شرطیں عرض ہوئی تھیں مگر یہاں عار لگنے میں نکاح صحیح اور ہمبستری کو دخل نہیں۔

(فتح الباری شرح بخاری ج ۱۲ ص ۱۵۲) پر ہے کہ یہ حکم شادی شدہ کے لئے خاص نہیں ہے کنواریوں کا بھی یہی حکم ہے اور اس پر اجماع ہے۔ اسلئے صرف پانچ شرطیں ہوں گی (۱) آزاد یعنی غلام نہ ہو (۲) عاقل یعنی

---

(۱) اَسّی کوڑے لگائے جائیں گے (۲) شادی شدہ ہونا۔

دیوانہ نہ ہونا (۳) بالغ (۴) پاکدامن ہو زنا سے (درمختار) ان سب کی حدیثیں اعلاء السنن (ج ۱۱ص ۵۰۳) میں ہیں، بالغ ہونا عاقل ہونا چاہیے مرد ہو یا عورت ہو یا غلام ہو یا آزاد مسلم ہو یا غیر مسلم اور جس کو تہمت لگائی جائے اس کے لئے علماء امت کا اتفاق ہے کہ اس میں پانچ شرطیں جمع ہوں، بالغ ہونا، آزاد ہونا، زنا سے محفوظ ہونا، مسلمان ہونا اور آلہ زنا موجود ہونا۔ یہ سب شرطیں احادیث سے ثابت ہیں خصوصاً محلی ابن حزم (ج ۱۱ص ۲۶۶ تا ۲۹۱)۔

امام شعرانی کہتے ہیں کہ تمام ائمہ دین اس پر متفق ہیں کہ آزاد بالغ عاقل مسلمان خودمختار جب زنا کی تہمت لگائے کسی ایسے مرد آزاد عاقل بالغ مسلمان پاک دامن کو جس کو پہلے کسی زمانہ میں زنا کی حد نہ لگی ہو یا تہمت زنا کی لگائے کسی ایسی عورت آزاد بالغ عاقل مسلمان پاک دامن بے کان والی کو جس پر زنا کی حد نہ لگی ہو اور صاف زنا کی تہمت ہو، غیر دارالحرب میں ہو اور جس کو تہمت لگائی گئی ہے وہ حد قذف کا مطالبہ کرے تو اس پر اسی کوڑے مارنا فرض ہیں اسّی ۸۰ سے زائد نہ ہوں (میزان شعرانی ج ۲ص ۱۴۶) اور عمر بھر کے لئے اس کی گواہی قبول نہ کی جائے۔ (ہدایہ)

جرم کی شدت

اب ذرا اس پر غور کیجیے کہ زنا کی تہمت لگانے پر کتنے سخت جرم کا مرتکب ہو رہا ہے۔(۱) اس جرم کی شدت کے لئے دو پہلوؤں پر غور کرنا ہے ایک اس جرم کی شدت پر کہ جس کی تہمت لگائی گئی ہے تو وہ جرم زنا ہے۔ اور زنا کی شدت اسکے بیان میں آپ دیکھ چکے ہیں دوسری بات اس شخص کی حیثیت وعزت ہے جس کو اس کی تہمت سے خاک میں ملایا گیا ہے اس پر بھی ذرا غور کرنے کی ضرورت ہے۔

(الف) ﴿ان الذین امنوا وعملوا الصلحت اولئک ھم خیر البریۃ﴾ (سورۃ البینہ آیت ۷)

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نہ نیک عمل کئے وہی تمام مخلوق سے بہتر ہیں:

عرش وکرسی بھی مخلوق ہیں (۱)۔

(ب) حدیث میں ہے۔ من قال لاالٰہ الا اللہ دخل الجنۃ (جو کلمہ پڑھ لے گا (دل سے) وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا یعنی اول ہی یا سزا پا کے) قرآن وحدیث سے صاف صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہر

(۱) مؤمنین صالحین کو ساری مخلوقات سے بہتر قرار دیا گیا اور عرش وکرسی بھی مخلوق ہیں تو یہ ان سے بھی بہتر ہوئے تو ان کی توہین پر کتنی سخت سزا ہونی چاہئے۔

مسلمان شروع سے ہی یا بعد سزا پانے کے جنتی ہے جیسے بھی ہو ہے جنتی۔

(ج) مسلمان مطیع تابعدار ہے اور ہر کافر خدا کا باغی ہے لامحالہ فرمانبردار باغی سے ہر حال میں بڑھا ہوا ہے اور بہت بڑھا ہوا ہے

(د) ہر کافر خدا اور رسول ﷺ کا دشمن اور ہر مسلمان ان کا دوست ہے۔

(ہ) ﴿ وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ﴾ (سورۃ منافقون) (اور اللہ کیلئے ہی عزت ہے اور اس کے رسول ؐ کیلئے اور مومنوں کیلئے) اسلئے تمام مخلوقات میں سے انسانوں کو اشرف المخلوقات ہونے کی عزت حاصل ہے اسی طرح اللہ و رسول ؐ کے بعد مومنوں کو سب انسانوں سے زائد عزت حاصل ہے۔ یہ جنتی ہیں جنت میں انکے ماں باپ پیدا ہوئے اور اب ان کو بھی جنت میں ہی جانا ہے۔ ان کا وطن اصلی جنت ہے۔ دنیا میں عارضی کام کیلئے آ گئے ہیں جیسے شہزادہ شکار میں پہچانا نہیں جاتا اگر مسلمان دنیا میں نہ پہچانے جائیں تو بعید نہیں ہے نہ اس پر کوئی اثر نہ اس پر تو ایک اللہ کے دوست ساری مخلوق سے بہتر اور جنتی کو ایسے سخت جرم کی تہمت لگانا کہ جس کے سامنے موت بھی ہلکی ہے۔ اور اس کو اس قدر ذلیل کرنا بدنام اور رسوا کرنا بڑا سخت جرم ہے جس کیلئے سخت ہی سزا درکار ہے اور جب اللہ

تعالیٰ نے صرف زنا کی تہمت پر سزا کی حد مقرر کی اور کسی بہتان تہمت پر نہیں کی تو معلوم ہوا کہ سب سے سخت ترین جرم ہے۔

(۲) اس تہمت سے صرف اسی کو عار اور بے عزتی نہیں حاصل ہوئی بلکہ اس کے تمام عزیزوں دوستوں خاندان برادری محلّہ والوں کو بھی ذلت لاحق ہوئی جو کہ سب مسلمان ہیں اللہ رسولؐ کے دوست سب سے باعزت اشرف ترین مخلوق ہیں اس لئے یہ ایک ہی شخص کو ذلیل اور ذہنی دماغی کوفت میں مبتلا کرنا نہیں۔ ان تمام معززین کرام کو ذلیل کرنا ہے۔

مسلمانوں کو یہ عزت خدا اور رسول ﷺ کے تعلق سے حاصل ہوتی ہے اس کو ذلیل کرنا اس تعلق کو ذلیل کرنا ہے۔ جو اس کو حاصل تھا تو گویا اس طرح خدا اور رسول ﷺ کی ایک صفت پر حملہ کرنا ہے کیونکہ غلاموں کی تذلیل سے آقا کی، شاگردوں کی تحقیر سے استاد کی۔ مریدوں کی سبکی سے پیر کی سبکی لازم آتی ہے اس لئے اس کا اثر کچھ نہ کچھ اللہ و رسول ﷺ تک پہنچتا ہے اس لئے اور سخت ترین جرم بن جاتا ہے۔

(۴) مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے صحابہؓ سے فرمایا ''کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے فرمایا تمہارا اپنے بھائی کا ذکر کرنا ایسے کہ اسکو ناگوار ہو۔ عرض کیا گیا یہ تو فرمائیے کہ اگر میرے بھائی

میں وہ بات ہو جس کو میں کہتا ہوں فرمایا اگر اس میں وہ ہو تب تو تم نے غیبت کی ہے اور اسمیں وہ نہ ہو تو تم نے بہتان لگایا ہے"۔ تو حضور اکرم ﷺ نے غیبت سے بہتان کو سخت قرار دیا۔ اور غیبت کے لئے ارشاد ہے کہ غیبت زنا سے بھی سخت ہے (شرح احیا از طبرانی) تو خیال کر لیجیے کہ اس بہتان کا گناہ کتنا سخت ہوگا۔ غیبت تو ہر معمولی سے معمولی عیب کو بھی منسوب کرنا ہوتا ہے اور یہ تو نہایت سخت ترین جرم کا منسوب کرنا ہے اور گو دونوں میں حق العبد ہونے کی وجہ دونوں زنا سے سخت ہیں مگر جتنا فرق غیبت اور اس تہمت میں ہے اتنا ہی فرق دونوں کی شدت میں بھی ہونا ضروری ہے۔

بدایۃ المجتہد ابن رشد مالکی میں ہے کہ تہمت لگانے والے سے حد قذف صرف اسی وقت ساقط ہو سکتی ہے کہ جس کو تہمت لگائی ہے اس کا زنا چار عینی شاہدوں سے ثابت ہو جائے اس پر اجماع ہے (ج ۲ ص ۳۱۴) یہ اس قدر سنگین جرم ہے کہ اگر واقعہ بالکل صحیح بھی ہو چشم دید بھی ہو بلکہ ایک اور کا بلکہ دو اور بھی آنکھوں سے دیکھنے والوں کا ہو مگر چار نہ ہوں یا چار میں سے کوئی ایک عورت یا غیر معتبر ہو تو باوجود امر واقعہ ہونے اور چشم دید ہونے کے بھی زبان سے نکالنا حرام ہے اور حد قذف کی سزا کا حقدار بنا دیتا ہے جب تک قاعدہ کے تحت میں نہ آ جائے جیسے کہ اس آیت اور زنا کی بحث کی آیت

میں ہے کہ چار نہ ہوں اور ضابطہ ونصاب پورا نہ ہو تو منہ سے نکالنے والے ہی مجرم ہیں۔ مسلمان کی عزت کی کوئی انتہا نہیں کہ بے ضابطہ سچ بھی اس کے حق میں جرم عظیم ولعنت ہے۔

(٦) المغنی للحنابلہ ج ١٠ ص ٢٠١) پر ہے "یہ تہمت حرام ہے قرآن شریف حدیث پاک اور اجماع سے حرام ہے" جس قدر قوت سے اس کی حرمت ثابت ہوگی اسی قدر سخت ترین جرم ہونا ثابت ہوگا یہ تہمت سچی ہو یا جھوٹی ہو سخت ترین جرم ہے اور لعنت بھی ہے۔

(فتح القدیر ج ۵ ص ٢) پر ہے کہ "دنیا میں جس قدر بھی مذہب ہیں کسی مذہب میں بھی لوگوں کے مال لینا، آبروؤں پر حملہ کرنا اور زنا اور نشہ جائز نہیں کیا گیا گو پینا کہیں جائز ہوا ہو" اس لئے یہ آبروریزی پھر ایک کی نہیں خاندان بھر کی وہ جرم ہے جسے کوئی مذہب برداشت نہیں کرتا، اور جو چیز کسی مذہب میں جائز نہ ہو اس کی شدت ظاہر ہے۔

(٨) بہت واقعات گوش گذار ہو چکے ہوں گے کہ مسلمان تو مسلمان غیر مسلم بھی آبرو کے مقابلہ میں جان ومال تک کی پرواہ نہیں کرتے تو ایسا الزام لگانا جان ومال کو برباد کرنے سے بھی زیادہ سخت چیز ہے۔ سخت سزا کا حقدار ہے۔

(۹) کنواری لڑکی یا لڑکے شریف کنوارے کو یہ تہمت لگانا علاوہ اس کی اور اس کے گھر کنبہ کی تذلیل کے ان کو خانہ آبادی سے محروم کر کے زندگی تلخ کر دینا ہے اور جب سلسلہ جنبانی(۱) پر اس تہمت کا ذکر آئے گا اس وقت ان کو موت بھی زندگی سے اچھی معلوم ہوگی اور اگر شادی شدہ پر ہے تو میاں بیوی میں تفریق حرام کا ذریعہ ہو کر زندگی کو موت سے بدلنا ہے۔

(۱۰) درمختار اور شامی میں ہے کہ اگر ایک شخص دوسرے کو حکم دے تو مجھ پر زنا کی تہمت لگا دے تب بھی اس پر حد جاری کی جائے گی کیونکہ اس مین گو حق العبد بھی ہے مگر حق اللہ غالب ہے۔ اس لئے سزا ہوگی اور اس کے معاف کرنے سے معاف بھی نہ ہوگی۔ بخلاف اس کے کہ کسی کو کہا کہ مجھ کو قتل کر دے اور اس نے قتل کر دیا تو قصاص نہ ہوگا کہ وہ خالص حق العبد تھا معاف کرنے سے معاف ہو سکتا تھا (ج ۳ ص ۱۸۶) تو معلوم ہوا کہ یہ جرم قتل سے بھی بڑھ کر ہے۔ اسکی سزا سخت ہونی چاہیے گو بڑھنا بعض اعتبارات سے ہے اور کسی کی جان و مال کا نقصان نہیں۔

سزا کا مناسب ہونا

اب ذرا اس پر غور کرنا ہے کہ اسی ۸۰ کوڑے جو اس کی سزا مقرر ہے

(۱) جب ان کے نکاح وغیرہ کی کسی جگہ بات چلے گی اور اس تہمت کا ذکر آئے گا۔

وہ کس قدر موزوں سزا ہے اور پھر اس کی گواہی کا قبول نہ ہونا اور شرطیں کس قدر مناسب ہیں۔

سزا اور جرم میں مناسبت

(۱) اس تہمت سے عزت و آبرو کو مجروح کیا جاتا ہے اور عزت آبرو کا تعلق انسان کے ہر ہر جز سے ہے کہ سب کو ذلیل کرنا اور نظروں میں حقیر بنانا ہے اس لئے سزا بھی ایسی مناسب ہے جس کا تعلق ہر ہر جز سے ہو کوڑے لگانے میں بھی یہ بات حاصل ہوتی ہے اور رجم کرنے میں بھی مگر اس میں ایک فعل کو منسوب کرنا ہے خود فعل کا کرنا نہیں۔ اس لئے فعل کی حد سے کم کم ہونا ہی لازمی ہے اور اس کی بدی زنا کے برابر بھی نہیں ہے اس لئے اس کی سزا سے کم۔

(۲) یہ جرم ایک ایسے جرم کی طرف منسوب کرتا ہے جس کا تعلق ایسے جوہر سے ہے جس کا تعلق ہر ہر جز سے ہے۔ جیسے کہ زنا کے بیان میں آچکا ہے اس لئے اس سزا کا تعلق بھی ہر ہر جز سے ہونا ضروری ہے۔

(۳) چونکہ یہاں زنا کا فعل نہیں ہے اس کی طرف نسبت سے اس کی اشاعت ہے اور عزت و آبرو بہت سے مسلمانوں کی خاک میں ملانا ہے اس کی شدت بھی زنا کے قریب ہے اس لئے اسکی سزا بھی زنا کے قریب مگر

اس سے کم ضروری ہے اس لئے رجم نہیں ہے صرف کوڑے ہیں اور کوڑے بھی سو نہیں ایک ایسی مقدار کم ہے جو شریعت میں معتبر درجہ رکھتی ہے یعنی پانچواں حصہ چنانچہ زکوٰۃ کے کئی مسئلوں میں پانچواں حصہ ملحوظ ہے لہٰذا اسی کوڑے ہی مناسب ہوئے۔

چار گواہ نہ ہونے پر حد قذف جاری کرنے کی وجہ

(۴) آیت سے معلوم ہوا کہ اگر چار گواہ پورے نہ ہوں گے تو ہر ایک مجرم قرار پائے گا خواہ وہ بالکل سچا ہی ہو حالانکہ قتل کے ثبوت کے لئے بھی صرف دو گواہ درکار ہیں تو اس کی دو وجہ زنا کی سزا کے بیان میں گذر چکی ہیں کہ پردہ پوشی ہے اور احتیاط بھی اسی میں ہے۔ ان کے علاوہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں یہاں دو باتیں ایک دوسرے کی مخالف واقع ہو رہی ہیں وہ یہ کہ زنا ایک گناہ کبیرہ ہے۔ اس کا سد باب اس پر حد قائم کرنا ہے۔ اور اس پر مواخذہ کرنا بھی ضروری ہے اور ایسی ہی قذف یعنی زنا کی تہمت بھی گناہ کبیرہ ہے اس میں بہت سخت عار و تذلیل ہوتی ہے اس پر بھی حد قائم کرنا ضروری ہے۔ مگر یہاں قذف شہادت سے مشتبہ ہو رہا ہے۔ اگر قذف و تہمت والے کو پکڑتے ہیں تاکہ اس پر حد قذف یعنی تہمت کی حد اسّی کوڑے لگائیں تو وہ کہہ سکتا ہے کہ میں تو اس زنا کا گواہ ہوں جس پر حد جاری

کرنا حکومت کا کام ہے گویا میں حکومت کا گواہ ہوں۔ اس طرح تو حد قذف باطل ہوتی ہے کہ ہر ایک یہی کہہ سکتا ہے۔ اور دوسری طرف جو شاہد ہے زنا کا اس سے زنا کی شہادت رہ جاتی ہے کیونکہ اس کا قاذف یعنی تہمت لگانے والا ہونا اور مستحق حد قذف ہونا ثابت ہے تو حد قذف لگانی چاہیے غرض نہ حد زنا جاری ہو سکے گی نہ حد قذف جب دونوں حدوں میں انتظام کے وقت تعارض ہو گیا تو کسی صاف کھلی بات سے اس کا فیصلہ ہونا ضروری ہے اس کے لئے مخبروں کی کثرت کی ضرورت ہوگی جب واقعہ کی خبر دینے والے زیادہ تعداد میں ہو جائیں گے تو گواہی اور سچائی کا گمان قوی ہو جائے گا اور تہمت کا گمان کمزور پڑ جائے گا کیونکہ تہمت لگانا تو دو باتوں پر موقوف ہے۔ ایک تہمت لگانے والے کا دین و تدین میں کمزور ہونا دوسرے اس سے کہ جس پر تہمت لگائی ہے۔ کینہ و چپقلش ہونا اور ان دونوں باتوں کا ایک جماعت کی جماعت میں جمع ہونا بعید ہے۔ اس لئے ایک جماعت کی شرط ہوئی اور دو معتبر آدمی اس لئے قبول نہیں کئے گئے کہ وہ ہر معاملہ میں ہوتے ہیں تو اس تعارض اور دونوں حد زنا و حد قذف میں مخالفت کے وقت کوئی خاص اثر ظاہر نہیں ہو سکتا تھا اور جماعت میں کم از کم چار کی تعداد جو تین جمع (۱) کے عدد سے زائد ہے اس لئے تجویز فرمائی گئی کہ شہادت کے نصاب کا دوگنا ہو جائے کہ

---

(۱) اس لئے کہ تین اقل جمع ہے۔

ہر معاملہ کیلئے دو گواہ ہوتے ہیں اس کے لئے چار (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۲) جب اس شہادت کا نصاب چار معتبر مسلمان مرد ہوں گے تو شہادت کا نصاب پورا نہ ہونے پر کوئی بات ثابت نہ ہو سکے گی اور جب زنا ثابت نہ ہو سکے گا تو تہمت ثابت ہے اس لئے اگر چار میں سے ایک بھی کم یا غیر معتبر رہا تو تہمت ثابت اور اس کی سزا واجب ہوگی۔ یہ بالکل اصولی چیز ہے اور عقل کے موافق ہے۔

محدود القذف کے مردود الشہادت ہونے کی وجہ

(۵) تمام عمر اس کی شہادت کا قبول نہ کیا جانا بھی سزا ہے سزا دو قسم کی ہوتی ہے ایک جسمانی ایک دینی چونکہ یہ جرم ایک خبر دینے کا جرم ہے اس کی سزا بھی خبر کی جنس سے مناسب ہے تو گواہی دینا بھی خبر ہی دینا تھا ایسی خطرناک خبر کی سزا پر خبر دینا بند کر دینا ہی مناسب ہے تاکہ جسمانی و ذہنی دونوں سزائیں ہو کر جرم کی تلافی کر دیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ تہمت لگانے والے پر جب دار و گیر ہوگی تو وہ اپنے بچاؤ کیلئے کہہ سکتا ہے کہ میں تہمت نہیں لگا تا ہوں شہادت دے رہا ہوں۔ ایسے شدید جرم کے بعد فرار کی صورت سے روکنا بھی مناسب سزا ہے کہ وہ شہادت کا اہل ہی نہیں ہے (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۲۰) ابداً (ہمیشہ) کا لفظ اسی کو ظاہر کرتا ہے جو حنفیہ کا مذہب ہے کہ بعد توبہ کے بھی اس کی گواہی مقبول نہ ہوگی۔

حد قذف کے جاری کرنے میں عقل و بلوغ کی شرائط کی وجہ

(٦) تہمت لگانے والے میں دو شرطیں کہ عاقل ہو بالغ ہو بہت ضروری ہیں کیونکہ نابالغ کم عقل والے اور مجنون بے عقل دیوانہ پر احکام کی ذمہ داری ہی نہیں ہے اور یہ سزا ذمہ داری پر ہونی چاہیے۔ اور جرم یہاں بے آبرو کرنا ہے اور سب جانتے ہیں کہ بچے اور دیوانے کے کچھ کہنے سے نہ کسی کو اعتبار ہوتا ہے نہ بے آبروئی ہوتی ہے اس واسطے یہ جرم نا قابل سزا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ مسلمان ہونا بھی شرط ہونا چاہیے تھا کہ وہی احکام کا مکلّف ہے تو بات یہ ہے کہ یہاں جرم آبروریزی اور عزت کو خاک میں ملانے کا ہے اور ایسے شخص کی عزت کو جو اللہ رسول کا تابعدار دوست ہے باغی نہیں جنتی ہے تمام مخلوقات سے افضل ہے تو جب خود اسی جیسے شخص کے آبروریزی کرنے سے بھی عزت خاک میں ملتی ہے تو جو بدترین مخلوق ہو جیسے کہ سورۃ بینہ میں ہے۔

﴿ان الذین کفروا من اهل الکتاب والمشرکین فی نار جهنم خالدین فیها اولئک هم شر البریه﴾ (سورة البينة آيت ٦) (جن لوگوں نے کفر کیا ہے اہل کتاب ہوں یا مشرک آگ جہنم میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں

گے یہی لوگ تمام مخلوقات سے بدترین ہیں) تو اس کی طرف سے یہ حرکت اور بھی شدید ترین جرم ہوگا۔ اس لئے تہمت لگانے والا مسلمان و غیر مسلم دونوں اس سزا کے مستحق ہیں۔

متہم میں عقل و بلوغ کی شرائط کی وجہ

(۷) چونکہ جرم یہاں آبروریزی ہے لہٰذا جس پر تہمت لگائی جائے اس کا تہمت لگانے والے سے زیادہ باعزت ہونا ضروری ہے مسلمان عاقل بالغ آزاد ہونا اور زنا سے پاکدامن ہونا ضروری ہے۔ اگر کسی کے آلہ ہی نہ ہوگا تو تہمت لگانے والا سب کی نظر میں خود ہی ذلیل ہو جائے گا اس لئے یہ شرطیں نہایت ضروری ہیں۔
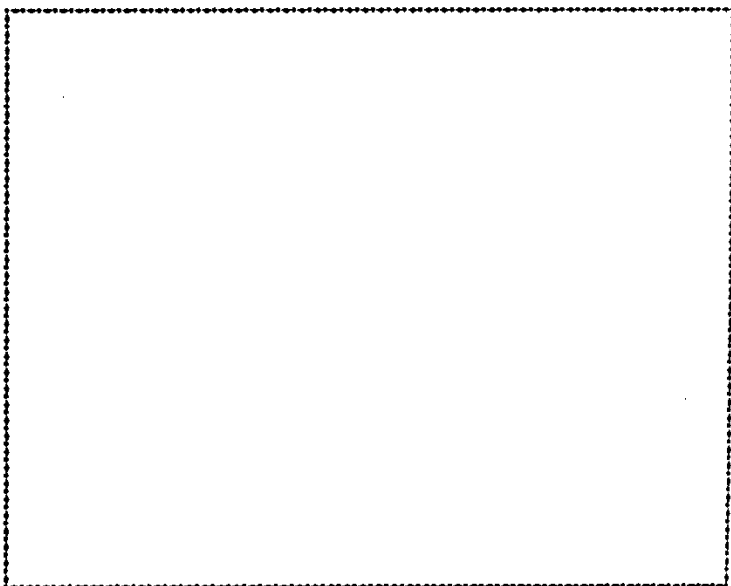
شراب نوشی کی سزا

﴿یا ایها الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطن فاجتنبوه لعلکم تفلحون انما یرید الشیطن ان یوقع بینکم العداوة والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوة فهل انتم منتهون﴾ (المائدہ آیت)

(اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جوا اور بت وغیرہ اور قرعہ کے تیر، یہ سب گندی باتیں شیطان کے کام ہیں تو تم اس سے بالکل الگ رہو تا کہ تم کو فلاح حاصل ہو شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب و جوا کے ذریعہ سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کر دے۔ اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے۔ تو اب بھی تم باز آؤ گے۔

شرابوں کا حرام ہونا

فتح الباری شرح بخاری کتاب الاشربہ میں ہے کہ ابو بکر رازی نے احکام القرآن میں بیان کیا ہے اس آیت سے شراب کا حرام ہونا اتنی وجوں سے ثابت ہے:

(الف(۱)) اس کو رجس (نہایت گندی) فرمایا اور قرآن شریف میں رجس ایسی چیز کو کہا گیا ہے جس کے حرام ہونے پر ساری امت کا اجماع ہے یعنی سور کے گوشت کو (لہٰذا یہ بھی ویسی ہی گندی اور حرام ہوئی۔

(ب) مِنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ (شیطان کے کام) فرمایا اور جب کوئی کام شیطان کا کام ہوگا تو اس کا کرنا حرام ہی ہوگا۔

(ج) اجتناب بالکل الگ رہنے کا حکم ہے اور ہر حکم فرض ہوتا ہے۔ تو جس سے بچنا فرض ہے اس کا کرنا حرام ہے۔

(د) فلاح یعنی دونوں جہان کی کامیابی کا حاصل ہونا اس سے بچنے پر ہی فرمایا گیا یعنی جو چیز ایسی کامیابی میں خلل انداز ہوگی وہ حرام ہے۔

(ہ) شراب عداوت وبغض یعنی دشمنی وکینہ مسلمانوں میں ڈالنے کا سبب ہے جو چیز مسلمانوں میں دشمنی وکینہ ڈالے وہ حرام ہے اس لئے یہ حرام ہے۔

---

(۱) حضرت مفتی صاحبؒ نے نمبر شمار کے لئے حروف ابجد استعمال کئے ہیں الف سے یا تک حروف کے عدد منقول ہیں۔ چنانچہ ایک سے نو تک عدد علی الترتیب ان حروف کے ہیں الف۔ ب۔ ج۔ د۔ ہ۔ و۔ ز۔ ح۔ ط۔ دھائیاں علی الترتیب ان حروف میں ہیں۔ ک۔ ل۔ م۔ ن۔ س۔ ع۔ ف۔ ص۔ سو سے ہزار تک سینکڑے ان حروف میں ہیں۔ ق۔ ر۔ ش۔ ت۔ ث۔ خ۔ ذ۔ ض۔ ظ۔ غ۔ گیارہ، بارہ لکھنے کے لئے اکائی والے حرف کے ساتھ دھائی ملائی جاتی ہے۔ جیسے مفتی صاحبؒ نے ۱۱ کے عدد کے لئے یا لکھا ہے مطلب یہ ہے کہ الف کا ایک ی کے دس کل گیارہ ہوئے۔ ۱۲ خ۔

(و) اللہ تعالیٰ کے ذکر سے روک دیتی ہے اور جو چیز خدا سے روکتی ہو وہ حرام ہے۔

(ز) نماز سے بھی روکتی ہے یعنی نماز فرض ہے اس سے روکنا حرام تو روکنے والی چیز بھی حرام ہے۔

(ح) آخر میں ارشاد ہے فھل انتم منتھون تو اب بھی تم باز آؤ گے جو سختی سے روکنے اور جھڑکنے کے لئے ہوتا ہے اسی واسطے جب حضرت عمرؓ نے سنا تو عرض کیا ﴿انتھینا انتھینا﴾ (ہم رک گئے) جس سے سختی سے رکنا ہو وہ حرام ہے۔ (ج۱۰ص۴۵) امام فخر الدین رازی نے ان سب وجہوں کے ساتھ اور بھی وجہیں بیان فرمائی ہیں۔

(ط) اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوئے کے ذکر کو بتوں اور قرعہ کے تیروں کے ساتھ بیان فرمایا ہے جس سے معلوم ہوا کہ ان کی گندگی بھی ان کے قریب ہے۔

(ی) اس کے بعد ارشاد ہے "واطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واحذروہ" (اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرو اور رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرو اور خلاف سے بچو) تو اس آیت کے احکام میں بھی فرمانبرداری کرنا اور مخالفت سے بچنا فرض اور خلاف کرنا حرام ہے۔

(یا) آگے ارشاد ہے" فان تولیتم فاعلموا انما علیٰ رسولنا البلاغ المبین " (اور اگر اعراض کروگے تو یہ جان رکھو کہ ہمارے رسول ﷺ کے ذمہ صرف صاف صاف پہنچا دینا ہے) یہ مخالفت کرنے والے کیلئے سخت وعید ہے اور تیز دھمکی ہے فرمایا ہے کہ اگر تم اب بھی اعراض گے تو تم پر حجت قائم ہو چکی ۔رسول ﷺ اپنے فرض منصبی سے بری ہو چکے اب اسکے بعد جو عتاب وعذاب ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ کے یہاں ہے (تفسیر کبیر ج۳ص ۶۵۸)

حنبلی مذہب کی کتاب المغنی اور شرح کبیر میں ہے کہ شراب پینا حرام ہے اللہ کی کتاب سے بھی حدیثوں سے بھی اور اجماع سے بھی ۔آیت بالا کے بعد لکھا ہے کہ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ ہر نشہ والی چیز خمر ہے اور خمر حرام ہے رواہ ابوداؤد والامام احمد۔

اور عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے شراب پر اور اس کے پینے والے پر، پلانے والے ،فروخت کرنے والے، نچوڑنے اور نچوڑوانے والے، اٹھا کر لانے والے اور اس پر جس کے لئے اٹھا کر لائی جائے اس کو ابوداؤد نے بیان کیا ہے اور حضور اکرم ﷺ سے شراب کے حرام ہونے میں اتنی حدیثیں ثابت ہیں کہ

ان کا مجموعہ تواتر کے درجہ کو پہنچ جاتا ہے اور تمام امت نے اس کے حرام ہو نے پر اجماع کیا ہے بعض حضرات کو کچھ شبہ ہو گیا تھا تو صحابہؓ کے علماء نے ان کے شبہ کو دور کر دیا تھا اور جس جس نے پی لی تھی ان پر حد قائم کی تھی تب اس پر اجماع منعقد ہو گیا تھا تو اب جو شخص اس کو حلال سمجھے گا وہ حضور رسول ﷺ کو جھوٹا قرار دیتا ہے کیونکہ یہ نقل متواترہ(۱) سے ثابت شدہ ہے وہ اس حرام ہونے کے انکار سے کافر ہو جائے گا اس سے توبہ کرائی جائے اگر توبہ کر لے تو ٹھیک ہے ورنہ قتل کیا جائے (ج ۱۰ ص ۳۲۵)۔

حد والی شراب

امام شعرانی شافعیؒ فرماتے ہیں کہ امت کے چاروں امام ان باتوں پر اتفاق رکھتے ہیں کہ خمر یعنی شراب پینا حرام ہے اور وہ ناپاک ہے اور خمر کے تھوڑے یا بہت پینے پر حد واجب ہے اور جو اس کے پینے کو حلال سمجھے گا اس پر کافر ہونے کا حکم لگا دیا جائے گا اور اس پر بھی سب متفق ہیں کہ انگور کا شیرا جب گاڑھا ہو جائے جھاگ دینے لگے تو وہ خمر (شراب) ہے اور اس پر بھی سب متفق ہے کہ جو شراب نشہ لاتی ہے اس کی تھوڑی اور زیادہ مقدار سب حرام ہے اور اس کا بھی نام خمر رکھا جاتا ہے اور اس کے پینے پر بھی حد ہے خواہ انگور کی ہو یا کشمش یا گندم یا جو یا ذرّہ یا چاول یا شہد یا دودھ وغیرہ کسی چیز کی ہو (میزان ج ۲ ص ۱۵۵)

---

(۱) جو حکم خبر متواتر سے ثابت ہو فرض ہوتا ہے اس کا انکار کفر ہے۔

بدایۃ المجتہد لابن رشد (۱) مالکی میں ہے کہ نبیذ یعنی غلہ یا پھل پانی میں ڈال کر ان کا عرق شیریں لینا تو ان میں سے عن اقتراف جونشہ نہ کریں ان میں اختلاف ہے مگر سب کا اجماع ہے کہ ان میں سے نشہ والی سب حرام ہیں۔ (ج ۲ ص ۴۳۴)

زواجر من اقترف الکبائر میں ابن حجر مکی کہتے ہیں کہ جو اسی وقت نشہ لائے وہ حرام وفسق ہے بالاجماع ایسے ہی انگوروں و کھجور کا تھوڑا سا بھی شیرہ جب گاڑھا ہو اور جوش مارے بغیر آگ پر رکھے حرام و ناپاک ہے بالاجماع پینے والے پر حد ہوگی فاسق شمار ہوگا بلکہ اگر حلال سمجھے گا تو کافر ہو جائے گا (ج ۲ ص ۱۲۸)

لہٰذا حد جاری ہوگی دو صورتوں پر یا تو انگور کی کچی شراب جو جوش مارے یعنی نیچے سے اوپر آنے لگے اور نشہ پیدا کرے یہ تو خمر ہے حقیقی معنی سے ایک قطرہ تک پر حد ہے یہ نجاست ہے اس کے انکار پر کفر کا حکم ہوگا دوسری صورت اس کے علاوہ شراب کی بہت سی صورتیں وہ سب بقدر نشہ ہونگی تو حد جاری ہوگی اور کم گو حرام ہوں گی مگر ان پر حد نہیں تعزیر جاری ہوگی۔

---

(۱) ابن رُشد مالکی کی کتاب "بدایۃ المجتہد"۔

اقسام شراب وشرائط حد

تنویر الابصار در مختار (۱) اور شامی کا خلاصہ یہ ہے کہ شراب نوشی کی حد اس مسلمان پر لگائی جائے گی جو گونگا نہ ہو عاقل ہو، یعنی دیوانہ نہ ہو، بالغ ہو، بغیر سخت ترین جبر و مجبوری کے پیے، حرام ہونے کو جانتا ہو یا اسلامی حکومت میں ہو، وہ خمر یعنی انگور کی کچی شراب جب کہ وہ جوش میں آچکی ہو گاڑھی نشہ والی ہو چکی ہو چاہے ایک قطرہ ہی پیے، نشہ ہو یا نہ ہو، یا پھر کسی اور شراب سے نشہ تک پی لے (ج ۳ ص ۱۷۷) ان سب شرطوں کی وجہ آگے عرض کی جائے گی۔

اور کتاب الاشربہ میں ہے کہ چار قسم کی شرابیں حرام ہیں اول تو خمر یعنی انگور کا کچا پانی جب کہ اس میں جوش آجائے یعنی نیچے سے اوپر کو اُٹھ آئے اور قوی ہو جائے کہ نشہ دینے لگے یہ تو حقیقی خمر ہے باقی کو مجازاً خمر کہہ دیتے ہیں اس قسم کا تو حکم یہ ہے کہ کم ہو یا زیادہ بالا جماع حرام ہے خود اس کی ذات ہی حرام ہے نشہ ہو یا نہ ہو اور نجاست مغلظہ (۲) ہے جیسے کہ پیشاب اس کو حلال سمجھنے والا کافر قرار دیا جائے گا اور مسلمان کیلئے بے قیمت چیز بن گئی کہ ضائع کرنے پر تاوان نہ ہوگا اس سے ہر طرح کا فائدہ اٹھانا حتیٰ کہ جانوروں کو پلانا یا مٹی میں ملا کے گھر وغیرہ بھی لیپنا حرام ہے اس کی خرید

(۱) کتابوں کے نام ہیں (۲) سخت ناپاکی ہے۔

وفروخت کرنا حرام ہے پینے والے پر حد ہوگی گونشہ نہ ہوا ہو (باقی شرابوں کے پینے پر نشہ ہونے سے حد ہوگی) اور اس کو بطور دوا استعمال کرنا بھی حلال نہیں راجح قول یہی ہے۔

دوسری قسم انگور کی پکی شراب جس کو پکایا گیا ہو کہ نصف یا دوتہائی سے کچھ کم جل کر نشہ والی بن جائے فتوی یہ ہے کہ یہ بھی قسم اول کی طرح نجاست غلیظہ ہے (احکام آگے آرہے ہیں)

تیسری قسم کھجور کی کچی شراب ہے جبکہ قوی نشہ والی اور جھاگدار ہو جائے۔

چوتھی قسم کشمش کی کچی شراب ہے جس میں جوش پیدا ہوگیا ہو۔

یہ تینوں ۲، ۳، ۴ اگر جوش میں نہ آجائیں تو بالاتفاق حلال ہیں اور اگر جوش میں آکر جھاگ دیدیں تو بالاتفاق حرام ہیں اور ۳، ۴ کی نجاست کے غلیظہ وخفیفہ ہونے میں اختلاف ہے مگر ان کا حرام ہونا نمبرا سے کم درجہ کا ہے ان کو حلال سمجھنے والا کافر نہیں قرار دیا جائے گا(۱)۔

شرائط کے دلائل

اوپر درمختار وغیرہ سے حد جاری کرنے کی آٹھ شرطیں بیان ہو چکی ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ گونگے پر حد نہیں ہے چاہے اس پر دو عینی گواہ گواہی

(۱) اگرچہ پینا ان کا بھی حرام ہے۔

دے دیں خود اپنی عادت معروفہ کے ساتھ اشارہ کر دے کیونکہ پہلے حدیث شریف سے عرض ہو چکا ہے کہ حدیں شبہ سے ساقط ہو جاتی ہیں تو یہاں شبہ ہے کہ اگر وہ بول سکتا تو شاید کسی ایسی صورت کی خبر دے دیتا جس پر حد جاری نہیں ہوتی مثلاً کسی نے اس پر شدید ترین جبر کیا ہو یا حلق میں لقمہ اٹک گیا ہو اور پانی پاس نہ ہو شراب کے گھونٹ سے اس کو اتارا گیا ہو یا یہ کہتا کہ میں نے اس کو نبیذ (انگور یا کھجور کشمش پڑا پانی) سمجھا تھا اور عاقل بالغ ہونا تو ظاہر ہے اس لئے کہ تمام احکام انہی پر ہیں مجنون اور بچہ پر جیسے اور احکام نہیں حد بھی نہیں اور سخت ترین جبر و مجبوری نہ ہونے کی شرط اس لئے ہے کہ جبر و اکراہ کی حالت میں تو اس کے لئے جائز ہو گئی تھی ایسے طویل فاقوں کے بعد مردار حلال ہونے کے وقت یا گلے میں سے لقمہ اتارنے کے لئے جبکہ پانی نہ ہو یہ جرم ہی نہیں رہی بقدر جان بچانے کے استعمال جائز تھا اور مسلمان ہونا اس کیلئے ضروری ہے کہ کافروں پر ان کے دین کے بارہ میں دارو گیر نہیں ہوتی مگر حسن بن زیاد سے نقل ہے کہ اگر ان پر نشہ ہو جائے گا تو حد جاری کی جائے گی کیونکہ نشہ ہر دین میں حرام ہے اور یہی بہتر ہے (از بدائع ج ۷ ص ۴۰) حرام کو جانتا ہو یا اسلامی حکومت میں ہو کیونکہ اسلامی حکومت میں اس کا نہ جاننا عذر نہیں ہے اور دارالحرب سے آیا ابھی مسلمان ہوا اور نہیں جانتا تھا تو یہ

عذر ہوگا خمر حقیقی کا ہونا یا نشہ والی ہونا مجازی خمر کا شرط ہے کیونکہ سزا خمر کی ہے اور نشہ سے ہی مجازی خمر قرار پاتی ہے۔

سزا

(ترمذی ج۱ ص۱۸۴ پر ہے)﴿عن معاویۃؓ قال قال رسول اللہ ﷺ من شرب الخمر فاجلدوہ فان عاد فی الرابعة فاقتلوہ فی نفع فوت المختونی (ج۱ ص۱۷۳) صححه ابن حبان والحاکم وفی نصب الرایة (ج۲ ص۹۵) قال الذهبی صحیح قال ابن حجر عن الترمذی، قال وسمعت محمداً (البخاری) یقول حدیث معاویة فی هذا اصح﴾ (فتح الباری ج۱۲ ص۶۶)

حضرت معاویہؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شراب پیے اسکو کوڑے مارو پھر عود کرے تو چوتھی بار پھر فرمایا اس کو قتل کر دو۔

امام نوی کہتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ خمر (انگور کی کچی

شراب یا دوسری قدر نشہ) کا پینا حرام ہے اور اس پر بھی سب کا اجماع ہے کہ خمر تھوڑی یا زیادہ پینے والے پر حد جاری کرنا واجب ہے ۔ اور اس پر بھی سب کا اجماع ہے کہ اس کو قتل نہ کیا جائے گا خواہ بار بار پی چکا ہو ۔ اس اجماع کو ترمذی اور بہت لوگوں نے نقل کیا ہے قاضی عیاض نے کسی شاذ جماعت سے چوتھی بار کے بعد قتل کو نقل کیا ہے ۔ مگر یہ قول باطل ہے صحابہؓ اور بعد کے تمام مسلمانوں کے اس اجماع کے خلاف ہے کہ شرابی قتل نہیں کیا جائے گا اگر چہ وہ چار بار سے زائد مکرر پی چکا ہو اور قتل کا حکم منسوخ ہے پھر علماء کی ایک جماعت کا قول یہ ہے کہ اجماع خود اس کے منسوخ ہونے پر دلالت کرتا ہے اور بعض کا قول یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد سے منسوخ ہے کہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں ہے سوائے ان تین میں سے ایک بات کے جان کے بدلہ جان ہو اور محصن زنا کار اور مرتد اسلام کو ترک کرنے والا (شرح مسلم ج ۲ ص ۷۱، اعلاء السنن ج ۱۱ ص ۴۶۷، اور فتح الباری شرح بخاری ج ۱۲ ص ۶۰، ۶۶) پر بہت سی حدیثیں نقل ہیں جن میں چوتھی بار یا زیادہ بار پر قتل نہ کرنا بلکہ کوڑے مارنا ہی بیان ہے ۔ ان سب سے بھی قتل کا حکم منسوخ ہونا معلوم ہوتا ہے ۔ ان کے بعد فتح الباری میں یہ بھی ہے کہ مسلمانوں نے دیکھ لیا کہ حد تو باقی رہی اور قتل کا حکم مرتفع ہو گیا اور امام شافعیؒ

نے اس حدیث کے بعد فرمایا کہ ”یہ ایسی بات ہے کہ جہاں تک مجھے علم ہے اہل علم میں اس کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں اور امام ترمذیؒ کا بھی قول نقل کیا ہے کہ ہم اسکے بارے میں اہل علم میں کوئی اختلاف نہیں جانتے نہ قدیم زمانے میں نہ جدید زمانے میں“

شراب پینے کی سزا قرآن مجید میں نہیں آئی ہے مگر قرآن مجید نے بار بار حکم دیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ جو دیں وہ لو جس سے منع کریں اس سے رک جاؤ۔ اور بھی بہت سی آیات میں اس قسم کا حکم ہے جو حد زنا کے بیان میں عرض ہو چکی ہیں۔ پھر حضور اکرم ﷺ کا ہاتھوں سے کھجور کی شاخوں وغیرہ سے مارنا بھی نقل ہے اور کوڑے مارنا بھی بلکہ قتل کا حکم بھی مگر ان میں سے یہ دیکھنا ہے کہ کون منسوخ ہو گیا اور کون کون سا باقی ہے؟

شیخ ابن حجر کہتے ہیں کہ ابن المنذر رکہتے ہیں کہ شراب پینے والے کے بارہ میں حضور اکرم ﷺ کا عمل مارنا اور تکلیفیں دینا تھا۔ پھر یہ منسوخ فرما دیا گیا تھا کوڑے لگانے کے حکم سے پھر اگر چار بار مکرر پینا ثابت ہو جاتا تھا تو قتل کر دیا جاتا تھا پھر یہ بھی منسوخ ہو گیا۔ صحیح احادیث کے ذریعہ اور تمام اہل علم کے اجماع کے ذریعہ سے (فتح الباری ض ۱۲ص ۶۶) اور صفحہ ۶۰ پر متعدد حدیثیں درج کی ہیں جن میں مارنا بھی نہ تھا اور حضرت ابن عباسؓ کی

حدیث بھی کہ حضور اکرم ﷺ نے شرابی کو کوڑے مارنے کی سزا اخیر میں دی ہے پھر علامہ قرطبیؒ کی یہ تحقیق درج کی ہے جس میں سب حدیثوں کو جمع کیا ہے کہ شراب کے بارہ میں اول اول حد نہیں تھی اسی پر عدم سزا کی حدیثیں محمول ہیں پھر تعزیر کا شرعی حکم ہوا جیسے کہ بہت سی حدیثوں میں ہے جن میں کوئی مقرر مقدار نہیں۔ پھر حد مقررہ مشروع ہوئی مگر پھر بہت سے افراد کو اس کے صاف متعین ہو جانے کی اطلاع نہیں ہوئی مگر یہ اعتقاد رہا کہ کوئی مقررہ حد ضرور ہے۔ حضرات ابو بکرؓ نے اس عمل کی تحقیقات کی جو حضور اکرم ﷺ کے سامنے کیا گیا تھا اور اسی پر (چالیس کوڑے) حد مقرر ہوگئی۔ پھر حضرت عمرؓ اور ان کے موافقین نے چالیس پر زیادہ کرنا پسند کیا یا تو استنباط سے حد مقرر کرنے کیلیئے یا تعزیر کیلیئے یعنی اسی کوڑے قرار دیئے جو بعض کے نزدیک حد کے ہیں اور بعض کے نزدیک چالیس حد کے اور چالیس تعزیر کے۔

امام نوویؒ کہتے ہیں کہ حد خمر کی مقدار میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ، ابو ثور، داؤد اور اہل ظاہر اور بعض دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ حد خمر چالیس کوڑے ہیں۔ ہاں امام شافعیؒ یہ بھی کہتے ہیں کہ امام کو اختیار ہے کہ وہ اسّی تک پہنچادے تو چالیس سے اوپر سب تعزیر ہوگی اور قاضی عیاض نے جمہور سلف وفقہا سے نقل کیا ہے جن میں امام مالکؒ، ابو حنیفہؒ اوزاعی، ثوری۔

امام احمد واسحٰقؒ ہیں۔ سب نے کہا ہے کہ اس کی حد اسّی کوڑے ہے اور دلیل یہ بتائی ہے کہ اسی کوڑے پر حضرات صحابہؓ کا اجماع قائم ہوا ہے اور حضور اکرمؐ کا فعل تحدید وتعین کے لئے نہ تھا اسی لئے ایک روایت مین نحو اربعین (چالیس جیسے) فرمایا ہے۔ ج ۲ ص ۷۱۔

آگے اس حدیث کے تحت کہ ولید بن عقبہ پر حد لگواتے وقت حضرت علیؓ نے چالیس پر روک دیا اور فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے چالیس، ابو بکرؓ نے چالیس، عمرؓ نے اسی لگوائے ہیں۔ سب سنت ہے اور یہ مجھے زیادہ پسند ہے'' یوں ہے۔

جان لو کہ یہاں کتاب مسلم میں تو یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے ولید بن عقبہ کو چالیس کوڑے لگوائے ہیں اور صحیح بخاری میں عبیداللہ بن عدی بن الخیار کی روایت سے ہے کہ حضرت علیؓ نے اسی کوڑے لگائے اور واقعہ ایک ہی ہے۔ قاضی عیاض کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کا مذہب تو شراب کے باب میں اسی کوڑے کا ہی ہے اور ان کا یہ ارشاد بھی ہے " فی قلیل الخمر و کثیر ھا ثمانون جلدۃ" (کم یا زیادہ شراب میں اسی کوڑے ہیں) البتہ حضرت علیؓ سے یہ بھی روایت ہے کہ نجاشی کھلانے والے شخص کو اسی کوڑے لگائے تھے اور مشہور ہے کہ حضرت علیؓ نے ہی حضرت عمرؓ کو اسی

کوڑے حد قائم کرنے کی رائے دی تھی جیسے کہ پہلے موطاء وغیرہ کی حدیث سے بیان کیا گیا ہے قاضی صاحب کہتے ہیں یہ سب اسکی روایت کو ترجیح دیتا ہے جس نے روایت کیا ہے کہ حضرت علیؓ نے ولید بن عقبہ کو اسی کوڑے لگائے قاضی صاحب نے یہ بھی کہا ہے کہ بخاری کی اسی کی اور مسلم کی چالیس کی حدیثوں کو جمع کرنے کی صورت یہ ہے کہ آپ نے ایسے کوڑے سے مارا تھا کہ اس کے دوسرے تھے دونوں سروں سے چالیس بار مارا تو اسی بار ہو گیا (ج ۲ ص ۷۲) اور یہ دوسرے ہونا بھی ایک حدیث میں آیا ہوا ہے، اور عینی شرح بخاری میں حضرت امام شافعیؒ اور امام احمد سے ایک ایک روایت اسّی کی حد کی بھی لکھی ہیں اور لکھا ہے۔

﴿اتفق اجماع الصحابةؓ فی زمن عمر علی الثمانین فی حد الخمر ولا مخالف لهم منهم وعلی ذلک جماعة التابعين وجمهور فقهاء المسلمين ولا خلاف فی ذلک كالشذوذ المعجز بالجمهور﴾ (حضرت عمرؓ کے زمانہ میں تمام صحابہؓ کا اجماع حد خمر میں اسی کوڑوں پر ہو چکا ہے اور صحابہؓ میں سے کوئی ان کا مخالف نہ تھا اسی پر تابعین کی جماعت اور مسلمانوں کے فقہا کی

اکثریت ہے۔اس بارہ میں مخالفت شاذ ہو کر جمہور کے مقابلہ میں کمزور ہے
(ج ۲۳ ص ۲۶۶ جدید)

غلط فہمی

یورپ سے مرعوب یا شراب کی گندگی کی اہمیت میں غلط فہمی کی وجہ سے بعض لوگ یوں کہہ دیتے ہیں کہ جیسے شراب کی ممانعت رفتہ رفتہ آئی تھی اب یہی رفتہ رفتہ سزا ہونی چاہیے کہ اول بار میں مکے بید۔دوسری بار میں چالیس کوڑے تیسری بار میں اسی کوڑے وغیرہ وغیرہ۔تو یاد رکھنا چاہیے کہ منسوخ پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔جتنے احکام سابق یا اس شریعت کے منسوخ ہو چکے کسی پر عمل درست نہیں اس میں قرآنی حکم کی توہین ہوئی ہے کہ ناسخ کو بہتر قرار دیا تھا ہم منسوخ کی برابر یا کمتر بنانے لگے۔ابتدائے اسلام میں جتنے جتنے احکام نازل ہوتے جاتے فرض ہوتے جاتے تھے جب دین مکمل ہو گیا تو اب تو کل دین پر عمل کرنا ضروری ہو گیا۔ذرہ برابر کمی گناہ ہے نو مسلم پر پانچوں نمازیں،سب روزے زکواۃ حج عقائد سب ایک دم فرض ہوتے ہیں یہ درست نہیں کہ فلاں حکم پہلے آیا تھا پہلے وہ فرض پھر فصل کے موافق مدتوں پر دوسرے فرض ہوں۔"ادخلوا فی السلم کافۃ" (پورے اسلام میں داخل ہو جاؤ) کا حکم ہے۔بچہ کا دودھ چھڑانا ہو تو ایک دم

چھڑانے سے چھوٹتا ہے ورنہ ساری عمر نہ چھوٹے گا اعلان سزا کے بعد لوگ
خود چھوڑنے کی تدبیریں سوچ لیں گے۔

جرم کی اہمیت

اب اس پر بھی غور کرنا ہے کہ شراب نوشی کا جرم کیسا عظیم ہے اور اس
کیلئے کتنی سخت سزا موزوں ہے اس لیے چند چیزیں پیش ہیں۔

(ا) غیر مستقل اور مستقل وجود والی مخلوقات، جمادات۔ نباتات اور
حیوانات میں انسان سب سے افضل ہے ارشاد ہے" ولقد کرمنا
بنی آدم" (ہم نے بنی آدم کو معزز بنایا ہے) اور فطری بات بھی یہی
ہے کہ ہر مخلوق اشرف ہے کیونکہ کسی ایک مخلوق کی پوری کی پوری قسم اگر دنیا
سے معدوم ہو جائے تو انسان کی کوئی نہ کوئی ضرورت یا نفع معدوم ہو جائے گا
لیکن کل انسان دنیا سے معدوم ہو جائیں تو کسی کا کوئی نقصان نہیں یہ اس کی
دلیل ہے کہ یہ سب انسان کے لئے ہیں اور انسان ان کیلئے نہیں ہے وہ سب
سے اشرف ہے حاکم ہے اور یہ سب محکوم ہیں یا اس کے کام میں لگے ہوئے
ہیں انسان جو تمام جانداروں کی طرح کھاتا پیتا جاگتا سوتا چلتا پھرتا اور سب
کام کرتا ہے اپنی بساط کے موافق ان کی طرح گھر بناتا ہے۔ اپنی اپنی بولیوں
میں سب کی طرح بولتا ہے مگر پھر بھی سب سے اشرف و افضل ہے تو یہ

فضیلت ایک عجیب جوہر کی وجہ سے ہے جس کو عقل کہتے ہیں انسان کے سوا
مذکورہ مخلوقات سب اس سے محروم ہیں یہ وہ ہتھیار ہے جو دوسروں کے
ہتھیاروں سے بڑھ کر ہے کسی کو ہوا میں اڑکر، کسی کو سینگ، کسی کو ڈنک سے
بچنے کے ہتھیار دیکر بھیجا گیا ہے مگر انسان کو ان میں سے کوئی ہتھیار نہیں دیا
گیا صرف یہ جوہر ایسا زبردست ہتھیار دیا ہے کہ جس سے وہ سب سے بچ
بھی سکتا ہے بلکہ سب پر حکومت کرتا ہے اور قابو کر لیتا ہے دوسرے لفظوں
میں یوں سمجھئے کہ انسانیت اور عقل ایک دوسرے کے لئے لازم وملزوم ہیں
اگر عقل ہے تو انسانیت ہے ورنہ اس میں اور دوسرے جانوروں میں کوئی
فرق نہیں ہے جیسے کہ آپ خود دیکھتے اور کرتے رہتے ہیں کہ دیوانہ کو پاگل
خانہ میں ڈال دیتے اور پٹواتے بندھواتے ہیں جیسے جانوروں کو کرتے ہیں۔

تو اس سرمایۂ امتیاز جوہر یعنی عقل کو زائل کرنے والی چیز کا استعمال
انسانیت کی توہین کرنا ہے جو پوری انسانی نوع کا جرم ہے اور خدا تعالیٰ کی
اس قدر عظیم الشان نعمت کی جس سے سب پر فوقیت دی گئی تھی بیقدری ہی
نہیں اس کی دشمنی کرنی ہے اور جو نعمت تمام مخلوقاتِ مذکورہ پر فوقیت کی عطا
فرمائی گئی تھی اس کی عداوت ہے اور اپنی بھی توہین ہے کہ خود کو اس نعمت سے
محروموں میں داخل کرنا ہے یہ اس قدر بڑی نعمت کی دشمنی اور انسانیت کی تو

ہین انسان کیلیئے نا قابل معافی جرم ہونا ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ جو چیز ایسے مایۂ شرف کی دشمن ہے وہ خبیث ترین شئے ہے۔

(۲) قرآن شریف نے اس کو (رجــس) (گندگی) فرمایا ہے اور رجس وہ کام ہے جو بہت گندہ شمار ہو۔ یہ لفظ (رجــس) سے بنایا ہے جس کے معنی سخت آواز کے ہیں "سحاب، رَجّاس" اُس بادل کو کہتے ہیں جس میں کڑک کی سخت آواز ہو تو یہ وہ کام ہوگا جو گندگی میں سختی و کرختگی کے قوی رتبہ کو پہنچا ہوا ہو (تفسیر کبیر ج ۳ ص ۶۵۶)

(۳) اسکو شیطان کا عمل فرمایا ہے اور شیطان کافر ہے اور کافر حسب حکم ﴿انما المشركون نجس﴾ (ضروری ہے کہ مشرکین نجاست ہیں) ایک نجاست ہے اور شیطان خبیث بھی ہے اور بحکم ﴿الخبيثات للخبيثين﴾ (خبیث باتیں خبیثوں کے لیے ہیں) وہ انسان کو خباثت کی طرف لیجاتا ہے تو یہ بھی نجاست ہے اور خباثت کی طرف لیجاتی ہے (کبیر)

(۴) اس سے دنیا کا ایک ضرر تو آپس میں عداوت[1] پیدا کرنا اس کا خاصہ فرمایا ہے کیونکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ شراب پینے والا مجمع کے ساتھ پیتا ہے جس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ ان ساتھیوں سے محبت پیدا ہوگی ان سے

(۱) دشمنی۔

باتیں کرنے سے لطف وکیف حاصل ہوگا مگر یہ غرض مخالف باتوں سے بدل جاتی ہے کیونکہ شراب سے عقل زائل ہو جاتی ہے جب عقل زائل ہو گئی تو قوت شہوت وقوت غیظ وغضب جن کو عقل نے روک رکھا تھا کو آزادی مل جاتی ہے اوران کا طبیعت پر غلبہ ہو جاتا ہے فوراً ساتھیوں سے جھگڑے شروع ہو گئے اور بعض مرتبہ فحش کلامی مار پیٹ اور قتل تک نوبت آ جاتی ہے۔ یہ ایسی شدید ترین عداوت پیدا کرتی ہے جو کبھی پشت در پشت چلی جاتی ہے (کبیر)

(۵) بغض وکینہ پیدا کرنے کو فرمایا ہے کیونکہ شراب سے عقل میں فتور آیا اور گالیاں مار پیٹ قتل وغارت کا بازار گرم ہوا جب انسان اپنے افعال سے بے خبر ہوگا اور بدلہ لینے میں کامیاب نہ سمجھے گا تو ہمیشہ کو دل میں کینہ پیدا ہوگا جو تمام عمر بلکہ عزیزوں، خاندان والوں کو بھی دوسروں سے کینہ رکھنے کا اور پھر ہمیشہ قتل وغارت کا ذریعہ بنادے گا۔ (کبیر)

(۶) دینی نقصانات میں اللہ تعالیٰ کے ذکر سے مانع ہونا(۱) فرمایا ہے کیونکہ شراب پینے سے سرور وکیف اور لذت حاصل ہوگی اور نفس انسانی کی فطرت یہ ہے کہ جب لذتوں میں منہمک ہو جاتا ہے تو اللہ کے ذکر سے غافل ہو جاتا ہے۔ (کبیر)

(۱) ذکر سے روکنے والی۔

(۷) اور نماز سے بھی غافل بنانے والا فرمایا ہے کیونکہ شراب پینے سے کیف ولذت میں منہمک نفس ایسے مجاہدے کی طرف بالکل توجہ نہیں کرتا جو نماز میں حاصل ہوتا ہے۔ (کبیر) اور یہ سب باتیں بالکل مشاہدہ میں ہیں۔

(۸) عقل کو عقل اس لیئے کہتے ہیں کہ وہ اونٹ کی عقال (۱) کی طرح ہے جب انسان کی طبیعت کسی بدی کی طرف جانے لگے روک دیتی ہے اور کبھی اقدام نہیں کرنے دیتی جب تک کہ بالکل مغلوب نہ ہو جائے۔ جب کوئی شراب پی لیتا ہے تو روکنے والی قوت تو مفلوج ہو جاتی ہے اور طبیعت جو بدیوں کی طرف مائل تھی شتر بے مہار (۲) ہو کر دوڑ پڑتی ہے اس لئے ہر بدی کا صادر ہونا آسان ہو جاتا ہے (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۳۳۲) اس سے تمام گناہ اور بدیاں بے روک ٹوک صادر ہونے لگتی ہیں اسی لئے حضور ﷺ نے اس کو "اُمُّ الْخَبَائِث" تمام بدیوں کی ماں فرمایا اور "جماع الاثم" (تمام گناہوں کی جامع) فرمایا ہے بلکہ طبرانی کی حدیث سے جامع صغیر میں ہے کہ شراب پینے والا اپنی ماں خالہ پھوپھی سے زنا کر بیٹھتا ہے اس سے اس کے خطرناک ہونے کا اندازہ لگایا جائے۔

(۹) اس جرم کی خصوصیت یہ ہے کہ جب اس کا مشغلہ بہت اور اس

---

(۱) اونٹ کو باندھنے والی رسی (۲) آزاد اونٹ کی طرح بھاگنے لگتی ہے۔

پر ہیشگی حاصل ہو جاتی ہے تو اس کی طرف رغبت زیادہ اور نفس میں اس کے لئے بڑی قوت محسوس ہوتی ہے بخلاف زنا کے کہ ایک ہی مرتبہ کے بعد اس کام کی رغبت کم ہو جاتی ہے اور جس قدر اس کی کثرت ہوگی اس کی شکستگی اور نفرت بڑھ جاتی ہے اس لئے یہ زنا سے بھی زیادہ خطرناک ہے (کبیر)

(۱۰) جب انسان اس کا عادی ہو جاتا ہے تو ہر وقت لذات بدنیہ میں غرق رہتا ہے آخرت اور اپنے انجام سے منہ پھر لیتا ہے خدا کو بھول جاتا ہے جس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ بھی اس کو بھلا دیتے ہیں۔ (کبیر)

(۱۱) حضور اکرم ﷺ سے اس پر حد لگانا تو سب حدیثوں میں نقل ہے۔ ہاتھوں، شاخوں، جوتوں سے مارنے کو کوڑوں سے منسوخ کی مقدار کا اجماع سے اسّی ہونا ثابت ہے مگر غور کیجئے کہ اگر کوئی شخص انتہائی ناپاک چیز پیشاب پی لے تو اس پر یہ سزا نہیں پاخانہ جانوروں کا یا انسان کا ہی کھالے تو اس پر یہ سزا نہیں ہے کیا یہ اس کی صاف دلیل نہیں ہے کہ شراب پینا پیشاب پینے سے بھی زیادہ حرام اور گندہ کام ہے۔ رواج پڑ جانے سے ذہنوں میں اس کی گندگی کم ہوگئی ہے اور پیشاب پینے کا رواج نہ ہونے سے اس کی گندگی ذہنوں پر مسلط ہے ورنہ دونوں کے ناپاک اور حرام ہونے میں فرق نہیں ہے بلکہ سزا یہاں ہے وہاں نہیں ہے اس سے تو معلوم ہوا کہ پیشاب

پی لینا اس سے ہلکا ہے کہ شراب پی لے۔

(۱۲) ایسے واقعات سننے میں کثرت سے آئے ہوں گے کہ شراب پی کر لوگ زنا میں مبتلا ہو گئے دوسرے کا مال لے گئے یا تباہ و برباد کر دیا ،گالیاں دیں اور آبروریزی کر دی ،قتل وخون کر دیا ،مال لٹا دیا ،ملک دے ڈالا وغیرہ وغیرہ تو ایسی چیز جوان سب کا ذریعہ ہو جہاں ایک کا بھی ذریعہ ہونا خطرناک ہے اتنوں کا ذریعہ ہونا اتنی ہی بار خطرناک ہے۔

(۱۳) عادت پڑ جانے کے بعد آدمی بغیر اس کے بے قرار رہتا ہے اور دل کی ہوک(۱) بجھانے کیلئے اس کو چوری ڈاکہ سے اس کی قیمت حاصل کرنی لازم بن جاتی ہے یہ شراب ان کا سبب ہو جاتی ہے۔

(۱۴) اس کی وجہ سے رعب جاتا رہتا ہے کیونکہ نشہ میں عقل جاتی رہتی ہے تو انسان بازیچہ اطفال بن جاتا ہے بچے چھیڑتے فقرے کستے اور بعض دفعہ ڈھیلے مارنے لگتے ہیں جب ہوش درست ہو جائیں گے تو کیا ان بچوں یا اس وقت کے دیکھنے والوں کے سامنے کوئی رعب بلکہ شرافت باقی رہ سکے گی (روح المعانی ج ۲ ص ۹۸)

(۱۵) جب انسان اس کا عادی ہو جاتا ہے تو اس کے لئے سخت بے چین رہنے لگتا ہے۔ایک منٹ بھی ہوک اٹھنے کے بعد گزارنا مشکل ہوتا ہے

(۱) دل کی تڑپ۔

اس کی یہ کیفیت چند روز بعد سخت ترین امراض کا سبب بن جاتی ہے جیسے کہ طب کی کتابوں میں ان کی فہرست درج ہے۔ (ایضاً)

(۱۶) حضرت تھانویؒ نے المصالح العقلیہ حصہ سوم ص ۵۶ طبع جدید پر اس کی قباحت پر ایک جامع تقریر درج کی ہے۔ مع توضیح نقل ہے۔ چونکہ لوگوں کی معاشی اور خانگی تدابیر اور سیاستِ مدن بغیر عقل و تمیز کے مکمل نہیں ہو سکتیں اور شراب خوری کی عادت سے تمام انسانی انتظامات میں ہلچل پڑ جاتی ہے۔ اس سے جنگ وجدال اور ذاتی رنجشیں پیدا ہوتی ہیں اور طبائع انسان میں جو بیہودہ خواہشیں ہیں وہ بھی عقلوں کو مغلوب کر لیتی ہیں (کہ زائل ہو ہو کر عقل کمزور اور خوہشات سے مغلوب ہو جاتی ہے) پھر اس کو تمام گندگیوں اور گناہوں کی رغبت ہوتی اور سب تدبیریں ختم ہو جاتی ہیں اگر اس کی روک تھام نہ ہوئی تو لوگ ہلاک ہو جائیں گے یہ ایسی باتوں کا ذریعہ بنے گی جن سے خداوند کریم ناخوش ہوں گے ان کی طرف خالص توجہ نہ ہوگی تمدن اور خانہ داری کے انتظام درہم برہم ہو جائیں گے لٰہذا حکمت الٰہیہ کا تقاضا ہوا کہ اس کو پیشاب پاخانہ کی برابر گندہ وناپاک کر دیا جائے تاکہ اس کی برائی لوگوں کی آنکھوں کے سامنے آجائے اور لوگوں کے دِل خود بخود اس سے ہٹ جائیں اس لئے سخت حرام اور سخت سزا کا حقدار قرار دیا ہے۔

(۱۷) آگے ص ۵۸ پر ہے اور جس گھر اور قوم یا ملک میں شراب ہوگی وہاں مصائب کی کثرت ہوگی یہی وجہ ہے کہ ممالک یورپ میں کثرت شراب نوشی کے باعث مصائب وجرائم کی بھی روز بروز ترقی ہو رہی ہے۔ دور نہ جایئے یورپ میں بلجیم ایک چھوٹا سا ملک ہے جس کی آبادی ساڑھے تین ملین سے زیادہ نہیں ہے لیکن ایک لاکھ نو ہزار شراب خانے ملک میں موجود ہیں۔ یعنی ہر پینتیس شخصوں کے لئے جن میں عورتیں اور بچے بھی شامل ہیں ایک شراب خانہ ہے۔ گزشتہ نصف صدی میں بلجیم کی آبادی میں فی صدی پچاس کی ترقی ہوئی لیکن شراب خانے فی صد دوسو اٹھاون زیادہ ہوئے۔

اہل بلجیم ایک سال میں پچپن گیلن شراب پیتے ہیں اور مجموعی مقدار دو کروڑ دس لاکھ چالیس ہزار پونڈ شراب میں خرچ کرتے ہیں یعنی روزانہ ستاون ہزار چھ سو پونڈ کی شراب خرچ ہوتی ہے فی کس $3\frac{1}{3}$ پونڈ اور فی خاندان پندرہ پونڈ سالانہ کا حساب بالاوسط ہے۔ اس شراب خوری اور فضول خرچی کا نتیجہ یہ ہے کہ جرائم کی تعداد بہت بڑھی ہوئی ہے۔ بڑی مقدار میں خودکشی ہو رہی ہے اور بہت سے لوگ جیلوں میں، پاگل خانوں اور فقر وفاقہ میں رہتے ہیں اسلام نے شراب کو حرام کر کے نوع انسانی پر غیر معمولی

احسان کیا ہے۔

(۱۸) انسان میں فرشتوں کی قوت بھی ہے اور بہائم کی بھی اس کا کمال بہیمی قوت کو کمزور کرنا اور فرشتہ والی قوت کو بڑھانا تھا مگر شراب شہوانی اور بہیمی قوت کو بڑھاتی ہے جس سے انسان دو جہان میں ذلیل ہوتا ہے اور تباہی و بربادی وعذاب سہتا ہے۔

(۱۹) جو چیز شہوانی و بہیمی قوت کو بڑھا کر انسان کو جانوروں سے بدتر کرے اس کی اجازت دینا تو بدیوں اور بدکرداریوں کا پھیلانا اور معاشرہ کو گندہ کرنا ہے۔

(۲۰) جو قوم جو مذہب جو سوسائٹی نشہ کی اجازت دے تو کیا وہ مذہب اور قوم یا سوسائٹی کہلانے کی حقدار ہوگی اسی لئے کسی نبی سے بھی اس کا پینا ثابت نہیں ہے۔ (روح المعانی)(۱)

سزا کی موزونیت

اب اس پر بھی غور کیجئے کہ اسّی کوڑے جو اس جرم کی سزا وارد ہوئی ہے کس قدر اس جرم کے مناسب ہے اس کے لئے چند امور عرض ہیں

(۱) عینی شرح بخاری میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے صحابہؓ سے دریافت

---

(۱) حضرت مفتی صاحبؒ ہی کا شراب کے بارے میں ایک شعر ہے۔

اِک قطرہ مے کو بھی حلکا نہ سمجھ ظالم ۔۔۔ اسلام پہ ڈاکہ ہے ایمان کی چوری ہے

کیا کہ شراب پینے والے کے بارہ میں آپ لوگ کیا مناسب سمجھتے ہیں حضرت علیؓ نے کہا کہ جب شراب پیئے گا نشہ والا ہو جائے گا اور جب نشہ والا ہو گا ہذیان کرے گا (واہی تباہی بکے گا) اور جب ہذیان کرے گا تہمت لگائے گا۔ اور زنا کی تہمت لگانے والے کی سزا اسی کوڑے ہیں (ج ۲۳ ص ۲۶۶ جدید) گو بعض اور صحابہؓ نے بھی سب حدوں میں سے کم کی رائے بھی دی تھی مگر یہ حد اسّی کوڑے یوں مناسب ہیں کہ تہمت کی سزا ہے اور نشہ وتہمت کا ذریعہ شاہ ولی اللہ یہ فرماتے ہیں اسمیں گمان غالب تہمت کا ہوتا ہے۔ اور گمان معتبر ہے۔

(۲) اس کی سزا کو زنا وقتل اور چوری ڈاکہ سے ہلکی مقرر فرمایا ہے کیونکہ اور جرموں میں دوسرے تک اثر پہنچانے والا جرم اسی وقت ہوتا ہے کہ چوری کر لی ڈاکہ ڈال لیا یا زنا کر لیا اور یہاں اس وقت تک کوئی فعل ایسا نہیں ہو رہا ہے مگر یہ سبب ایسے گناہوں کا ضرور ہے۔ اس لئے اسکی سزا سب سزاؤں میں سے کم قسم کی سزا رکھی گئی ہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۲۳)

(۳) شراب پینے سے جو سرور کیف ولذت ہوتی ہے اور خواہشات میں ہیجان کا عالم پیدا ہوتا ہے اس کا اثر سر سے لیکر پیر تک ہر ہر عضو میں گھومتا رہتا ہے اس کے لئے ایسی ہی سزا کی ضرورت ہے جو تمام اعضاء پر اثر انداز

ہو سکے اسکے لئے کوڑوں کی ہی سزا نہایت موزوں سزا ہے۔

(۴) انگور کی شراب کا ایک قطرہ پینے سے بھی اسّی کوڑے کی حد ہے اور پیشاب کئی سیر پینے یا گندگی کئی سیر کھا جانے سے یہ حد نہیں ہوتی تو وجہ حضرت تھانویؒ نے بیان فرمائی ہے کہ پیشاب پینے اور گندگی کھانے سے اللہ تعالیٰ نے فطری طریقہ سے انسانی طبیعت میں نفرت پیدا کر رکھی ہے جو ایسے اقدامات سے اسکو روک دیتی ہے اس لیے ان میں حد کی ضرورت نہیں اور شراب پینے کیلئے عام رواج پڑ جانے سے طبیعتوں میں بجائے نفرت کے خواہش پیدا ہو جاتی ہے ان کے لئے سخت سزا مقرر کرنے کی ضرورت ہے تا کہ تھوڑی سی بھی نہ پی سکیں ورنہ تھوڑی تھوڑی بہت کا ذریعہ بن جاتی ہے دوسری بات یہ ہے کہ شراب پینے سے جو فسادات ونقصانات ذاتی اور دوسروں کے ہوتے ہیں وہ پیشاب پینے سے اور گندگی کھانے کے ذاتی نقصان سے کئی گونا زائد ہوتے ہیں اسلئے شراب میں حد جاری کرنے کی ضرورت پیش آئی تیسری بات یہ کہ پیشاب اور گندگی کھانے پینے کی مضرت خود اسی شخص تک محدود رہتی ہے دوسروں تک اس کا اثر نہیں پہنچتا اور شراب میں دوسروں تک بھی اثر پہنچتا ہے اور پھر وہ ضرر(۱) بھی عقل کے باقی ہونے سے اتنا سخت نہیں ہے سکتا جتنا سخت شراب پینے میں عقل کے زائل ہونے

(۱) نقصان۔

سے ہوتا ہے اس لئے شراب میں حد ہے اور ان میں نہیں ہے (المصالح العقلیہ ج ۳ ص ۵۷ جدید مع توضیح)

جرم کا ثبوت

(۵) حد جاری کرنے کے لئے جو شرطیں ہیں ان کی مصلحتیں ان کے ساتھ ساتھ اوپر بیان ہو چکی ہیں ہاں ثبوت کیلئے آیت 'فاستشھدوا شھیدین من رجالکم' (اور اپنے مردوں میں سے دو کو گواہ بنالو) آگے آیت میں دو مرد نہ ہونے پر ایک مرد، دو عورتوں کا بیان بھی ہے مگر حدود میں عورت کی گواہی معتبر نہیں ہوتی۔ کیونکہ حد زنا کے قریب حدیث شریف نقل ہو چکی ہے کہ حدوں سے شبہ ہونے پر درگزر کر دو اور قرآن مجید میں خود عورت کی گواہی کو شبہ قرار دیا گیا ہے کہ ایک بھول جائے تو دوسری یاد دلا دے۔ اسی لیے دو عورتوں ایک مرد کے قائم مقام فرمایا گیا تھا۔ مگر شبہ دراصل دور کا ہی سہی اب بھی قائم ہے اس لیے حد میں عورت کی گواہی معتبر نہ ہوگی امام ابو یوسفؒ نے کتاب الخراج ص ۱۹۶ پر امام زہری کا قول نقل کیا ہے کہ حضور اکرمؐ کے بیان سے اور دونوں خلیفہ کے بیان سے یہ سنت قائم ہے کہ حدوں میں عورتوں کی گواہی جائز نہیں۔ (اعلاء السنن ج ۱۱ ص ۲۴۶) لہٰذا جب تک دو معتبر مرد چشم دید گواہی نہ دے دیں کہ بلا جبر و اکراہ بلا حالت

اضطراب اور عقل وہوش میں انگوری شراب پیتے دیکھا یا فلاں شراب پیتے پھر نشہ میں دیکھا ہے حد جاری نہ ہوگی۔ کیونکہ باقی شکلوں میں شبہ رہے گا اور پکڑنے کے وقت شراب کی بو موجود ہونا بھی شرط ہے تاکہ ان کے بیان میں شبہ نہ رہے۔

اور اگر دو چشم دید گواہ نہ ہوں اقرار ہو صرف شراب کی بو معلوم ہوتی یا نشہ ہو یا اس کو شراب کی قے آگئی ہو تو اسی حدیث کی وجہ سے حد جاری نہ ہوگی کہ شبہ باقی ہے کہ شاید کسی حلال چیز سے نشہ ہوگیا ہو یا کسی اور چیز کی بو ہو کیونکہ سفرجل وغیرہ کی بو بھی اس کے مشابہ ہوتی ہے اور یہ احتمال ہے کہ اس کو کسی نے قتل کی دھمکی دے کر پلادی ہو یا گلے میں لقمہ پھنس جانے پر پانی وغیرہ کوئی شئے نہ ہونے کے وقت شراب کا گھونٹ لیا ہو یا عرصہ سے کوئی کھانے پینے کی چیز دستیاب نہ ہونے سے موت کے قریب پہنچ گیا اور جان بچانے کے لیے کچھ پی ہو تو ان شبہات کی وجہ سے حد جاری نہ ہوگی (واللہ اعلم)

ان حدوں کی جاری کرنے کیلئے کچھ قواعد بھی ہیں جو قرآن وحدیث کے راجح وقوی دلائل سے ترجیح دیکر فقہ میں درج ہیں جاری کرنے کے وقت ان کے موافق کرنا ضروری ہے اس وقت دیکھ لیے جائیں یا طلب کر لیے جائیں اختصار کے لیے نہ ان کو درج کیا ہے نہ سیر حاصل دلائل کو درج کیا ہے

اس وقت صرف حدوں کو ذکر کیا گیا ہے جو مقرر ہیں اور صرف حق

اللہ یا غالب حق اللہ ہیں اور بعض کثیر الوقوع جرائم اور سزاؤں کو بھی اس وقت ملتوی کیا گیا ہے۔ مثلاً قتل کے اقسام پر قصاص اور دیتیں بغاوت ارتداد وغیرہ وغیرہ ممکن ہے کسی وقت ان کو بھی پیش کیا جا سکے۔

مولانا مفتی محمود صاحبؒ (۱) نے بڑا مومنانہ کارنامہ انجام دیا ہے کہ اپنے صوبہ کی مملکت میں شراب کا داخلہ بند کر دیا۔

"ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند" (۲)

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطاء فرمائیں اور دوسرے صوبوں کو بھی اس کی توفیق عطاء فرمائیں۔ امید ہے کہ دوسری سزائیں بھی سب صوبے اپنے یہاں جاری کر دیں گے تاکہ ملک و معاشرہ واقعی پاک و پاکستان بن جائے۔ اور وہ امن و امان نصیب ہو جو غیر مسلموں کو خواب میں بھی نظر نہیں آ سکتا اور یہ ملک بھی سعودی عرب کی طرح امن و امان میں بے مثل ثابت ہو اور خطرات سے بھی مامون ہو سکے (آمین ثم آمین)

﴿ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم﴾

(۱) مولانا مفتی محمود صاحبؒ صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ مقرر ہوئے تھے تو انہوں نے شراب پر پابندی لگائی تھی

(۲) جو کام تم نے کیا ہے مرد ایسے ہی کام کیا کرتے ہیں۔

مقالہ 5
کیا سنگساری اسلامی سزا ہے؟

کیا سنگساری اسلامی سزا ہے؟

کیا فرماتے ہیں علمائے اسلام اس مسئلے میں کہ بعض لوگ کہہ رہے ہیں کہ زانی پر سنگساری کی سزا اسلامی نہیں ہے، اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ حد نہیں ہے بلکہ تعزیر ہے۔ امید ہے کہ آپ قرآن، حدیث، اجماع وقیاس شرعی سے جواب کو مزین فرمائیں گے۔ شکریہ

پروفیسر ناصر اقبال۔

گورنمنٹ اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور

الجواب

مبسملا ومحمدلا ومصلیا ومسلما

رجم حد شرعی ہے

رجم، یعنی شادی شدہ زانی کو شرعی ثبوت کے بعد پتھر مار مار کر ہلاک کرنا ایک خدائی حد ہے۔ اس کا انکار کرنا یا اس کو تعزیر یعنی حاکم وقت کی خود کی تجویز قرار دینا ہی خود ایک غیر اسلامی کام ہے۔ شادی شدہ زنا کار کو بعد ثبوت شرعی رجم کرنا قرآن مجید، احادیث متواترہ، اجماع صحابہ بلکہ اجماع امت اور قیاس شرعی سے ثابت ہے، خطرہ ہے کہ ایسا کہنے والے اسلام سے

ہی خارج نہ ہو جائیں(۱) جس طرح بھی جس سے ہو سکے ان سے توبہ(۲) کرا لے۔

قرآن مجید

۱:- "الزانية والزاني فاجلدوا كل واحد منهما مائة جلدة" (زنا کرنے والی اور زنا کرنے والا ان میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ) اس آیت شریفہ میں یہ مذکور نہیں کہ یہ شادی شدہ کی سزا ہے یا غیر شادی شدہ کی یا دونوں کی، یہ عام ہے خاص، اس کی تشریح کے لئے ہم کو تشریح نبویؐ کی ہی ضرورت ہے جیسے نماز، روزہ، حج، زکوۃ اور سب دین و دنیا کے احکام کلی قرآن مجید میں ہیں اور تفصیلات کی تشریح کے لئے تشریحات نبویہؐ ہی کی ضرورت ہے۔ ان کے مقابل کسی کی کوئی تشریح معتبر نہیں ہو سکتی ایسے ہی یہاں ضروری ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریحات یعنی احادیث پاک سے جو آگے درج ہیں معلوم ہو گیا کہ صرف(۳) غیر شادی شدہ کی سزا بیان فرمائی گئی ہے، شادی شدہ کی سزا بیان نہیں فرمائی۔ یہ بڑا ہی کرم اور شفقت ہے کیونکہ غیر

---

(۱) اس لئے کہ حدیث متواتر کا منکر کافر ہوتا ہے (۲) تفصیل کے لئے دیکھئے "فرضیت رجم" مفتی صاحبؒ کی ایک مستقل تصنیف ہے کتب خانہ جمیلی کامران بلاک اقبال ٹاؤن لاہور سے ملتی ہے (۳) اس آیت میں صرف غیر شادی شدہ کی سزا بیان کی گئی ہے۔

شادی شدہ کو بظاہر کچھ نہ کچھ مجبوری سی بھی ہو سکتی ہے پھر بھی وہ اس سزا کا مستحق (۱) ہے۔ اور شادی شدہ کو کوئی مجبوری نہیں ہو سکتی وہ سخت مجرم بنتا ہے، مگر مسلمان سے یہ صورت بعید (۲) تھی، ہمارا عیب مشہور نہیں کیا مستور (۳) کر کے تشریحات (۴) میں بیان کر دیا۔ صرف اتنا اشارہ یہاں ہوا کہ کچھ مجبوری (۵) پر بھی یہ سزا ہے تو بغیر مجبوری کے تو سخت ترین سزا کا حقدار ہوگا۔

۲:۔ "ما آتاكم الرسول فخذوه وما نهكم عنه فانتهوا" (جو تم کو رسولؐ دیں لے لو! جس سے روکیں رُک جاؤ!) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر حکم پر عمل اور ہر ممانعت سے بچنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہو گیا۔ (۶) جب احادیث متواترہ (۷) سے رجم اسلامی سزا قرار پا گئی تو اس حکم الٰہی سے رجم بھی ایک خدائی حد بن کر فرض ہو گئی۔ اب جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متواتر امر و نہی کی مخالفت کریگا وہ اس خدائی حکم کی مخالفت ہو گی۔

۳:۔ "ومن يطع الرسول فقد اطاع الله" (جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرے گا اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی) اس سے یہ بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری نہیں کریگا اس نے اللہ

(۱) تو شادی شدہ کو تو اس سے بڑی سزا کا مستحق ہونا چاہئے (۲) کہ اس کے پاس حلال بیوی ہو اس کو چھوڑ کر غیر کے پاس جائے (۳) چھپا کر (۴) احادیث میں (۵) یعنی غیر شادی شدہ ہونے پر (۶) اس آیت کی رو سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو بھی حکم دیں خواہ وہ قرآن میں نہ ہو اس کا اتباع فرض ہے (۷) حدیث متواتر وہ ہے جس کو نقل کرنے والے اتنے کثیر ہوں جن کو عقل جھوٹا نہ تسلیم کرے اس کا انکار کفر ہے جیسے قرآن کی آیت کا انکار۔

تعالیٰ کی فرمانبرداری بھی نہیں کی۔ اس لئے رجم (سنگساری) کو اسلامی حد نہ قرار دینا بھی اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری سے نکلنا ہوگا۔

۴:۔ جب بہت حدیثوں (۱) میں رجم کرنے کو کتاب اللہ کا حکم قرار دیا ہے تو یہ اس کی دلیل ہے کہ آیت "الشیخ والشیخة اذا زنیا فارجموهما نکالا من اللہ" (بڑی عمر والا اور بڑی عمر والی جب زنا کریں تو اللہ کے عذاب کے طور پر ان کو رجم کرو، یعنی پتھر مار مار کر ہلاک کرو) اس کے صرف لفظ منسوخ ہوئے ہیں اور حکم باقی ہے۔ لہٰذا یہ حد شرعی ہے "تفسیر مظہری ج ۵ ص ۴۲۴" پر ہے کہ صحیح ابن حبان (حدیث کی کتاب) میں ہے کہ یہ آیت سورۂ احزاب میں تھی۔

حدیث شریف سے ثبوتِ رجم

۱:۔ حضرت عمرؓ نے جب کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر تشریف رکھتے تھے خطبہ دیا، فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اور آپؐ پر کتاب نازل فرمائی۔ جو کچھ کتاب اللہ میں آپؐ پر نازل ہوا اس میں آیت رجم بھی تھی جس کو ہم نے پڑھا، یاد کیا، اور سمجھا۔ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی رجم کیا اور آپؐ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا۔ اب مجھے یہ خطرہ ہے کہ زمانہ گذرنے پر کوئی یوں نہ کہنے لگے کہ ہم رجم کا حکم کتاب

(۱) جیسا کہ آگے آرہا ہے۔

اللہ میں نہیں پاتے۔ تو وہ ایک دینی فریضہ چھوڑ دینے سے گمراہ ہو جائیں گے
جو اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے۔ اور سمجھ لو کہ رجم کا حکم کتاب اللہ میں حق ہے
اس شخص پر جو مردوں اور عورتوں میں سے محصن یعنی شادی شدہ ہو، جبکہ اس
کے زنا پر شرعی شہادت قائم ہو جائے یا حمل (کنواری کا) یا اعتراف پایا
جائے (مسلم ج ۲ ص ۶۵) (بخاری ج ۲ ص ۲۰۰) اور نسائی میں اسی روایت
کے بعض الفاظ یہ ہیں "زنا کی سزا میں ہم شرعی حیثیت سے رجم کرنے پر مجبور
ہیں، کیونکہ وہ اللہ کی حدود میں سے ایک حد ہے۔ خوب سمجھ لو کہ رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نے خود رجم کیا اور آپؐ کے بعد ہم نے بھی رجم کیا اور اگر یہ خطرہ نہ
ہوتا کہ کہنے والے کہیں گے کہ عمرؓ نے کتاب اللہ میں اپنی طرف سے کچھ بڑھا
دیا ہے تو میں قرآن مجید کے کسی حاشیہ میں اس کو لکھ دیتا اور عمر بن الخطاب گواہ
ہے، عبدالرحمٰن بن عوف گواہ ہیں اور فلاں فلاں صحابیؓ گواہ ہیں کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے رجم کیا اور آپؐ کے بعد ہم نے رجم کیا" اور ترمذی کی روایت
میں ہے کہ کوئی قوم اسے کتاب اللہ میں نہ پائے تو اس کی وجہ سے کافر(۱) نہ
ہو جائے"۔

تفسیر مظہری ج ۵ ص ۴۲۳ پر ہے کہ حضرت عمرؓ کا یہ خطبہ صحابہؓ کی
موجودگی میں تھا۔ ان میں سے کسی نے بھی اس پر انکار نہیں کیا۔ یعنی حضرت

---

(۱) یعنی اس سزا کا انکار کر کے۔

عمرؓ کے اس تمام بیان کو تمام صحابہؓ نے تسلیم کیا (۱)۔

بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ عبداللہ بن مسعودؓ کہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں سوائے تین کے۔ ایک جان کے بدلے جان، دوسرا شادی شدہ زانی (۲)، تیسرا مرتد (۳)۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعزؓ کو، ایک عورت غامدیہ اور ایک عورت جہینیہ کو رجم فرمایا اور یہ واقعات بہت بہت سندوں سے حدیثوں میں آئے ہیں۔ حق یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رجم کرنا معنوی متواتر حدیثوں سے ثابت علمائے فقہ نے بیان کیا۔ اور تمام خلفائے راشدین کا عمل رہا ہے جو حد متواتر کو پہنچ گیا ہے۔ (مظہری)

رجم کے حد ہونے پر اجماع امت

روح المعانی ج ا ص ۱۰۷ پر ہے۔ اس بات پر تمام صحابہؓ، اسلاف علمائے امت اور تمام ائمہ مجتہدین کا اجماع ہے کہ محصن (شادی شدہ) زانی اور زانیہ کو پتھر مار مار کر ہلاک کر دیا جائے۔ میزان شعرانی ج ۲ ص ۱۳۳ پر بھی تمام ائمہ مجتہدین کا اتفاق رجم کے سزائے شرعی اور اس کے حد ہونے پر درج ہے۔ رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ برحاشیہ میزان ج ۲ ص ۱۳۹ پر ہے کہ تمام

---

(۱) جس سے صحابہ کا اجماع بھی ثابت ہوا (۲) بطور سزا پتھر مار مار کر ہلاک کیا جائے (۳) کہ ارتداد کی وجہ سے قتل کیا جائے۔

ائمہ کا اتفاق ہے اس پر کہ زنا گناہ عظیم ہے۔ یہ حد واجب کرتا ہے اور شادی شدہ کی حد رجم ہے۔ تفسیر مظہری ج ۵ ص ۴۲۲: جبکہ زانی اور زانیہ شادی شدہ ہوں دونوں کو رجم کیا جائے گا۔ اور تمام صحابہؓ اور بعد کے تمام علمائے خیر کا اس پر اجماع ہے۔

رجم کے حد شرعی ہونے پر قیاس شرعی

شرعی قیاس جو کسی بات کے دینی ہونے کی ایک دلیل ہوتی ہے صرف عقلی بات نہیں ہوتی۔ بلکہ قرآن یا حدیث کے حکم کی علت جہاں جہاں پائی جائے گی ان سب کو اسی قرآن یا حدیث کے حکم کے تحت داخل کرنا شرعی قیاس ہے۔ بعض لوگوں نے اس کا مفہوم عقلی بات قرار دے کر غلطی میں پڑنا قبول کیا ہے۔ یہاں ایسی دلیل بھی موجود ہے۔ اس سے کوڑوں اور رجم کے اسلامی سزا ہونے کو معلوم کیا جا سکتا ہے۔ چوری کی سزا داہنا ہاتھ کاٹنے کی علت جسے ہر شخص سمجھ سکتا ہے یہ ہے کہ چوری کے جرم میں داہنا ہاتھ ہی اصل مدار ہوتا ہے، اسی سے کام لیا جاتا ہے تو علت سزا کی وہ چیز ہوئی جس کو اس جرم میں دخل ہو، زنا میں سر سے پیر تک ہر ہر عضو لطف اندوزی کر کے دخیل ہوتا ہے اس لئے ہر ہر عضو پر سزا وارد ہونی چاہیے۔ غیر شادی شدہ کے جرم میں کچھ مجبوری سی (۱) ہونے سے ہلکا پن ہے تو اس کی سزا ایسی دوسری سزا ہے

(۱) کہ اس کے پاس حلال محل شہوت کا پورا کرنے کا موجود نہیں ۔

ہلکی، مگر سارے بدن کے ہر ہر عضو پر سو کوڑے کی ضرب ہے۔ اور شادی شدہ میں جرم کا ہلکا پن نہیں (۱) ہے اس میں ہر ہر عضو کو تلف کرنا اور سختی سے تلف کرنا سزا ہوگی یہی پتھر مار مار کر ہلاک ہونے سے ادا ہوگی۔

دلیل فقط ایک بھی کافی ہے دو چار اور پھر چاروں قسم کی دلیلوں کی ضرورت نہیں۔ ایک سے بھی حکم ثابت اور تعمیل لازمی ہوتی ہے۔ مگر یہاں متعدد چاروں قسم کی دلیلیں موجود ہیں۔ اب بھی کوئی کسی قسم کی رَٹ لگائے تو خود ہی سمجھ لیجئے اسے کیا کہنا چاہئے؟

حد میں نرمی گناہ ہے

ممکن ہے کوئی صاحب محض اس لئے اس سے انکار کرتے ہوں کہ مخلوق خدا پر رحم ہو، مگر اول تو سزا میں رحم کرنا جرم کو پرورش کرنا ہے۔ آیت مذکورہ کے بعد ہے " ولا تأخذكم بهما رأفة في دين الله " (اور تم کو ان دونوں پر اللہ تعالیٰ کے معاملے میں ذرا بھی رحم نہ آئے) دوسرے تفسیر احمدی ص ۳۵۸ پر ہے کہ حدیث میں ہے، قیامت میں ایک حاکم پیش ہوگا جس نے حد میں ایک کوڑا کم کر دیا تھا اس پر سوال ہوگا تو عرض کرے گا۔ آپ کے بندوں پر رحم کرنے کیلئے۔ ارشاد ہوگا کیا تم اس پر مجھ سے زیادہ رحم کرنے والے ہو؟ اور اس کے لئے دوزخ کا حکم فرما دیا جائے گا۔ پھر ایک

اور حاکم پیش ہوگا جس نے حد میں ایک کوڑا زائد کردیا تھا۔ اس پر سوال ہوگا تو عرض کرے گا اس لئے کہ وہ آپ کی نافرمانیوں سے رُک جائے۔ ارشاد ہوگا کیا تم میرے بندوں کی مصلحتیں مجھ سے زیادہ جانتے ہو؟ اس کو بھی دوزخ میں بھیج دیا جائے گا۔ متعدد کتابوں میں یہ حدیث بھی موجود ہے ایک عورت نے چوری کی تھی اس پر صحابہؓ نے سفارش کا قصد کیا اور اسامہ بن زیدؓ کو جن سے حضور کو بہت محبت تھی سفارش کے لئے بھیجا۔ حضور ﷺ ناراض ہوئے اور فرمایا اللہ کی حدود میں سفارش کرتے ہو؟ خدا کی قسم محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ بھی اگر چوری کرے گی (العیاذ باللہ) میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دوں گا۔ امید ہے کہ یہ لوگ اس پر بھی غور کریں گے۔

جمیل احمد تھانوی

مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور

مشیر فقہ وفاقی شرعی حکومت پاکستان

مقالہ 6
عورت کی نصف دِیّت

﴿عورت کی نصف دیت﴾

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہید

ملک میں بے دینی کے ماحول نے مسلمانوں کی اکثریت کو دین و دیانت سے عاری کر دیا ہے اور اسلام سے قطعاً ناواقف بلکہ دشمن یا دوست نما دشمن بنا ڈالا ہے، جس کا اثر یہ ہوا کہ ہر خلاف اسلام بات کو یہ لوگ سراہنے لگے اور سب اسی کا اثر لینے لگے۔ وبا جب پھیلتی ہے تو تندرست بھی پورے تندرست نہیں رہتے سوائے شاذ و نادر کے اسی سے ایسے لوگوں نے بھی کچھ اثر لے لیا جو کچھ دینی ذہن رکھتے تھے بلکہ اکثریت اب اسی میں ڈوب گئی۔

نشر و اشاعت کے ذرائع جو بھلائی شائع کرنے کے ذمہ دار تھے اب برائیوں کی اشاعت کے ٹھیکیدار ہو رہے ہیں، جس دل و دماغ میں لامذہبیت دین سے بے تعلقی اور تمام دینیات میں شکوک و شبہات پیدا کئے ہوئے ذخیرے موجود ہو گئے ہونگے وہ قرآن و حدیث میں ہیر پھیر کر کے اس پر منطبق کر کے گویا اسلام کا کام انجام دے رہے ہیں اسی لئے ان کی اکثریت علماء دین سے بھی مطالبہ کرتی ہے کہ حالات حاضرہ کے مسائل حل

کرنے والا اسلام پیش کرو، یعنی وہ اسلام جو ان تمام غلط باتوں اور حرام کاموں کو عین اسلام ثابت کر دے حالانکہ یہ حرکت خدا اور رسول پر تہمت لگا کر خود کو اور سب کو جہنم کا ایندھن بنانا ہے، آج کل الیکشن کے رسیا لوگوں نے عورتوں کے ووٹ حاصل کرنے کیلئے اپنا دین اور ایمان تک قربان کر ڈالا، عورت کو مرد کے برابر کرنے کا لالچ دے کر اپنے لئے ووٹ ریز رو کروانے کی فکر کی ہے خواہ، اپنا اوران کا ایمان سلامت رہے یا نہ رہے۔

مبادا دلِ آں فرومایہ شاد　　　　کہ از بہرِ دنیا دہد دیں بباد

الیکشن جیتنے کیلئے خوشامد میں عورتوں کو مردوں کے برابر درجہ دینے کا اصول اپنا لیا گیا ہے اور جدید تعلیم یافتہ بے دین لوگوں کے اشتراکی اصول (زر، زن، زمین مشترک ہے کسی ایک کو قبضہ کا حق نہیں) کی ایک قسم میں اس طرح بہکا بہکا کر لوگوں کو مبتلا کر دیا ہے، جو سب کا سب اسلام کے بالکل خلاف اور دین و دیانت سے قطعاً عاری ہے، حکومت پاکستان نے جب سے قصاص و دیت کا قانون پاس کیا ہے اس کے بعد سے اخبارات و رسائل میں آئے دن اس قسم کے مضامین شائع ہو رہے ہیں حالانکہ یہ مسئلہ خالص علمی اور مسلمہ (۱) مسئلہ ہے اسکو اخبارات و رسائل میں ہرگز موضوع بحث نہیں بنانا چاہیے اس سے جہاں مسئلہ کی اہمیت اور وقعت گھٹ جاتی ہے وہاں پر ہر کس

(۱) طے شدہ۔

ونا کس اس پر رائے زنی کرنا اور اپنے ایمان کو خطرے میں ڈالنا شروع کر دیتا ہے اس طرح ایک متفقہ اور اجماعی مسئلہ کو نزاعی (۱) مسئلہ بنا کر پیش کیا جاتا ہے تا کہ صحیح طریقہ سے لوگوں کے سامنے دین و شریعت کی بات پیش نہ ہو سکے۔

گذشتہ دنوں لاہور کے ایک اخبار میں جناب پروفیسر طاہر القادری صاحب کا ایک مضمون عورت کی دیت کے سلسلہ میں شائع ہوا کہ جس میں انہوں نے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ عورت اور مرد کی دیت میں کوئی فرق نہیں دونوں کی دیت برابر ہے بلکہ انہوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ حضور اکرمؐ اور اقوال صحابہؓ میں سے کوئی روایت صحیح سند کے ساتھ عورت کی نصف دیت کے حق میں ثابت نہیں، اگر ایک صحیح حدیث بھی مل جائے تو میں اپنے موقف سے دستبردار ہونے کو تیار ہوں۔

پیش نظر مضمون اسی غلط فہمی کو دور کرنے کیلئے تحریر کیا گیا ہے تا کہ لوگ گمراہ ہونے سے محفوظ رہیں زیر نظر مضمون میں اول قرآن پاک کی آیات سے عورت و مرد کے درمیان فرق مراتب کو ثابت کیا گیا ہے پھر صحابہ کرامؓ اور ائمہ عظامؒ کے اجماع سے، پھر قیاس شرعی سے، پھر دلیل عقلی سے، اور اس کے بعد احادیث شیعہ سے عورت کی نصف دیت کو ثابت کیا گیا ہے اب اس کے بعد بھی اگر کوئی صاحب یہ فرماویں کہ کسی صحیح حدیث سے اس کا

---

(۱) اختلافی۔

ثبوت نہیں تو اس کا کوئی علاج نہیں۔

قرآن شریف سے عورت کی نصف دیت کا اثبات

مردوں کا درجہ عورتوں سے بلند ہے

دلیل نمبر ۱ : ولـلـرجـال عـلـيهـن درجة (سيقول ع ۱۲) مردوں کا عورتوں کے اوپر بہت بڑا درجہ ہے، تنوین تعظیم کے لئے ہے جس سے بڑا درجہ ہونا ثابت ہے، مفردات القرآن میں امام راغب نے رفيعٌ مـنـزلـة (۱) بتایا ہے۔ اس درجہ میں بہت تفصیلات ہیں۔ فراء بغویؒ نے حضرت ابن عباسؓ کی حدیث میں سے نقل کیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اگر میں کسی کو حکم دیتا کسی کو سجدہ کرنے کا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ شوہر کو سجدہ کیا کرے آخر تک (تفسیر الخازن ج ۱ ص ۱۹۱)۔ اور کتابوں میں بھی یہ حدیث اپنی اپنی سندوں سے آئی ہے۔

عورت کا مرتبہ اور عزت مرد کے برابر کرنے والے قرآن وحدیث سے بے خبر ہیں اور دیت کی کمی بیشی کا مدار عزت کی کمی بیشی پر ہے جیسے انگلی، ہاتھ، آنکھ، ناک ہر ایک کی دیت انکی عزت وعظمت کے مطابق الگ الگ ہے جب مرد وعورت میں اسقدر فرق ہے تو دیت میں فرق لازم ہے۔

(۱) بلند مرتبہ والا۔

عورت اور مرد میں فرق

عورت اور مرد میں شرعا بہت سے امور میں فرق ہے جو سب کے سب قرآن وحدیث سے ثابت ہیں جن میں سے چند یہ ہیں۔

(۱) عقل کی کمی بیشی (۲) دیت (۳) میراث والدین (۴) بادشاہ ہوسکنا (۵) قاضی ہوسکنا (۶) گواہ میں دوعورت ایک مرد کا ہونا (۷) مرد کا گواہ بننا حدود وقصاص میں عورت نہیں بن سکتی (۸) مرد عورت پر دوسری بیوی لاسکتا ہے عورت دوسرا شوہر نہیں لاسکتی بلکہ مرد تو تیسری، چوتھی بھی کرسکتا ہے (۹) مرد متعدد شرعی باندیوں سے صحبت کرسکتا ہے عورت کیلئے ماسوا شوہر کے کسی سے جائز نہیں (۱۰) میراث میں بھائی کا دوگنا، عورت کا ایک حصہ (۱۱) شوہر کا بیوی کی میراث میں حصہ زیادہ ہونا بیوی کا حصہ شوہر کی میراث میں کم ہونا (۱۲) مرد کو طلاق دینے اور ظہار وایلاء کا حق ہونا، عورت کو بالکل نہ ہونا اور اسکے انکار سے کچھ نہ ہونا (۱۳) مرد ایک دو طلاق رجعی کے بعد رجوع کرسکتا ہے عورت کو رجوع کا حق نہیں (۱۴) رجعت کا حق مرد کو رہیگا۔ چاہے عورت انکار ہی کرے، عورت روک بھی نہیں سکتی (۱۵) مال غنیمت میں مرد کا حصہ عورت سے زیادہ ہے (تفسیر کبیر ج ۲ ص ۳۷۱) (۱۶) مردوں کا عورتوں کیلئے نگران و حاکم ہونا (تفسیر ابوالسعود بر حاشیہ کبیری)

(۱۷)شوہر کی اطاعت عورت پر واجب ہے مرد پر بیوی کی نہیں (۱۸)مردوں کا عورتوں کو مہر دینا (۱۹)عورت مرد کو زنا کی تہمت لگائے تو حد قذف ہے اور مرد لگائے تو لعان ہے (ابن جریر ج ۲ ص ۲۷۵) (۲۰) جہاد مردوں پر فرض ہے عورتوں پر نہیں۔ (۲۱) جمعہ مردوں پر فرض ہے عورتوں پر نہیں (۲۲) جماعت مردوں پر فرض ہے عورتوں پر نہیں (۲۳) پردہ عورتوں پر فرض ہے مردوں پر نہیں (۲۴) مرد و عورت کی قوت و طاقت میں فرق ہے (۲۵) تیر اندازی کی مشق مردوں پر واجب ہے عورتوں پر نہیں (۲۶) کمال صوم (۱) (۲۷)اور کمال میں حیض و نفاس سے فرق (۲) ہے (۲۸) نبی مرد ہو سکتا ہے عورت نہیں ہو سکتی (۲۹)اذان مرد کی جائز ہے عورت کی ناجائز ہے (۳۰)خطبہ مرد دے سکتا ہے عورت نہیں (۳۱)میراث کیلئے عصبہ ہونا (۳۲)اولاد کیلئے نسب مرد سے ہوتا ہے نہ کہ عورت سے (مدارک) (۳۳)نکاح کا ولی ہونا (۳۴)ادائے دیت مرد کے ذمہ ہے عورت کے ذمہ نہیں (۳۵)علم کثیر اور عمل شاق (۳) (۳۶) نکاح اہل کتاب سے کرنا مرد

---

(۱) مطلب یہ ہے کہ مرد تو پورے رمضان روزے رکھتا ہے اور عورت کبھی کبھی حیض کی وجہ سے رمضان کے بعض ایام میں روزے نہیں رکھ سکتی اس لئے مرد کو صوم کا درجہ کمال حاصل ہے (۲) حیض کی مدت کم از کم تین دن زائد دس دن جبکہ نفاس کی مدت کم کی کوئی حد نہیں زائد چالیس روز اس لئے اس کی وجہ سے عورتوں عورتوں میں بھی کمال میں فرق ہوگا (۳) مرد کے لئے بعض علوم کا حاصل کرنا ضروری ہے عورت پر نہیں ایسے ہی بعض اعمال شاقہ سے عورت مستثنیٰ ہے جیسے جماعت، جمعہ عیدین اور جہاد وغیرہ۔

کیلئے جائز ہے عورت کیلئے نہیں (۳۷) پختہ مزاجی مرد میں ہے عورت میں نہیں (۳۸) شوافع کے یہاں بغیر مرد کی گواہی کے نکاح نہ ہونا (۳۹) اسلحہ جہاد کی مشق وغیرہ وغیرہ۔

مساوات کے مدعی اپنی ناواقفی سے ان سب باتوں کے منکر قرار پائینگے جن میں قطعی الثبوت اور قطعی المفہوم[1] کا انکار کفر ہوگا جس سے انکا اسلام ہی ختم ہو جائیگا، عورتوں کو مسلمان رہنا ہے تو دھوکہ میں نہ آئیں۔

مردوں کی عورتوں پر فضیلت اور ابطال مساوات

دلیل نمبر۲: "الرجال قوامون علی النساء بما فضل اللہ بعضهم علی بعض"[2] (مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس وجہ سے اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے) چنانچہ بخاری ومسلم کی حدیث ہے عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا ہے کہ تم سب کے سب حاکم ہو اور محکوموں کے بارے میں باز پرس کئے جاؤ گے امام (سربراہ) جو سب لوگوں پر حاکم ہے اس سے پرسش[3] کی جائے گی اسکے

(۱) جو دلیل قطعی یعنی قرآن کی آیت یا حدیث متواتر سے ثابت ہو اور مفہوم بھی اس کا قطعی ہو (۲) النساء ۳۵
(۳) پوچھ گچھ۔

محکوموں کے بارے میں اور مرد حاکم ہے اپنے گھر والوں پر اس سے پرسش کی جائیگی ان کے بارے میں اور عورت حاکم ہے شوہر کے گھر اور اولاد پر اس سے ان سب کے بارے میں پرسش کی جائیگی اور غلام آقا کے مال پر حاکم ہے اس سے اس کیلئے پرسش ہوگی سن لو! تم سب حاکم ہو سب سے ان کے محکوموں کے بارے میں پرسش کی جائیگی (مشکوٰۃ ص ۳۲۰)۔

عورت محکوم ہے اور مرد حاکم، اور حاکم کی محکوم پر فضیلت سب جانتے ہیں اس لئے مساوات کے مدعی اس عام ترین فضیلت سے بھی ناواقف ہیں یہ مساوات مساوات کا وظیفہ فضیلت کا انکار ہے اور فضیلت بھی جیسے نمبر ا(۱) میں ہے غرض چالیس سے زائد باتوں میں ہے۔

تفسیر ابن کثیر ج ۳ ص ۳۱۶ پر ہے ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ یہ آیت محمد بن سلمہ کی بیٹی اور اس کے شوہر کے بارے میں نازل ہوئی ہے جن کا نام سعد بن ربیع تھا اور انصار کے نقیب تھے انکوانکے شوہر نے ایک سخت چپت لگا دیا وہ اسکے بستر سے اٹھ کر حضور اکرمؐ کے پاس پہنچیں اور یہ شکایت کی کہ اس زور سے چپت لگایا کہ اسکا اثر اب بھی انکے چہرے پر باقی تھا حضور اکرمؐ نے فرمایا اس سے بدلہ لے لو، پھر فرمایا ذرا صبر کرو کہ میں غور کرلوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی شوہر حاکم ہے اس پر مسلّط ہے ادب دے سکتا ہے برائی

(۱) چالیس باتوں میں مرد کی فضیلت عورت پر ثابت کی گئی ہے۔

سے ہاتھ پکڑ سکتا ہے اللہ تعالیٰ نے گویا اسے اس کا حاکم بنایا ہے اور اس کے حق میں اسکے احکام نافذ فرما دیئے ہیں جب یہ آیت نازل ہوگئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہم نے ایک امر کا ارادہ کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اور امر کا ارادہ کیا اور جو اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے وہ خیر ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بدلہ موقوف کر دیا ہے۔

مساوات والے اگر خدا تعالیٰ کی قدر رکھتے ہیں تو جیسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت کے حکم پر اپنا فیصلہ بدلدیا تھا اور شوہر سے بیوی کو بدلے کی اجازت نہیں قائم رکھی تو آپکو بھی اپنا فیصلہ بدلنا ہوگا بلکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے خیالات سے بھی منع فرمایا ہے ارشاد ہے "ولا تتمنوا ما فضل اللّٰہ بہ بعضکم علیٰ بعض" (القرآن)(۱) (تم تمنا نہ کرو اسکی جسکے ذریعہ اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے) تفسیر جلالین میں ہے کہ حضرت ام سلمہؓ (ام المؤمنین) نے کہا تھا اے کاش! ہم بھی مرد ہوتے تو جہاد کرتے اور ہمارے لئے بھی مردوں کا اجر ہوتا اس پر یہ آیت نازل ہوئی (تفسیر روح المعانی ج ۵ ص ۱۸) جب اللہ تعالیٰ نے مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر فرمایا تو کچھ عورتوں نے کہا کہ ہم تو زیادہ حاجت مند ہیں کہ ہم ضعیف ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور بلخی نے بیان کیا کہ اس آیت کی رو سے مرد کو جائز

()النساء آیت ۳۴۔

نہیں کہ اسکی تمنا کرے کہ کاش وہ عورت ہوتا اور نہ کسی عورت کو جائز ہے کہ وہ تمنا کرے کہ کاش وہ مرد ہوتی کیونکہ اللہ تعالیٰ وہی کرتے ہیں جو سب سے بہتر ہوتا ہے اور حسد سے بھی منع فرمایا اور جب عورتوں کی یہ تمنا کہ وہ مردوں کے برابر ہوں درست نہیں تو ان کے کام اور مرتبہ کی تمنا کیسے درست ہوگی۔

شوہر بیوی کو تنبیہاً مار سکتا ہے

دلیل نمبر ۳: "والـلاتـی تـخـافـون نشـوزهـن فـعـظـوهـن واهـجـروهـن فـی الـمـضـاجـع واضربوهن فان اطـعـنـكـم فـلا تبغـوا عليهن سبيلا" (والمحصنٰت ع ۳) (جن عورتوں سے تم کو نافرمانی کا ڈر ہو تو ان کو نصیحت کرو اور بستروں میں چھوڑ دو اور مارو پھر اگر وہ فرمانبرداری تمہاری کرلیں تو ان پر راہ نہ تلاش کرو)۔

تفسیر روح المعانی ج ۵ ص ۲۳ پر ہے ابن سعد اور امام بیہقی نے حضرت صدیق اکبرؓ کی بیٹی ام کلثوم سے روایت کی ہے کہ مرد عورتوں کو مارنے سے منع کردئے گئے تھے پھر مردوں نے عورتوں کی شکایت حضور اکرم ﷺ سے کی حضور ﷺ نے اجازت دے دی مگر یہ فرمایا جو اچھے لوگ ہیں وہ نہیں ماریں گے۔

لیکن کسی عورت کو یہ حق عطا نہیں ہوا کہ وہ کسی بات پر شوہر کو مارے

شریعت اسلامیہ سے ناواقف لوگوں کی چالوں میں آکر حق راستہ سے ہٹنا سخت ترین جرم ہے اس لئے مرد اور عورت میں جن احکام میں فرق عطا کیا گیا ہے اس کو بسر و چشم (۱) قبول کرنا ہے ورنہ عورتیں مجرم ہونگیں عورتوں کو برابری کا خیال ہی غلط ہے۔

یاد رکھیے! دین وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے بھیجا اور اللہ کے رسول ﷺ لائے نہ اس میں عقل کا پیوند لگ سکتا ہے نہ عقل پرستی نجات کا سبب بن سکتی ہے بلکہ "ومن اضل ممن اتبع هواه" (اور کون زیادہ گمراہ ہے اس سے جو اپنی خواہش کی پیروی کرے) جیسے قرآن کی تشریحات احادیث ہیں ایسے ہی احادیث کی تشریحات ائمہ مجتہدین کی تحقیقات ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمھاری پسندیدہ چیز غلط اور شر بھی ہوسکتی ہے اور ناگواری عمدہ چیز سے بھی ہوسکتی ہے اپنی پسند اور ناگواری کو معیار نہ بناؤ بلکہ حکم پر عمل کرو۔

"وعسىٰ ان تكرهوا شيئا وهو خير لكم وعسىٰ ان تحبوا شيئا وهو شر لكم" (سیقول ع ۱۰) (اور امید ہے کہ تم برا سمجھو کسی چیز کو اور وہ تمہارے لئے خیر ہو اور امید ہے کہ تم پسند کرو کسی چیز کو اور وہ تمھارے لئے شر ہو) اس لئے عورتوں کو بھی اس اسلامی حکم کو گراں یا ناگوار نہیں سمجھنا چاہیے ممکن ہے وہی بہتر ہو اور واقعی

---

(۱) خوش دلی سے

وہی بہتر ہے۔

بغیر مرد تنہا عورت کی گواہی عام معاملات میں معتبر نہیں

دلیل نمبر۴: واستشهدوا شهيدين من رجالكم فان لم يكونا رجلين فرجل وامراتان ممن ترضون من الشهداء ان تضل احداهما فتذكر احداهما الاخرٰى (پ۳ع۷) (اور تم گواہ بنالو اپنے مردوں میں سے دو گواہ پھر اگر گواہ دو2 نہ ہوں تو ایک مرد اور دو 2 عورتیں ہوں ان گواہوں میں سے جن کی گواہی پر تم راضی ہو، اس بھروسے پر کہ ایک اگر بھول جائے تو دوسری کو یاد دلائے) اوپر کی آیت میں فرمایا کہ مردوں کو عورتوں پر بہت زیادہ فضیلت ہے یہاں سے معلوم ہوا کہ کم سے کم دوگنی ہے "اپنے مردوں میں سے" قرآن کریم کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ عورتوں میں سے نہیں صرف مردوں میں سے دو مرد ہوں اور جب تک دو مرد گواہ بن سکتے ہوں عورت گواہ نہ ہوگی ہاں اس شرط پر عورت گواہ بن سکتی ہے کہ ایک مرد ساتھ ہو اور دو مرد نہ ہوں یا تو وہاں موجود نہ ہوں یا ایک ہی موجود ہو یا ہوں تو دو مگر معتبر نہ ہوں یا معتبر بھی

ہوں مگر وہ گواہی نہ دیں یا اسکو کسی مصلحت سے وہ گواہ نہ بنا سکے تب ایک مرد اور دو عورتیں گواہ بن سکتی ہیں۔ صرف عورتیں ہزار بھی ہوں تو نسوانی خصوصی حالات کے سوا کی گواہ ہی نہیں ہو سکتیں۔

اور تفسیر در منثور ج اص ۳۷۱ پر حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث ہے کہ صرف عورتوں کی شہادت جائز نہیں سوائے ان باتوں کے جن پر صرف عورتیں ہی مطلع ہو سکیں یا عورتوں کی ستر کی باتوں کے اور جو اس کے شاہد ہوں حمل وحیض وغیرہ۔ اور اجماع ہے اس پر کہ صرف عورتوں کی شہادت انہی باتوں میں جائز ہے جن پر مرد مطلع نہ ہو سکیں۔ (تفسیر مظہری ج اص ۴۲۶)۔

عورتیں ناقص العقل والدین(۱) ہیں اس لئے تنہا یا بغیر مرد کے معتبر نہیں۔ در منثور کے صفحہ مذکور پر مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہؓ کی یہ حدیث بیان کی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے عورتوں کو کہہ دو کہ میں نے ناقص العقل والدین کو عقل والوں پر غالب آنے والا تم سے زیادہ کوئی نہیں دیکھا۔ ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ عقل ودین کی کمی کیا اور کیا نقصان ہے؟ فرمایا عقل کا نقصان تو یہ ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہوتی ہے تو یہ عقل کی کمی ہے اور کئی دن رات نماز(۱) نہیں پڑھ سکتی روزے نہیں رکھ سکتی یہ دین کی کمی ہے۔

(۱) جنکی عقل اور دین دونوں میں نقصان ہے۔

جوابات شبہات

بعض لوگ "ان تضل" (بھول جائے) سے تاویل کرتے ہیں کہ اب تو ایم۔اے۔ بی۔اے۔ ہوتی ہیں بھول نہیں سکتیں اس لئے اب درست ہے مگر اول تو قرآن کے ایک لفظ کا انکار بھی اسلام سے خارج کر دیتا ہے اگر قوی ترین شبہ نہ ہو جو یہاں نہیں۔

دوسرے یہ حکم (۲) کی علت نہیں کہ اسکے نہ ہونے سے حکم نہ رہے یہ تو حکمت کا بیان ہے علت وہ ہے جو حدیث میں فرمائی ہے کہ عقل و دین کا نقصان ہے، اور جو آیت نمبر ۱،۲ میں آیا بڑا درجہ اور حاکم ہونا ہے۔

تیسرے یہ غلط ہے کہ پڑھی لکھی نہیں بھولتی بلکہ بے پڑھی لکھی کم بھولتی ہے۔ دھوبن بے پڑھی لکھی کسی کا کپڑا دوسرے کو نہیں دیتی جبکہ لانڈری والے گڑبڑ کر جاتے ہیں۔

چوتھے ہر عورت عورت ہی ہے کم و بیش کا کچھ فرق ہو تو ہو ورنہ مرطوب مزاج میں بھول ہوتی ہی ہے۔

---

(۱) حالت حیض ونفاس میں عورت کو نماز روزہ معاف ہے نماز کی قضاء کی ضرورت نہیں البتہ روزہ کی قضاء کرے

(۲) یعنی دو عورتوں کی گواہی میں جو یہ کہا جارہا ہے کہ " ان تضل احدیهما فتذکر احدیهما الاخریٰ " کہ ایک بھول جائے تو دوسری یاد دلائے یہ اس حکم کی علت نہیں بلکہ اس کی حکمت ہے۔ اس لئے اس کے فقدان سے حکم نہیں بدلے گا بلکہ علت تو نقصان عقل ہے وہ ہر عورت میں ہے یا علت تو " الرجال قوامون " اور "وللرجال علیهن درجة " میں بیان ہوئی ہے۔

پانچویں دلچسپی جس سے زیادہ ہو وہ بات نہیں بھولتی ہر عورت شادی پر آنیوالیوں کے زیور ولباس برابر نقل کر دیتی ہیں مرد نہیں نقل کر سکتا۔ بچہ کہانی سن کر اگلے دن دہرا دیتا ہے دوسری باتیں بھول جاتا ہے جو اس کی دلچسپی کی نہیں۔

چھٹے ٹھنڈک اور رطوبت کی کثرت مزاج میں ہونیکی وجہ سے عورتوں کی طبیعت پر بھول غالب ہے اور عقل کے نزدیک دو عورتوں کا بھول پر جمع ہونا اس سے زیادہ بعید ہے کہ ایک عورت ہو (تفسیر کبیر ص ۵۰۳ ج ۲)۔

ساتویں قانون سب کے لئے ہوتا ہے جو بھول میں حسب مزاج مبتلا ہیں اکثریت انہی کی ہے، شاذ و نادر کوئی قابل اعتبار نہیں، اگر کوئی نہ بھول جاتی ہو تو اس سے قانون نہیں بدل سکتا بلکہ قرآنی قانون تو کسی طرح نہیں بدل سکتا کیا کوئی کہہ سکتا ہے آج کی عورت قانون نازل ہونے کے وقت کی عورتوں صحابیات اور امہات المومنین سے زیادہ عقل حافظہ اور علم رکھتی ہیں وہاں دو کی ضرورت تھی یہاں ایک کافی ہے۔

دوسرا شبہ

بعض کہتے ہیں یہ قانون اموال کا ہے دوسرے کاموں کا نہیں مگر

اس میں ان کو دو غلطیاں ہو رہی ہیں ایک تو یہ کہ یہ قانون حنفیہ کے نزدیک ہر شہادت کے لئے ہے، حنفی کو ایسا کہنے کا حق نہیں۔

دوسرے جن حضرات نے اموال کی خصوصیت فرمائی ہے تو ان کے نزدیک تو عورت کی شہادت غیر اموال میں مرد کے ساتھ ہونے کے بعد بھی معتبر نہیں وہاں تو بالکل ہی غیر معتبر ہے نہ معلوم کم فہمی سے اس کو معتبر ہونے کی دلیل بنالیا ہے یا دھوکہ دہی کے لئے۔

اور تفسیر خازن ج ۱ ص ۲۵۷ پر ہے کہ امام سفیان ثوری اور حنفیہ اس طرف گئے ہیں کہ عورتوں کی گواہی مرد کے ساتھ تمام حقوق میں جائز ہے سوائے قتل و حدود کے۔ اور ایک جماعت اس طرف گئی ہے کہ غیر مال میں تو صرف دو مرد نیک گواہوں سے ہی دعوٰی ثابت ہوتا ہے اور اس پر سب متفق ہیں کی شہادت عقوبات و حدود میں نہ جائز ہے نہ مقبول۔ جن ائمہ نے اس کو اموال کے لئے کہا ہے ان کے نزدیک تو صرف عورت کی گواہی کسی معاملہ میں بھی قبول نہیں۔

رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمہ (ہامش المیزان ج ۲ ص ۱۹۳) پر ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ نکاح ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت سے امام ابو حنیفہ کے نزدیک اعلان کے ساتھ ثابت(۱)

ہوتا ہے اور امام شافعی، امام مالک و امام احمد کی ایک روایت میں ثابت نہیں ہوتا۔ یعنی ان اماموں کے نزدیک عورت کی شہادت کی وجہ سے گو وہ مرد کے ساتھ ہو مرد کی بھی صحیح نہیں۔ یعنی عورت کی شہادت مرد کے ساتھ کی بھی غیر اموال میں درست نہیں۔
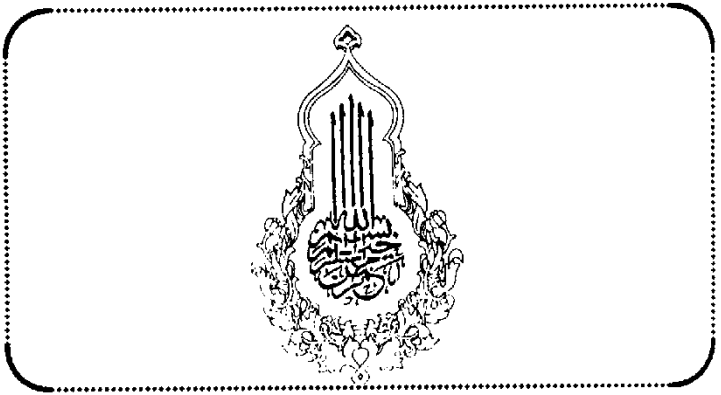
(۱) نکاح کے درست ہونے میں دو گواہ شرط ہیں۔ اگر دو گواہ نہ ہوں ایک مرد دو عورتیں ہوں تو امام صاحبؒ کے نزدیک نکاح جب درست ہوگا کہ اعلان بھی کیا جائے۔ لیکن امام شافعیؒ امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک اگر نکاح کے گواہ ایک مرد دو عورتیں ہوں تو باوجود اعلان کے نکاح درست نہیں۔ گویا گواہی میں عورت کی شرکت کی وجہ سے مرد کی گواہی بھی معتبر نہیں چنانچہ ان کے نزدیک غیر اموال میں عورت کی گواہی کسی طرح قبول نہیں نہ تنہا نہ مرد کے ساتھ۔

شریعت میں مرد کا حصہ عورت سے دوگنا ہونا اس کی دلیل ہے کہ عورت کی دیت مرد سے نصف ہے

دلیل نمبر ۵: ”یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین“(لن تنالوا ع ۱۴) (اللہ تعالیٰ تم کو تمہاری اولاد کے بارے میں حکم دیتے ہیں کہ لڑکے کے لئے دولڑکیوں کے حصے کے برابر ہے) اسطرح یہ بھی صاف دلیل ہے اسکی کہ مرد عورت کے مرتبہ وعلم وعقل میں جو فضیلت آئی ہے وہ عورت میں مرد سے نصف ہے اس کی وجہ سے دولڑکیوں کے برابر ایک لڑکے کا حصہ ہے اور لڑکے کا ذکر اول(۱) میں فضیلت کی دلیل ہے۔ ورنہ لڑکی کا لڑکے سے نصف ہے بھی کہہ سکتے تھے۔

دلیل نمبر ۶: ”ولکم نصف ما ترک ازواجکم ان لم یکن لھن ولد فان کان لھن ولد فلکم الربع مما ترکن“ (لن تنالوا ع ۱۴) (اور تمہارے لئے نصف ترکہ بیویوں کا ہے اگر ان کے اولاد نہ ہو پھر اگر ان کے اولاد ہو تو تمہارے لئے چوتھائی ہے ان کے ترکہ سے)۔

---

(۱) آیت میں لڑکے کا ذکر پہلے کرنا یعنی ”للذکر مثل حظ الانثیین“

میاں بیوی میں سے اگر بیوی فوت ہوجائے تو مرد کا نصف ہے
اگر بیوی کی اولاد نہ ہو اور اگر اولاد ہو تو مرد کیلئے چوتھائی حصہ ہے۔

دلیل نمبر ۷: "ولھن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد فان کان لکم ولد فلھن الثمن" (لن تنالوا ع ۱۳)۔ (اور بیویوں کیلئے چوتھائی ترکہ ہے اگر مرد کے اولاد نہ ہو پھر اگر اولاد ہو تو ان کیلئے آٹھواں حصہ ہے) مرد کو عورت سے دونوں صورتوں میں دوگنا ہے۔ مرد کی اولاد نہ ہو تو عورت کو چوتھائی اور مرد کو اگر عورت کے اولاد نہ ہو تو نصف ہے۔ اور اولاد ہو مرد کے تو عورت کا آٹھواں حصہ اور عورت کے اولاد ہو تو مرد کا چوتھائی ہے اس سے دونوں کا مرتبہ معلوم ہو رہا ہے کہ عورت کا مرد سے نصف حصہ ہے۔

دلیل نمبر ۸: ان امرؤ ھلک لیس لہ ولد ولہ اخت فلھا نصف ما ترک وھو یرثھا ان لم یکن لھا ولد۔ (لا یحب اللہ ع ۴)۔

(اگر ایک مرد مر گیا جس کے اولاد نہیں ہے اور اس کی ایک بہن ہے تو اس کیلئے مرد کے ترکہ کا نصف ہے اور مرد اس کا کل کا وارث ہوگا اگر بہن کے اولاد نہیں بے اولادوں کی میراث میں بھی بے اولاد بہن کے بھائی کو کل

ترکہ اور بے اولاد بھائی کی بہن کو نصف ترکہ ملتا ہے)۔

دلیل نمبر۹: ''فان کن نساء فوق اثنتین فلھن ثلثا ما ترک وان کانت واحدۃ فلھا النصف''(لا یحب اللہ ع ۴)۔

(اگر اولاد صرف عورتیں ہوں دو سے زائد تو ان کیلئے اس کے ترکہ کا دو تھائی ہے اور اگر ایک ہو تو اس کیلئے نصف ہے)

اور اگر صرف بیٹیاں ہوں تو اگر ایک ہے تو نصف ترکہ اس کا ہے۔ اور اگر کئی ہیں تو دو تھائی ملے گا باقی حصہ جیسے نمبر۱۳ میں ہے قریبی مرد کا ہے۔ لیکن اگر اولاد صرف مرد یعنی ایک ہی لڑکا ہے تو کل ترکہ کا مالک ہے۔ اور کئی ہیں تو کل کے مگر حصوں کے موافق مالک بنیں گے ایک اور کئی میں پورا ترکہ مردوں کا ہے(۱)۔

دلیل نمبر۱۰: ''وان کانوا اخوۃ رجالا ونساء فللذکر مثل حظ الانثیین''(لا یحب اللہ ع ۴)

(بے اولاد کے اگر بھائی بہن ہوں تو لڑکے کیلئے دو لڑکیوں کے برابر ہے۔)

اوپر بیٹے بیٹیوں کے حصہ کا بیان تھا یہاں اولاد کے بھائی بہن کے حصہ کا ذکر ہے کہ بہن کا بھائی سے آدھا ہے۔

---

(۱) اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ عورت کا مرد سے نصف ہے لہٰذا اس کی دیت بھی نصف ہونی چاہئے۔

دلیل نمبر ۱۱: "فان لم یکن له ولد و ورثه ابواه فلامه الثلث" (لن تنالوا ع ۱۳)

(اگر میت کے اولاد نہ ہو صرف ماں باپ وارث ہوں تو ماں کیلئے ایک تہائی ہے) جب صرف دو ہی وارث ہیں ماں اور باپ۔ پھر ماں کیلئے تہائی حصہ فرمانا دلیل ہے اسکی کہ باقی دو تہائی باپ کا ہے۔ یہاں عورت کا حصہ آدھے سے بھی کم ہے، تہائی ہے(۱)۔

دلیل نمبر ۱۲: "فان کان له اخوة فلامه السدس" (لن تنالوا ع ۱۳)۔

(اگر میت کے کئی بہن بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہے)

جب میت کے ماں باپ اور بھائی بہن ہیں تو چھٹا حصہ ماں کا اور باقی صرف باپ کا ہوا۔ جیسے اوپر بھی ماں باپ کے ہونے میں باقی باپ کا تھا یہاں بھی باقی باپ کا ہے یہاں عورت کا چھٹا حصہ اور مرد کا ۵/۶ ہے(۲)۔ بہن بھائی سب محروم ہیں مرد بھی عورت بھی۔

دلیل نمبر ۱۳: اوپر والی آیت نمبر ۹ میں تقسیم نا تمام ذکر ہوئی

---

(۱) مطلب یہ ہے کہ اگر مثلاً میت کا ایک وارث ہو جو کہ مرد ہو یعنی لڑکا تو پورا ترکہ اس کو ملتا ہے۔ اور اگر وہ لڑکی ہے تو آدھا اس کو ملتا ہے بقیہ عصبات کو جاتا ہے۔ اور اس مثال میں جب صرف دو ہی وارث ہیں ایک باپ ایک ماں تو باپ کو دو تہائی ملا۔ جو کہ ترکہ کے آدھے سے زائد ہے اور ماں کو ایک تہائی ملا جو کل ترکہ کے آدھے سے کم ہے

(۲) مطلب یہ ہے کہ کل چھ سہام بنائے جس میں سے ایک ماں کا باقی پانچ باپ کے ہوئے۔

ہے کہ اولاد صرف ایک لڑکی ہو تو اس کو آدھا اور صرف کئی لڑکیاں ہوں تو دو تہائی باقی کس کو ملے گا اس کا ذکر نہیں، اس کی تشریح میں تشریح نبوی ﷺ کی ضرورت ہے بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ "الحقوا الفرائض باھلھا فما ابقته فلاولی رجل ذکر" (ترکہ کے مقررہ حصے ان کے مستحقوں کو دو۔ جو باقی رہے وہ قریب ترین مرد لڑکے کو دیں۔) چونکہ نسب شرعاً مرد سے ثابت ہوتا ہے آیت "وعلی المولود لہ رزقھن" (ترجمہ، جس کے لئے بچہ ہے اس پر عورتوں کا رزق ہے۔) اس کے باپ پر اس کی بیوی کا خرچہ واجب ہے مگر بچہ کا اس کے لئے ہونا دلیل ہے کہ نسب باپ سے ہوتا ہے۔ تو مرد کے سب سے قریب کے لڑکے کو باقی ملتا ہے وہ عصبہ ہے اور اس کے ساتھ کی بعض لڑکیاں محروم ہیں۔ مثلاً مرنے والے کے صرف ایک لڑکی تھی تو اس کو نصف ملیگا اور اگر اس کے بھتیجے، بھتیجیاں تھیں تو باقی صرف بھتیجوں کو ملے گا بھتیجیوں کو کچھ نہیں ملیگا وہ بالکل محروم ہونگیں لہٰذا اب اس صورت میں یہ عورتیں بالکل محروم ہیں ایسے ہی صرف لڑکیاں ہونے میں لڑکیوں کو دو تہائی اور بھتیجوں کو ایک تہائی اور بھتیجیوں کو کچھ نہیں ملتا ہے بالکل محروم ہوتی ہیں۔

مرد کا حصہ دوگنا ہونے کی وجہ

دلیل نمبر ۱۴: عقل پرستوں کو اس خدائی حکم میں بھی خلجان ہوگا مگر حق تعالیٰ نے اس کی وجہیں خود ہی بتادی ہیں کہ یہ فرق کیوں ہے۔ آیت نمبر 1 اور نمبر 2 میں وجہ بیان فرمائی ہے کہ مرد کو فضیلت ہے وہ حاکم اور عورت محکوم ہے۔ ارشاد ہے کہ تم اس کا راز نہیں جان سکتے یہ صرف اللہ کو ہی معلوم ہے تم اللہ کے مقرر کیے ہوئے حکم فریضہ پر عمل کرو۔ اپنی فرسودہ عقلیں لڑانے کا کوئی حق نہیں "آبائکم وابناء کم لا تدرون ایھم اقرب لکم نفعا فریضۃ من اللہ انّ اللہ کان علیما حکیما" (تمہارے باپ، دادا، بیٹے، پوتے تم نہیں جان سکتے کہ کون تمہارے قریبی نفع والا ہے بس حکم فرض کیا ہوا ہے اللہ تعالیٰ کی جانب سے اور اللہ تعالیٰ بہت علم والے اور حکمت والے ہیں۔

بعض صورتوں میں عورت کا حصہ مرد کے برابر ہونے کی وجہ

دلیل نمبر ۱۵: بعض جگہ مرد عورت کو برابر بھی قرار دیا ہے مگر وہاں کوئی خاص وجہ اور مصلحت ہے عام قاعدہ نصف کا ہے چنانچہ ارشاد ہے "ولابویہ لکلّ واحد منھما السّدس ممّا ترک

ان کان لہ ولد" (لن تنالوا ع ۱۳)۔

میت کے ماں باپ کیلئے ہر ایک کیلئے ترکہ کا چھٹا حصہ ہے اگر اسکے اولاد ہو جیسے اوپر آیت نمبر ۱۳ میں عرض ہوا ہے ذوی الفروض (یعنی حصے والوں) کو اول دو، پھر جو بچ جائے وہ میت کے قریبی مرد کو دیا جائیگا۔ تو یہاں میت کے اگر ماں باپ دونوں ہوں اور میت کی اولاد بھی ہو تو ماں باپ کو چھٹا حصہ ملے گا۔ اگر صرف ایک لڑکی ہوگی تو باپ ہی عصبہ ہوتا ہے۔ پھر باپ کا حصہ ماں سے دوگنا ہو جاتا ہے۔ دوسری صورت یہ ہے۔

"وان کان رجل یورث کلالۃ او امراۃ ولہ اخ او اخت فلکل واحد منھما السدس مما ترک فان کانوا اکثر من ذالک فھم شرکاء فی الثلث" (لن تنالوا ع ۱۳) اور اگر ہو مرد صاحب میراث کلالہ (بے اولاد) یا عورت اور اسکے بھائی یا بہن ہوں تو ان میں ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے میت کے ترکہ سے اور اگر اس سے زیادہ ہوئے تو سب تہائی میں شریک ہوں گے دوسری قراءت دوسری آیت کے منزلہ میں ہوتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود کی قراءت میں "اخ" اور "اخت" کے بعد "من الام" ہے (جلالین ص ۷۱) لہذا یہ اخیافی یعنی صرف

ماں شریک بہن بھائی کا بیان ہے اور وہ قائم مقام ماں کے ہوتے ہیں۔ اور ماں کا حصہ اولاد یا کئی بہن بھائی نہ ہونیکے وقت تہائی ہے ورنہ چھٹا وہی ان کا ہوگا ایک ہو، تو بہن ہو یا بھائی، چھٹا حصہ، کئی ہوں تو تہائی حصہ ہے جس میں سب شریک ہونگے ان صورتوں میں باپ کو دوسری حیثیت مل جانے کی وجہ سے ماں کے برابر رہا۔ اور اخیافی (ماں شریک) میں ماں کا جانشین ہر ایک بننے سے ہر ایک برابر ہوا ہے ورنہ اکثر تو عورت کا حصہ آدھا ہے بعض جگہ اس سے بھی کم اور بعض جگہ محروم ہے کہ عورت کا کوئی حصہ نہیں اور آیت نمبر ا۔۲۔۴۔ میں علت اور راز فرما کر کسی کو چون و چرا کرنے کی گنجائش نہیں دی گئی۔ لہٰذا اگر ہم مسلمان ہیں تو ہمیں خدائی احکام کو سر آنکھوں پر رکھنا ہے خدا پرستی چھوڑ کر عقل پرستی کرنا جہنم کا راستہ ہے اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس سے بچائے (آمین)۔(۱)

احادیث رسول صلی اللہ وسلم بھی وحی الٰہی ہیں

دلیل نمبر ۱۶: حضور علیہ ﷺ کے عہد مبارک سے قیامت تک کیلئے اور کل عالم کی ہدایت کے واسطے قرآن شریف نازل ہوا ہے۔ جس میں مختصر ہونے کی وجہ سے صرف کلیات کا بیان ہے مگر انکی تشریحات کی بھی

(۱) سابقہ تمام آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت کی حصہ مرد سے آدھا ہے یا اس سے بھی کم تو اس سے ثابت ہوا کہ عورت کی دیت بھی مرد سے نصف تو کم از کم ہوگی۔

ضرورت ہے اور ان تشریحات کا وہی حکم ہونا لازم ہے جو قرآن کا ہے اور یہی قرآن کا معتبر ترین مفہوم ہے اور حق تعالیٰ نے اس کو بھی اپنا ہونا فرما دیا ہے ارشاد ہے: "ثم ان علینا بیانہ" (پھر ہم پر ہی اس کا (یعنی قرآن) بیان کر دینا ہے)۔ لہٰذا تشریحات گو یہ قرآن نہیں مگر انہی کی ہیں۔ اور قرآن کے نازل کرنے کے فوائد میں یہ بھی ہے لتبینہ للناس۔ (تاکہ لوگوں کیلئے آپ اسے کھول کر بیان کر دیں) اور حضور ﷺ کے فرائض میں قرار دیا و یعلمهم الکتاب (اور آپ ان کو کتاب اللہ کی تعلیم دیتے ہیں) اصل زبان بلکہ فصحاء کو بھی تعلیم نبوی کی ضرورت ہوئی جس کو نبی ظاہر کریں گے۔ اس لئے تشریحات یعنی احادیث بھی اللہ تعالیٰ ہی کی بتائی ہوئی ہیں، اسی لئے فرمایا ہے وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی (آپ اپنی خواہش سے نہیں کہتے مگر وحی سے جو ان پر کی جاتی ہے)۔

خواہ اول سے ہی وحی ہو یا باقی رہ کر وحی قرار دیجائے: اور ساری امت کے نزدیک ان تشریحات یقینیہ کا درجہ لازم ہونے میں وہی ہے جو اصل کا حکم ہے قرآن شریف میں نماز کا حکم ہے مگر قیام، رکوع، سجدہ، قعدہ، اوقات کا ذکر نہیں زکوٰۃ کا حکم ہے مگر مقدار اور وقت کا ذکر نہیں مگر ان سب

کی تشریحات پر عمل فرض ہے۔ ایسے ہی قرآن شریف میں نہ تو دیت کا مفہوم ہے نہ اس کی اقسام ہیں نہ تمام احکام ہیں ان سب کے لئے بحکم آیات۔ تشریحات نبوی یعنی احادیث پر عمل کرنا فرض ہوگا جیسے دوسرے تمام اعمال و احکام میں فرض ہے اس لئے چالیس احادیث اس کے لئے پیش ہیں یاد رکھئے۔ احادیث کا منکر اسلام سے خارج ہے کیونکہ متواتر(۱) کا بھی انکار ہوا اور یہ کفر ہے۔

حجیت حدیث کے دلائل

دلیل نمبر ۱۷: "ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نھاکم عنه فانتھوا" جو رسول تم کو دیں لے لو اور جس سے روکیں رک جاؤ۔

دلیل نمبر ۱۸: وما کان لمؤمن ولا مومنة اذا قضی اللہ ورسوله امرا ان یکون لھم الخیرة من امرھم (نہیں کسی مومن اور مومنہ کے لئے کہ جب اللہ اور ان کے رسول کوئی فیصلہ دیں کہ انکو اس میں اختیار ہو کہ اپنی رائے سے کام لیں)۔

(۱) متواتر اس کو کہتے ہیں جس کے نقل کرنے والے ہر زمانے میں اتنے کثیر ہوں کہ عقل ان کو جھوٹا تسلیم نہ کرے۔

حجیت اجماع وقیاس

دلیل نمبر۱۹: اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم (مسلمانو! تم اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرو! اور اللہ کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور اپنے میں سے انکے حکم والوں کی فرمانبرداری کرو)''اولی الامر'' (حکم والوں) کا ترجمہ بعض لوگ حاکم کردیتے ہیں وہ صحیح نہیں گو اس میں ایک شرط سے داخل تو ہے مگر بلا شرط نہیں اور وہی صرف اس سے مراد نہیں کیونکہ ''اولی الامر'' پر الف لام مضاف الیہ کا عوض ہے یعنی اولی امرھما (اللہ رسولؐ کے حکم والوں کی) اور یہ حکم والے دو قسم کے ہیں ایک وہ جو نفس حکم ان سے لے لے کر بتاتے جائیں جیسے علماء وائمہ مجتہدین دوسرے وہ جو جبراً نافذ کرتے ہیں اور وہ، وہ حاکم ہیں جو مسلمان ہوں اور اللہ و رسولؐ کے احکام کو نافذ کرتے ہوں ان سب کی فرمانبرداری بھی واجب ہے اس لئے احادیث کے بعد اجماع اور قیاس سے بھی نصف دیت کے بارے میں بیان کیا جائے گا انشاءاللہ تعالیٰ۔

دلیل نمبر۲۰: ''من یشاقق الرسول من بعد ما تبین لہ الھدیٰ ویتبع غیر سبیل المؤمنین نولہ ما تولیٰ ونصلہ جھنم

وساءت مصیرا ‘‘ اور جوشخص ہدایت واضح ہونے کے بعد نبی ﷺ سے منہ موڑ لے گا اور مسلمانوں کے طریقہ کے غیر کا اتباع کرے گا ہم اسکو اسی کا پیرو بنا دین گے جس کا وہ بنا ہے اور جہنم میں داخل کریں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

ان آیات سے قرآن وحدیث اجماع اور قیاس مجتہد کا اتباع واجب ہوتا ہے اور خلاف کرنے پر سزا ملتی ہے اس لئے اب آپ خود اپنے لئے نجات کی راہ تجویز کر لیں۔

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

بعض لوگوں نے دھوکہ دینے کیلئے اردو کے محاورے صحیح وغیر صحیح کو آڑ بنالیا ہے اردو میں صحیح کے مقابل غلط کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جب کہتے ہیں یہ صحیح نہیں تو مراد یہ ہوتا ہے کہ بے اصل ہے غلط ہے ان لوگوں نے عام لوگوں کے اس ذہن سے یہ غلط فائدہ لے لیا ہے کہ حدیث صحیح کے مقابل جب حدیث ضعیف کہا جاتا ہے تو اردو محاورے سے وہ عام ذہنوں میں غلط اور بے اصل کے معنوں میں لے لیا جاتا ہے یہ زبردست دھوکہ ہے ورنہ جو بے اصل ہے وہ تو موضوع (بناوٹی) ہے اسکو تو بغیر موضوع کہے ہوئے نقل

کرنا بھی جائز نہیں ہوتا۔

حدیث ضعیف کی افادیت اور اہمیت

اور قرآن شریف سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ حدیث ضعیف کو چھوڑ نا رد کر دینا درست نہیں جب کہ اس کی تائید میں اور احادیث بھی مل جاتی ہوں۔قرآن پاک میں ارشاد ہے:

ان جآء کم فاسق بنباء فتبینوا (جب کوئی گناہ گار تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تم اس کی تحقیق کر لیا کرو) یعنی صرف اسکے فاسق ہونے کی وجہ سے رد نہ کرو اگر اس کی تائید مل جائے قبول کر لو ورنہ چھوڑ دو آج کل لوگوں میں حدیث سے نفرت پیدا کرنے کیلئے بعض غیر مقلدین اور بعض نو تعلیم یافتہ صاحبان نے اس حدیث کی اصلاح کو اردو محاوہ بنا کر گویا بے اصل کہنا اور مسلمانوں کے ذہن میں سے عظمت نکال دینا شروع کیا ہے اور گمراہ ہو کر گمراہ کرنے کا حربہ بنالیا ہے حالانکہ یہ اصول حدیث کا اصطلاحی لفظ ہے حدیث شریف تو حضور اکرم ﷺ کے قول و فعل کا نام ہے جس کی تعمیل لازمی ہے صحیح و ضعیف تو صرف راوی کے حالات سے کہلاتی ہے۔وہ بھی اس طرح کہ چھ شرطوں پر پوری اترتی ہو تو سند بھی صحیح حدیث صحیح اور اگر ایک بھی

شرط کم ہوگئی تو ضعیف، آدمی تو جوان تندرست مضبوط بھی ہوتا ہے اور کمزور، بوڑھا، بچہ بھی آدمی ہے گدھا نہیں ہے اس لئے ضعیف حدیث بھی حدیث تو ہے اس سے اس قدر نفرت درست نہیں۔

دوسرے راوی اگر ایک ماہر مجتہد کی تحقیق میں درست ہے اس کیلئے یہ روایت صحیح ہوگی گو دوسرے ماہر مجتہد کی تحقیق میں راوی میں کوئی کمزوری ہو تو وہ اسے ضعیف قرار دے سکتا ہے اس لئے ہر ضعیف کو بھی غیر معتبر نہیں کہا جا سکتا۔

تیسرے اصول حدیث میں یہ بھی ہے کہ کوئی امام ائمہ مجتہدین میں سے اگر اس سے استدلال کر لے گا تو حدیث ضعیف نہ رہے گی کہ اس سے معلوم ہوا کہ اسکی تحقیق میں حدیث قوی ہے صحیح ہے اس پر عمل ہوگا۔ یورپی تعلیم نے اسلام سے بے بہرہ تو کر ہی دیا تھا بہت سوں کو اسلام سے خارج(۱) بھی کر دیا ہے مگر وہ خود کو اور مسلمان بھی ناواقفی کیوجہ سے انکو مسلمان کہتے ہیں ان میں سے ایک فرقہ منکرین حدیث کا بھی ہے حالانکہ منکرین حدیث اسلام سے خارج ہیں کیونکہ ایک کا منکر سب کا منکر ہے اور جو جو حدیثیں یقینی طور سے ثابت ہیں وہ یقینی حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہیں انکا انکار "اطیعوا الرسول" سے انحراف(۲) اور کفر ہے۔

---

(۱) بعض حضرات نے ناواقفی کی وجہ سے یورپی تعلیم سے متاثر ہو کر حدیث ہی کا انکار کر دیا جو کہ کفر ہے (۲) مخالفت۔

نعمت عظمٰی

مسلمانوں کو خصوصی نعمتیں بھی عطاء ہوئی ہیں کہ وحی الٰہی بعینہ پختہ حرف بحرف ثبوت سے ساری دنیا میں صرف انہی کے پاس موجود ہے۔ اور ساری دنیا اس سے بالکل محروم ہے اور دھوکہ میں پڑی ہوئی ہے۔ پھر اگر الفاظ الٰہی میں کئی احتمالات کی گنجائش ہے تو ان میں سے مراد الٰہی کون سا ایک ہے یہ صرف تشریحات نبویؐ سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اگر نبی بھی مراد نہیں سمجھتے تو نزول عبث (۱) ہے حق اس سے منزہ (۲) ہے اور اگر سمجھتے ہیں تو بس انکی سمجھ ہی مراد الٰہی ہے جیسے آگے ثابت ہوگا۔

ساری دنیا میں وحی الٰہی کی تشریحات نبویہ صرف مسلمانوں کو ہی معتبر طریق سے میسر ہیں بعض لوگ اپنے کو اور سب کو اس نعمت عظمٰی سے محروم کر رہے ہیں جو دنیا بھر میں صرف آپ کے لئے خاص ہے اور ساری دنیا اس سے محروم ہے اور اسی لئے محروم کر رہے ہیں کہ آپ کے اسلام کو بھی اپنی طرح ختم کرا دیں۔

ہم تو ڈوبے ہیں صنم
تم کو بھی لے ڈوبیں گے

(۱) بیکار (۲) پاک ہے۔

اب اس مسئلہ میں احادیث نبویہ پیش کرتے ہیں۔ پھر صحابہ کرامؓ کا اور ساری امت کا اجماع ہونا متعدد کتابوں سے نقل ہوگا پھر قیاس اور عقلی دلیل بھی انشاءاللہ مذکور ہوں گیں۔

احادیث سے عورت کی نصف دیت کا اثبات

دلیل نمبرا: امام بیہقی نے سنن ج ۸ ص ۹۵ میں لکھا ہے اور شیخ ابن حجر شارح بخاری نے درایہ فی تخریج احادیث الہدایہ میں (ہامش الہدایہ ج ۴ ص ۴۸۵) پر لکھا ہے۔

"عن معاذ بن جبلؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیۃ المرأۃ علی النصف من دیۃ الرجل" حدیث معاذ ابن جبلؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے۔

اس کے بعد امام بیہقی کہتے ہیں کہ یہ حدیث دوسری سند سے عبادہؓ بن السنی سے روایت کی گئی ہے اور اس میں ضعف ہے (بیہقی ج ۸ ص ۹۵) اس کے شارح جواہر النقی میں کہتے ہیں کہ ظاہر ہے کہ ضعف اخیر سند کی طرف لوٹتا ہے (ہامش البیہقی ص مذکورہ)

امام بیہقیؒ اور جواہر النقی کا یہ کہنا اسکی دلیل ہے کہ ضعف اس سند

میں نہیں دوسری سند میں ہے یعنی یہ سند معتبر ہے اور اعلاء السنن ج ۱۸ ص ۱۴۸ پر ہے دوسندوں سے جسکو امام بیہقی نے دیۃ السمع کے باب میں بیان کیا ہے کہ ابویحیٰی ساجی نے اپنی کتاب میں ضعیف سند کے ساتھ عبادہ بن النسی از معاذ بن جبلؓ روایت کیا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم سے کہ سمع میں سو اونٹ دیت ہے پھر ایک اور روایت رشد بن سعد وعبدالرحمٰن بن زیادؒ سے روایت کی اور ان دونوں راویوں کو ضعیف کہا ہے۔ مگر آج کل بعض لوگوں نے دانستہ یا نادانستہ اس ضعیف ہونے کو حدیث مذکورہ پر غلط چسپاں کرلیا ہے لیکن اگر یہ ضعیف بھی ہوتی تو حسب اصول حدیث جب ایک ہی نہیں بہت سے اماموں نے قبول کرلیا ہے وہ دلیل اسکی صحت وقوت (۱) کی بن گئی۔ اب آگے اور حدیثیں بھی ملاحظہ فرمائیں ان سے تائید وتقویت مزید حاصل ہوگی اور یہ حدیث ان سے قابل قبول اور اس سے دوسری حدیثوں کی تائید ہوگی۔

دلیل نمبر ۲: درایۃ فی تخریج احادیث الہدایہ میں شیخ بن حجر شارح بخاری نے لکھا ہے کہ امام شافعیؒ نے روایت کیا ہے ابن شہاب مکحول اور عطاء سے کہ انہوں نے کہا ہے کہ ہم نے سب لوگوں کو اسپر پایا ہے کہ مسلمان آزاد مرد کی دیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں سو اونٹ تھے

(۱) پیچھے تفصیل سے بیان کردیا ہے کہ جب کسی ضعیف حدیث سے کوئی امام استنباط کرلے تو وہ قوی شمار ہوتی ہے۔

حضرت عمرؓ نے آبادیوں والوں کیلئے اس دیت کی قیمت ایک ہزار اشرفی اور بارہ ہزار درہم اور دیت مسلمان عورت کی پانچ سو اشرفی اور چھ ہزار درہم مقرر کئے تھے یہ مسند شافعیؒ میں ہے۔اور بیہقی نے بھی اسی سند سے بیان کیا ہے کہ عورت کی دیت نصف ہے حضور ﷺ کے عہد مبارک میں تو سب لوگ اس پر متفق تھے پندرھویں صدی میں کیوں نہ رہے؟۔

الدرایہ فی تخریج احادیث الہدایہ (ج۴۔ص۲۶۳) پر یہ بھی ہے کہ اگر قاتل دیہاتی ہوگا تو پانچ سو اونٹ اور بیہقی (ج۸ص۹۵) پر ہے اگر جنگلی دیہاتی عورت کا قاتل دیہاتی مرد ہو تو وہ پانچ سو اونٹ دیں سونا چاندی نہیں غرض اونٹ اور نقدی میں عورت کی دیت مرد سے نصف ہے۔

سند کی تحقیق

دلیل نمبر۳: موطاء امام محمد (ص۲۸۹) میں امام مالک سے اور انکو عبداللہ بن ابی بکر سے یہ حدیث پہنچی ہے کہ ان کے والد نے انکو بتایا کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک کتاب ان کے والد عمر بن حزم کو لکھ کر دی تھی جو حدیثوں کے بارے میں تھی (آخر حدیث تک) لیکن اس کے حاشیہ التعلیق المجد میں ہے کہ یہ عبداللہ بن ابی بکر حضرت عمر بن حزم کے پڑپوتے ہیں جن کو ابن معین ابو حاتم نسان ابن سعد نے ثقہ اور قابل اعتماد کہا ہے۔ جیسے

اسعاف میں ہے اوران کے والد ابوبکر بن محمد بن عمر بن حزم انکے پوتے ہیں ثقہ اور عابد ہیں جن کو زرقانی نے ایسا بیان کیا ہے یعنی سند میں اپنے دادا محمد بن عمر بن حزم کو چھوڑ رکھا ہے اور یہ مرسل ہے اوراسی حاشیہ میں ہے کہ عبدالبر نے کہا ہے کہ اسکے مرسل ہونے میں تو کوئی خلاف نہیں مگر سند (پوری سند کے ساتھ) صالح طریق سے بھی روایت ہے اور معمر نے عبداللہ بن ابی بکر سے انہوں نے اپنے والد ابوبکر سے اور انہوں نے اپنے دادا عمر بن حزم سے روایت کی ہے۔

لہٰذا یہ حدیث مرسل نہیں اگرچہ امام مالک کی روایت مرسل ہے گو یہ بھی احناف کے یہاں معتبر ہے، اوراسی حاشیہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے انکو یمن کے شہر نجران کا حاکم بنا کر بھیجا اوران کے ساتھ ایک کتاب بھیجی جس میں فرائض سنن صدقات زخموں اور دیتوں کا بیان تھا عمر بن حزم کی یہ کتاب مشہور ہے۔ابوداؤد نسائی وغیرہ نے متفرق حصے کر کے روایت کئے ہیں کامل روایت نسائی کے دیت کے باب میں ہے اصول حدیث کے مطابق مشہور وہ ہے جس کو صحابہ کے بعد تواتر کا درجہ حاصل ہو گیا ہو اسلئے بہت معتبر ہے، افسوس ہے کہ وہ کتاب پوری کہیں نظر نہ پڑی صرف متفرق حصے نظر آئے وہ تو خود حضور ﷺ کے ارشادات تھے اور مشہور کے درجہ تک روایت تھے ہم نے

مختصر ترین سند اسکی ذکر کر دی ہے تا کہ ثبوت تو معلوم ہو جائے۔ تین راوی ہیں، 1 امام مالک، 2 عبداللہ بن ابی بکر، 3 محمد بن عمر بن حزم سب معتبر ہیں اسی حدیث کا ایک جزیہ ہے جو حنبلی مذہب کے بڑے معتبر بزرگوں کی کتاب المغنی میں صفحہ ۵۳۲ ج ۹ اور کتاب الشرح الکبیر صفحہ ۵۱۸ ج ۹ شماری امت میں جو دو شخص ابن علیہ اور اصم دیت برابر کہتے ہیں انکو رد کرتے ہوئے کہا ہے یہ قول شاذ ہے صحابہ کے اجماع کے خلاف ہے اور حضور ﷺ کی سنت کے خلاف ہے کیونکہ حضور ﷺ کی کتاب عمر بن حزم میں ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کے نصف پر ہے یہ کہنا کہ یہ لفظ اور جگہ نہیں ملتے قابل قبول نہیں ہوسکتا۔ اعلاء السنن ج ۱۸ صفحہ ۱۵۷ دیت الانف میں ہے کہ حضور ﷺ کی کتاب عمر بن حزم کے لئے، اسکی صحت پر سب کا اجماع ہے تمام ائمہ نے اسے قبول کیا ہے، اس کی صحت میں شک لاعلمی کی دلیل ہے۔

ائمہ مجتہدین کے اقوال سے عورت کی نصف دیت کا ثبوت

دلیل نمبر ۴: کتاب الام مصنفہ امام شافعیؒ ج ۷ ص ۲۸۳۔

امام ابوحنیفہ حمادؒ سے انہوں نے ابراہیم سے انہوں نے حضرت علیؓ بن ابی طالب سے روایت کیا ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے۔

پوری جان میں بھی اور اس سے کم اعضاء میں بھی۔

دلیل نمبر ۵: ایضاً۔ محمد بن ابان حماد سے وہ ابراہیم سے انہوں نے حضرت عمر بن الخطاب اور حضرت علی بن ابی طالب سے روایت کیا ہے دونوں نے فرمایا ہے "عورت کی دیت مرد سے نصف ہے پوری جان میں بھی کم میں بھی" پھر امام شافعیؒ فرماتے ہیں بیشک عمرؓ و علیؓ اس پر جمع ہو گئے ہیں اب یہ نہ ہونا چاہیے کہ اس کے غیر کو لیا جائے۔ یہ سند صحیح ہے محمد بن ابان جس کے متعلق تہذیب التہذیب میں شیخ ابن حجرؒ نے لکھا ہے کہ فقیہ تھے۔ اور ابن حبان نے ان کا ذکر ثقہ لوگوں میں کیا ہے (ج ۹ ص ۳) اور تقریب ص ۱۴۶ پر بخاری کا راوی بتایا ہے اور حماد ج ۳ ص ۶ پر ہے کہ یہ بخاری و مسلم سنن اربعہ کے راوی ہیں۔ اور ابراہیم کو ابن معین کہتے ہیں کہ مشہور ہیں۔ نسائی کہتے ہیں ثقہ ہیں۔ تہذیب ج ۱، اور تقریب ص ۹ پر مسلم و سنن اربعہ کے راوی ہیں، صفحہ مذکورہ پر۔

پھر فرمایا کہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے قول کے صواب ہونے پر اس سے دلیل لی جا سکتی ہے کہ۔ "اگر عورت کی ایک انگلی خطاء سے کسی نے کاٹ دی تو امام مالک اور اہل مدینہ کے قول پر دس اونٹ دیت ہوتے ہیں دو کاٹ دیں تو بیس تین کاٹ دیں تو تیس اور اگر چار کاٹ دیں تو بیس جب

زخم بڑا ہو گیا تو دیت کم ہو گئی"

اس دلیل کا حاصل یہ ہے کہ اہل مدینہ مالکیہ کے نزدیک (جسکا بیان آئندہ آرہا ہے) مرد کی تہائی دیت تک برابر اور اس کے بعد نصف دیت عورت کی ہے۔ جب تین انگلیوں کی دیت تیس اونٹ ہو گئے اور سو اونٹ کا تہائی تینتیس اور تہائی اونٹ ہوا، تو یہ اس سے کم ہے، تو تیس اونٹ تین انگلی کے مرد و عورت کے ہوئے۔ اب کہ چار انگلیاں کاٹ دیں تو چالیس اونٹ لازم تھے مگر چالیس تہائی سے زائد ہو گیا تو اب عورت کی نصف بنے گی اور مرد کی چار انگلیوں کی دیت چالیس تھی عورت کی بیس ہونی ضروری ہوئی تو خلاف عقل لازم آ گیا کہ جرم بڑا ہوا تو دیت کم ہو گئی اور شرعی قاعدہ "جزاء سیئة سیئة مثلها" سے جرم کے موافق جزا ضروری ہے زائد جرم پر جزا کم قرآنی قاعدہ کے خلاف ہے۔ لیکن حنفیہ کے قول پر کہ دیت عورت کی کل جز سب میں نصف ہوتی ہے ایک انگلی میں پانچ اونٹ، دو میں دس اونٹ، تین میں پندرہ، چار میں بیس قرآنی قاعدے کے موافق ہے اس لئے امام شافعیؒ نے اسکو دلیل صواب بنایا ہے اور صواب کہہ کر حدیثوں کو بھی صحیح قرار دیا ہے امام بیہقیؒ نے اس حدیث کے بعد یہ بھی کہا ہے کہ ابراہیم کی حدیث منقطع ہے یعنی بیچ کا ایک راوی رہ گیا ہے۔ کیونکہ ابراہیم کی کوئی

حدیث کسی صحابی سے نہیں آئی گو کوئی صحابہؓ سے ملاقات ہوئی مگر یہ شعبی کی روایت کی تائید کرتی ہے جو اسی کتاب کی ج ۸ ص ۹۶ کے شروع میں ہے کہ "شعبیؒ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ عورتوں کے زخم مردوں کی دیت کے نصف پر ہیں کم ہوں یا زیادہ"

اس سے حدیث کی قوت معلوم ہوگئی۔ کتاب الحجہ ص ۲۸۳ امام محمد کے حاشیہ میں مفتی مہدی حسن نے لکھا ہے ابراہیم نخعی کی مرسل حدیثیں جن میں ان کے استاد کا نام نہیں محققین کے نزدیک مقبول ہیں۔ ان کے سب استاد ثقہ عادل، صادق، صالح ضبط وحافظ ہیں اور تمام نیک صفتوں میں مشہور ہیں پھر سب کے نام درج کئے ہیں۔

عورت کی نصف دیت پر صحابہ کا اجماع

دلیل نمبر ۶ تا ۱۲: سنن بیہقی ج ۸ ص ۹۶ پر شعبیؒ سے روایت ہے کہ زید بن ثابتؓ نے کہا ہے کہ عورتوں اور مردوں کے زخم ایک تہائی دیت تک برابر ہیں زیادہ ہو جائیں تو پھر نصف پر ہیں۔

ثلث دیت کے بعد کی پوری جان کی یا کم کی دیت نصف ہے۔ امام احمدؒ امام مالکؒ کے یہاں بھی یہی ہیں مگر امام شافعیؒ و امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک

شروع سے ہی نصف نصف ہے نمبر ۵ میں دلیلیں گذر گئی ہیں۔ کتاب الحجہ امام محمدؒ (ج ۴ ص ۲۷۹) میں حافظ ابن حجر شارح بخاری نے کتاب تلخیص الحبیر میں کہا ہے کہ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور عبادلہ ثلثہ یعنی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ سے بدرجہ شہرت آیا ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کے نصف پر ہے اور کسی کی طرف سے مخالفت نہیں کی گئی اس لئے سب صحابہؓ کا اجماع ہو گیا۔ اجماع کے اور اقوال بعد میں آئیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ موقوف حدیثیں یعنی حضرات صحابہؓ کے اقوال اس لئے پیش کئے جا رہے ہیں کہ اصول حدیث یہ ہیکہ مقدارات بلکہ غیر قیاسی بات میں موقوف حدیث مرفوع کے حکم میں ہوتی ہے جو حضور اکرمؐ کے سکوت سے ہی سمجھی جاتی ہے اور مشہور سند وہ ہے جو صحابہؓ کے زمانہ کے بعد سے متواتر ہو۔ اس لئے یہ چھ حدیثیں صحیح ہی ہوئیں اور اجماع بھی متواتر ہی ہو گیا۔

احادیث سے عورت کی نصف دیت کا ثبوت

دلیل نمبر ۱۳: کتاب الحجہ ج ۴ ص ۲۷۹ پر ہے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور شریح قاضی کہتے ہیں کہ دانتوں اور سر کے زخم میں برابر اسکے

علاوہ میں نصف ہے۔ بعض نے چند چیزوں کی دیت کو نا قابل تنصیف قرار دے کر برابر رکھا باقی سب میں عورت کی دیت مرد سے نصف رکھی لیکن امام شافعیؒ کی دلیل مذکورہ نمبر ۵ سے ترجیح سب کے نصف ہونے کو ہے۔

دلیل نمبر ۱۴: عروۃ البارقی جو حکم کہ شریح کے پاس حضرت عمر بن الخطاب سے لیکر آئے تھے یہ تھا کہ انگلیاں برابر ہیں چھوٹی انگلی اور انگوٹھا بھی اور مردوں اور عورتوں کے زخم دانت اور سر کے زخم میں برابر ہیں اور ان کے علاوہ نصف پر ہیں۔ اسکو بیہقی نے بھی درست کہا ہے۔

دلیل نمبر ۱۵: کتاب الحجہ ج ۴ ص ۲۷۹ شعبیؒ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ فرمایا کرتے تھے کہ عورتوں کے زخم مرد کی دیت کے نصف پر ہیں کم ہوں یا زیادہ۔

دلیل نمبر ۱۷: کتاب الحجہ ج ۴ ص ۲۸۰۔ امام محمد بن الحسنؒ کہتے ہیں کہ جو کچھ اہل مدینہ کہتے ہیں وہ زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ فرماتے تھے کہ تہائی دیت تک تو مرد و عورت دیت میں برابر ہیں پھر باقی میں نصف ہے۔

دلیل نمبر ۱۸: کتاب الحجہ ج ۴ ص ۲۸۱ عمر بن شعیب اپنے والد سے وہ ان کے دادا سے روایت کرتے تھے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا عورت کی دیت مرد کی کے مثل ہے جب تک ثلث دیت کو نہ پہنچے (باقی میں نصف)۔

دلیل نمبر ۱۹: کتاب الحجہ ج ۴ ص ۲۸۱ ہشیم شیبانی ذکریا وابن ابی لیلیٰ کے واسطے سے شعبیؒ سے روایت کرتے ہیں کہ "حضرت علیؓ نے فرمایا کہ عورتوں کے زخم مردوں کی دیت کے نصف پر ہیں کم ہوں یا زیادہ" یہ شعبی کے تین شاگردوں کی روایت ہے اگر کسی ایک کی اس کے خلاف ہوگی تو معتبر نہ ہوگی۔

دلیل نمبر ۲۰: حاشیہ کتاب الحجہ ج ۴ ص ۲۸۱ عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ "سوائے دانت اور سر کے زخم کے کہ وہ تو برابر ہیں جو زائد ہوں وہ مرد سے نصف پر ہیں"۔

دلیل نمبر ۲۱: کتاب الحجہ ج ۴ ص ۲۸۲ مصنف ابن ابی شیبہ میں ان کی سند سے شریح سے روایت کرتے ہیں کہ میرے پاس عروۃ البارقی آئے جو حضرت عمر بن الخطابؓ کے پاس سے آئے تھے حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ عورتوں اور مردوں کے زخم دانت اور سر کے زخم میں برابر اور اس کے اوپر عورت مرد کی دیت سے نصف پر ہے۔

دلیل نمبر ۲۲: کتاب الحجہ ج ۴ ص ۲۸۲ نسائی میں عمر بن

شعیب عن ابیہ عن جدہ مرفوع (حضور اکرم ﷺ کا ارشاد) ہے کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کی طرح ہے جب تک ثلث (تہائی) دیت تک پہنچے۔

دلیل نمبر ۲۳: کنز العمال ج ۷ ص ۲۹۴ عورت کی دیت نصف پر ہے مرد کی دیت سے (مسلم و بخاری بحوالہ مقدمہ) کیا اس میں بھی کوئی شبہ ہوگا؟

دلیل نمبر ۲۴: کتاب الحجہ ج ۴ ص ۲۸۲ عقود الجواہر ج ۴ ص ۱۴۴۔ حضرت علیؓ سے روایت ہے عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف پر ہے۔

دلیل نمبر ۲۵: ص ۲۸۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ دانت اور سر کے زخم کے سوا ہر شئے میں عورت کی دیت نصف پر ہے۔

دلیل نمبر ۲۶: مصنف بن ابی شیبہ مخطوطہ ج ۱۰ ص ۷۰۰، حضرت شریح سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میرے پاس عروہ بارقی حضرت عمرؓ کے پاس سے آئے بتایا کہ عورتوں اور مردوں کے زخم دانت اور سر کے زخم میں برابر ہیں اور اس سے اوپر تو عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف پر ہے۔

دلیل نمبر ۲۷: ہشام بن ہبیرہ نے شریح کو لکھ کر سوال پوچھا تو

جواب لکھا کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے ہلکی ہو یا بھاری۔
اور ابن مسعودؓ خطاء میں عورت کی دیت کو مرد کی دیت کا نصف فرمایا کرتے
تھے۔ سوائے دانت اور سر کے زخم کے کہ اس میں برابر ہیں۔

دلیل نمبر ۲۸: مصنف ابن ابی شیبہ، زید بن ثابتؓ
فرمایا کرتے تھے کہ خطاء میں عورت کی دیت مرد کی دیت کے مثل ہے یہاں
تک کہ تہائی دیت کو پہنچ جائے۔ پھر زیادہ ہو تو نصف پر ہے۔

دلیل نمبر ۲۹: مصنف ابن ابی شیبہ۔ ابو قلابہ حضرت زید بن
ثابتؓ سے روایت کرتے ہیں کہ تہائی دیت تک دونوں برابر ہیں (یعنی باقی
نصف)۔

دلیل نمبر ۳۰: مصنف ابن ابی شیبہ ابن عوف حضرت حسنؓ سے
روایت کرتے ہیں عورت کی مرد کے برابر دیت تہائی تک جب زیادہ
ہو جائیں تو نصف ہے۔

دلیل نمبر ۳۱: حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کہتے ہیں کہ سر کے زخم
اور ہڈی کھولنے والے زخم اور دانت میں عورت مرد کے برابر ہے یعنی باقی
میں عورت کی دیت نصف ہے برابر نہیں۔

دلیل نمبر ۳۲: مصنف ابن ابی شیبہ۔ حضرت عروہ بن زبیرؓ

سے روایت ہے کہ ہڈی کھولنے والا زخم اور سر کا زخم اور دانت میں عورت مرد کی طرح دیت میں ہے (یعنی باقی نصف)

دلیل نمبر۳۳: مصنف ابن ابی شیبہ۔ ربیعہ بن عبدالرحمٰنؒ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن المسیبؒ سے پوچھا کہ عورت کی اس چھوٹی انگلی میں دیت کیا ہے فرمایا دس اونٹ عرض کیا اور ان دونوں میں چھوٹی اور برابر والی فرمایا بیس اونٹ، عرض کیا اور ان میں یعنی تین میں فرمایا کہ تیس اونٹ اور عرض کیا ان میں اور اشارہ چار کی طرف کیا فرمایا بیس عرض کیا جب زخم زیادہ درد کا ہوگا مصیبت بڑی ہوگئی تو اسکی دیت کم ہوگئی؟ فرمایا کہ تم عراقی ہو عرض کیا جاننے والا مگر علم پر جمنے والا یا جاہل سیکھنے والا۔ فرمایا اے برادرزادے سنت یہی ہے اور حدیث نمبر۵ میں اس کی تفصیل دیکھ لیجئے۔

دلیل نمبر۳۴: شریح نے ہشام بن ہبیرہ کو لکھا کہ عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف کرے سوائے دانت اور سر کے زخم کے۔

دلیل نمبر۳۵: حضرت سعید بن المسیبؒ اور عمر بن عبدالعزیزؒ سے روایت ہے دونوں نے فرمایا کہ مردوں عورتوں کے زخم دانت میں ثلث دیت تک تو برابر ہیں پھر مختلف ہیں (یعنی نصف وکل)۔

دلیل نمبر۳۶: مصنف ابن ابی شیبہ۔ ابراہیم عبداللہ سے

روایت کرتے ہیں کہ مردوں عورتوں کے زخم دانت میں اور سر کے زخم میں برابر ہیں (باقی میں نصف)۔

دلیل نمبر ۳۷: مصنف ابن ابی شیبہ۔ سعید بن المسیب ؒ سے روایت ہے کہ عورت دیت میں مرد کے برابر ہوتی ہے ایک تہائی دیت تک ،عورت کی ایک انگلی مرد کی انگلی کی طرح دانت اس کے دانت کی طرح ،سر کا زخم اسکے سر کے زخم کی طرح اور ہڈی کھولنے والا زخم اس کی ہڈی کھولنے والے زخم کی طرح (باقی نصف)

دلیل نمبر ۳۸: مصنف ابن ابی شیبہ۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز ؒ فرماتے ہیں سر کے زخم ہڈی کھولنے والے زخم اور دانت کی دیت میں عورت مرد کے مثل ہے (باقی میں نہیں)

دلیل نمبر ۳۹: مصنف ابن ابی شیبہ۔ حضرت عروۃ بن زبیر ؒ نے کہا ہے کہ ہڈی کھولنے والے زخم سر کے زخم اور دانت میں عورت دیت میں مرد کیطرح ہے (باقی میں نہیں)

دلیل نمبر ۴۰: مصنف عبدالرزاق ج ۹ ص ۳۹۷۔ حضرت علی ؓ نے فرمایا۔

''عورت کے زخم مرد کے زخموں سے نصف پر ہیں'' (۱)

(۱) یہاں تک عورت کی نصف دیت کے ثبوت میں چالیس احادیث پیش کی گئی ہیں۔

غور کیجئے

ان تمام احادیث پر غور کیا جائے اور بعد میں اجماع کے دس حوالے اور قیاس شرعی و عقلی دلیل بطور تتمہ غیر مسلموں کی دیت اور شیعوں کی حدیث کی کتابوں سے بھی حوالے پیش ہیں۔ جن حضرات نے خود یا دوسروں سے سن کر یہ کہہ دیا کہ کسی حدیث میں یہ نہیں ہے وہ ذرا آنکھیں کھولیں اور جن لوگوں نے وعدہ کیا تھا کہ ایک بھی حدیث صحیح پیش کر دی تو میں اپنے موقف سے رجوع کرلوں گا وہ بھی غور کرلیں بعض کا حوالہ بخاری و مسلم سے بھی ہے حدیث نمبر ۱۳ ملاحظہ فرمائیں اور بعض سندوں کا معتبر ہونا بھی ثابت کر دیا گیا اور شیعہ کتابوں کی حدیثیں بھی اسلئے درج کر دیں کہ انکو بھی اس سے انکار نہیں ہوسکا۔ اب یہ بات خود آپ سب لوگوں کے غور کرنے کی ہے کہ بعض لوگ آخر عورت کی دیت مرد کے برابر کرنے پر اس قدر زور کیوں لگا رہے ہیں اس کے اندر راز کیا ہے؟

کسی حدیث میں عورت کی جان کی دیت مرد کے برابر نہیں فرمائی گئی نہ امت میں سے کسی نے آج تک یہ کہا ہے۔ اسلاف میں صرف اور صرف ابن علیہؒ اور اصم دو کا نام لے کر انکو شاذ اور اجماع حدیث کے خلاف ہونا بیان کیا ہے۔ جو اجماع کے بیان میں حنبلی حضرات کی کتابوں سے نقل کیا

گیا ہے وہ مشہور معتبر اہل مذہب ہیں اور بعض حدیثوں کے شروع میں آتا ہے مرد عورت دیت میں برابر ہیں ایک ثلث تک پھر عورت کی دیت نصف ہے وہ جو دیت کو برابر کہتے ہیں کے لفظ کو نقل نہیں کرتے لوگ تو ذی علم سمجھ کر دیانت دار جان کر اسکو دیانت سمجھتے ہونگے۔ جیسے کسی بے نمازی نے کہا تھا کہ قرآن میں نماز کے قریب جانے کو منع کیا ہے۔ لا تقربوا الصلوٰۃ اور آگے کے لفظ غائب وانتم سکاری ۔ (تم نماز کے پاس مت جاؤ اس حالت میں کہ تم نشہ میں ہو) یہی حال ان لوگوں کا ہے۔

عورت کی نصف دیت ہونے پر اجماع امت کے دلائل

دلیل نمبر ۱: کتاب الام مصنفہ حضرت امام شافعیؒ (ج ٦ ص ۹۲) نے فرمایا "میں نہیں جان سکا کہ اہل علم قدیم نہ جدید میں کہ کوئی اسکا مخالف ہو کہ دیت عورت کی مرد کی دیت سے نصف ہوتی ہے اور یہ پچاس اونٹ ہیں" اس سے معلوم ہوا کہ جن دو کا نام لیا جا رہا ہے وہ قابل اعتبار نہیں۔

دلیل نمبر ۲: بدایۃ المجتہد ابن رشد مالکی ج ۲ ص ۴۰۹۔ عورت کی پوری جان کی دیت کے بارے میں سب اس پر متفق ہیں کہ وہ مرد کی

دیت سے نصف ہے

دلیل نمبر۳: رحمۃ الامہ فی اختلاف الائمہ (ہامش المیز ان ج ۲ ص ۱۲۶) پر ہے کہ سب نے اس پر اجماع کیا ہے کہ عورت آزاد مسلمان کی پوری جان کی دیت آزاد مسلمان مرد کی دیت کا نصف ہے۔

دلیل نمبر۴: امام شعرانیؒ ج ۲ ص ۱۳۱ پر لکھتے ہیں کہ سب نے اس پر اجماع کیا ہے کہ آزاد مسلمان عورت کی دیت پوری جان کے بارے میں مرد آزاد مسلمان کی دیت سے نصف پر ہے۔

دلیل نمبر۵: امام نوویؒ شرح مسلم (ج ۲ ص ۶۳) میں لڑائی میں بچہ کے اسقاط پر کہتے ہیں کہ جب بچہ ماں سے زندہ جدا ہو جائے پھر مر جائے تو بڑے آدمی کی پوری دیت واجب ہو گی۔ اگر لڑکا ہے تو سو اونٹ اور لڑکی ہے تو پچاس یہ مجمع علیہ ہے یعنی سب کا اس پر اجماع ہے۔

دلیل نمبر۶: احادیث نمبر ۷ تا ۱۲ میں صحابہؓ کی حدیثیں اور ان کا اجماع گزر چکا ہے یہاں بھی سب کے لفظ میں وہ شریک ہیں۔

دلیل نمبر۷: ابن قدامہ حنبلی الشرح الکبیر (مع المغنی ج ۲ ص ۱۲) پر ہے عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے جبکہ عورت حرہ مسلمہ ہو تو اسکی دیت حر مسلم کی دیت کا نصف ہے۔ اسی پر سب اہل علم کا اجماع ہے

۔اسکو ابن منذر اور ابن عبدالبر نے بیان کیا ہے اور کسی اور نے ابن علیہ اور اصم سے نقل کیا ہے کہ وہ دونوں کہتے ہیں کہ مرد کی دیت کے برابر ہے۔ مگر یہ قول شاذ ہے صحابہؓ کے اجماع کے اور حضور اکرم ﷺ کی حدیث کے بھی خلاف ہے اس لئے نا قابل اعتبار قرار پایا اور اجماع میں رکاوٹ یا مخالف نہ ہوسکا۔

دلیل نمبر۸: بدائع الصنائع ج ۷ ص ۲۵۴ پر ہے مقتول اگر عورت ہو تو دیت عورت کی مرد کی دیت سے نصف ہے کیونکہ اسی پر صحابہؓ کا اجماع ہے یہ روایت کیا گیا ہے حضرت عمرؓ سے، حضرت علیؓ سے، ابن مسعودؓ سے، زید بن ثابتؓ سے، سب نے عورت کی دیت کے بارے میں یہ کہا ہے کہ وہ مرد کی دیت سے نصف ہے اور یہ کہیں نقل نہیں کیا گیا کہ کسی نے اسپر انکار کیا ہو تو یہ صحابہؓ کا اجماع ہوا۔

دلیل نمبر۹: مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جدید (ج ۷ ص ۸۰) پر ہے کہ سب نے اس پر اجماع کیا ہے کہ آزاد مسلمان عورت کی دیت پوری جان کے بارے میں آزاد مسلمان مرد کی دیت سے نصف ہے۔

دلیل نمبر۱۰: تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۳۲۵۔ تمام علماء نے اس پر اجماع کیا ہے کہ عورت کی دیت مرد سے نصف ہے۔

عورت کی نصف دیت ہونے پر قیاس شرعی

قرآن و حدیث بلکہ احادیث کثیرہ متواترہ اور اجماع صحابہؓ اور اجماع کل امت کے بعد کسی شرعی حکم کیلئے قیاس کی دلیل کی ضرورت بالکل نہیں مگر معلوم ہو تو بصیرۃ کا فائدہ دیتا ہے اس لئے کہ قیاس عقلی ڈھکوسلوں کا نام نہیں ہے عقل سے بے بہرہ فرقہ اس دھوکہ میں گرفتار ہے اور دوسروں گرفتار کرتا ہے۔

یاد رکھئے! دین صرف وہی ہے جو اللہ تعالیٰ نے بھیجا اور رسول ﷺ لائے اس لئے قرآن وحدیث کے سوا کوئی بات اسلام یا دین نہیں ہو سکتی بلکہ صرف قرآن کہ وہ لفظ و معنی دونوں اعتبار سے وحی ہے۔ لیکن بلا تشریحات معتبرہ کے نہیں کہ جس کا جو چاہے مفہوم گھڑ لے بلکہ معتبر تشریحات کے ساتھ جیسے آیت نمبر ۱۹ میں معلوم ہو چکا ہے چنانچہ احادیث مبارکہ اسکی تشریحات ہیں جیسے امام شافعیؒ سے امام شعرانیؒ نے کتاب المیزان کے مقدمہ میں نقل کیا کہ کوئی حدیث ایسی نہیں جس کا ماخذ قرآن مجید میں میری نظر میں نہ ہو۔

نظر نظر کا فرق ہے ورنہ احادیث قرآن شریف کی تشریحات ہی ہیں جو حسب وعدہ حضور اکرم ﷺ پر القاء کی گئیں اور آیات میں

"فاعتبروا یا اولی الابصار" تو عبرت حاصل کرو! اے بینائی والو' بھی آیا ہے جس سے قیاس بھی واجب ہوتا ہے۔ اگر کسی بات کا حکم کسی آیت یا حدیث مبارکہ میں صاف نہ آیا ہو تو پھر بحکم آیت اس کی علت جہاں جہاں پائی جائیگی وہاں بھی اس آیت کا حکم پہنچے گا اور عبرت یہ ہے کہ دوسرا آدمی جس وبال میں مبتلا ہوا ہے اس کی علت دیکھو کیا ہے وہ اس کا گناہ ہے۔ تو جہاں یہ علتِ گناہ پائی جائے گی وہاں یہ وبال پہنچ سکتا ہے یہ حکم جگہ جگہ آیا ہے۔

یہ عبرت قرآن وحدیث میں اس طرح ہوگی کہ حکم کی علت معلوم کرو جو حکم کا مدار ہو جہاں جہاں وہ پائی جائے گی وہاں پر یہ حکم ہوگا یعنی وہ شئی بھی اس حکم کے دائرے میں داخل ہوگی اور اس کا بھی یہی حکم ہوگا جیسے ماں باپ کو برا بھلا کہنا حرام ہے تو علت اس کی اذیت ہے جوتے مارنے میں بھی یہ علت اذیت خوب پائی جاتی ہے وہ بھی اسی آیت کے مفہوم کے عموم میں داخل ہو کر حرام ہوگا اسے دلالت النص یا قیاس بھی کہتے ہیں اب اگر وہ علت خود قرآن مجید میں فرمادی گئی ہو یا ایسی ہو کہ ہر شخص جانتا ہے تو اسکے پائے جانے پر اسی حکم کا لگانا یقینی حکم اور فرض ہوگا اور اگر علت باریک ہے جسے ہر شخص نہیں بلکہ علم دین کا ماہر ہی سمجھ سکتا ہے تو اس تک حکم کے مفہوم کا دائرہ

پہنچنا یقینی تو نہیں ہوگا اس لئے کوئی بات فرض ثابت نہیں ہوگی صرف واجب ثابت ہو سکتی ہے یا سنت وغیرہ (۱)۔

اب سنئے قرآن شریف میں جہاں عورت کا مرد سے آدھا حصہ آیا ہے وہاں علت سوائے اس کے عورت ہونیکے اور کیا ہو سکتی ہے۔ اور ہر شخص اس کو محسوس کرتا ہے جو یہاں بھی عورت ہونا اسی حکم کی دلیل ہوگی کہ عورت کی دیت مرد سے نصف ہوگی جیسے گواہی نصف ہے میراث نصف۔

نصف دیت پر عقلی دلیل

احکام القرآن ابن عربی مالکی ج ا ص ۸۷۴ پر ہے کہ "دیتوں کی بنیاد شریعت میں عزت میں ایک دوسرے سے زائد ہونے اور مرتبہ میں تفاوت پر ہے کیونکہ دیت ایک مالی حق ہے جو صفات کے تفاوت سے تفاوت پالیتا ہے بخلاف قتل کے کہ جبکہ وہ گناہ سے روکنے کیلئے مشروع ہوا ہے تو اس میں یہ تفاوت معتبر نہیں ہوتا۔ اسکے ثابت ہونیکے بعد غور کیا تو عورت کو مرد سے ناقص پایا اس لئے دیت ناقص لازم ہوئی۔

ہدایہ میں ہے "یہ فرق اس لئے ہے کہ عورت کا حال مرد کے حال سے مختلف ہے ناقص ہے۔ اور منفعت اسکی مرد سے کم ہے جب تک کسی کے

(۱) اسی لئے قاعدہ ہے کہ "القیاس مظہر لا مثبت" قیاس حکم کو ظاہر کرنے والا ہے ثابت کرنے والا نہیں حکم تو اس آیت یا حدیث سے ثابت ہو رہا ہے جس میں وہ علت ذکر کی جا رہی ہے۔

نکاح میں ہے دوسرے سے نکاح نہیں کرسکتی اور مرد کرسکتا ہے'' اس لئے کم دیت ہے فطری طور سے مرد عورت میں انکے تمام ظاہری باطنی مستور قوی میں بے حد تفاوت ہے۔ اس کی تفصیل ڈاکٹری کی اور طب کی کتابوں میں مل سکتی ہے ایک بالکل ظاہری بات یہ ہے کہ ایک ہی ماں باپ کے لڑکا اور لڑکی کو دیکھ لیجئے جو تندرستی میں برابر کے قریب ہوں اسکی قوت و طاقت طول عرض چستی چالاکی سب اس کی بہن سے بڑھی ہوئی ہوتی ہے ایسے ہی غذا اور کام میں تفاوت ہے۔ اور بہت سے تفاوت ہیں جو غور کرنے سے معلوم ہو جائیں گے بعض جانوروں میں نر اور مادہ سر کے بڑے چھوٹے ہونے سے معلوم ہوتے ہیں بیل بھینسہ جس قدر سخت سخت کام دے سکتے ہیں ان کی مادہ نہیں دے سکتیں۔ جسمی، روحی، اخلاقی، ذہنی، عقلی، قوی میں تجربہ کیا جاسکتا ہے کچھ خصوصیات نسوانی کچھ مردانی خلقی ودیعت کی ہوئی ہیں ان کے ہوتے ہوئے مساوات بے عقلی کی بات ہے وہ خصوصیات دور ہوسکیں تو شاید کچھ مساوات کے قریب ہوسکیں اور ہر آیت نمبر ۱، ۲ فرق معلوم کرلیں اور آیت نمبر ۲۰ میں اپنے طرز عمل کو پرکھ لیں۔

تتمہ

احادیث شیعہ:۔

نمبرا: فروع کافی ج ۷ ص ۲۹۹۔ ابوعبداللہ سے میں نے سنا ہے فرماتے تھے اس شخص کے بارے میں اس نے کسی عورت کو قتل کر دیا تھا عمداً تو فرمایا اگر عورت کے اعزہ چاہیں اسے قتل کر دیں اور نصف دیت قاتل کے اہل کیلئے دیدیں۔ اور اگر چاہیں تو نصف لے لیں پانچ ہزار درہم۔

نمبر۲: اور ص ۲۹۸ پر ہے جب کوئی مرد عورت کو قتل کر دے تو اگر قصاص چاہتے ہوں تو مرد کی زائد دیت ادا کر کے مرد کو عورت کے بدلے قتل کر دیں ور اگر یہ نہ کریں تو قاتل سے دیت قبول کر لیں عورت کی پوری دیت اور عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے۔

نمبر۳: الاستبصار للطوسی ج ۴ ص ۲۲۵۔ ابوعبداللہ نے فرمایا اس شخص کے بارہ میں جو عورت کو قتل کر دے عمداً تو جب عورت کے اعزہ یہ چاہیں کہ اس کو قتل کر دیں ان کو اس کا اختیار ہے جب عورت کے اعزہ نصف دیت مرد کے اعزہ کو دیدیں اور اگر دیت قبول کریں تو ان کیلئے نصف دیت ہے۔

نمبر۴: ایضاً ابوعبداللہ اس شخص کے بارے میں فرماتے ہیں جو

اپنی بیوی کو عمداً قتل کردے فرمایا اگر عورت کے اعزہ چاہیں کہ مرد کو قتل کردیں تو اس کے اعزہ کو نصف دیت ادا کردیں اور چاہیں تو نصف دیت لے لیں پانچ ہزار درہم۔

نمبر۵: ایضاً۔ ابوعبداللہ سے روایت ہے کہ جب مرد عورت کو قتل کردے تو قصاص چاہیں تو مرد کی باقی دیت اس کے اعزہ کو ادا کریں اور قصاص لے لیں اور اگر ایسا نہ کریں دیت قبول کرلیں تو پوری دیت ہے اور عورت کی دیت مرد کی دیت سے نصف ہے۔

نمبر۶: ایضاً ص۲۶۲ ابوعبداللہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے قصداً کسی عورت کو قتل کردیا ہو تو فرمایا اس کے اعزہ چاہیں اس کو قتل کردیں اور اس کے عزیزوں کو نصف دیت ادا کردیں۔

غیر مسلم عورتوں کی دیت

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کے مذہب کی معتبر کتاب المغنی ج۹ ص۵۳۲ پر ہے اور دیت ہر مذہب کی عورتوں کی ان کے مردوں سے نصف ہے۔

وما علینا الا البلاغ

جمیل احمد تھانوی

مقالہ 7
عورت کا فرض

عورت کا فرض

از حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی (مفتی جامعہ اشرفیہ۔ لاہور)

ہر مسلمان مرد و عورت کا فرض

کائنات عالم میں ہر مخلوق کے کچھ فرائض ہیں اور ان فرائض کی ہر ممکن بجا آوری اور اس کے تمام اسباب و ذرائع کے حصول کی کوشش اس کا واجبی بلکہ اولین اور آخری منصب ہے۔ منصب سے غافل یا فرائض سے ناواقف انسان جانور سے اور جانور جمادات سے بدتر گنا(۱) جاتا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ مسلمان عورت کا اصلی فرض کیا ہے؟ اور اس کی وجہ سے اس کا منصب اور کار منصب کیا ہے؟ اس کے بعد تمام بہنوں سے بہت ادب کے ساتھ عرض کرنا ہے کہ وہ اپنے منصب اور فرض کو پہچانیں اور کار منصبی کو اختیار کریں۔ ورنہ دوسرے مشغلوں میں لگ کر اگر وہ فرض اور منصب سے غافل رہیں تو وہ اپنی زندگی کو ضائع کر رہی ہیں۔ بلکہ قوم و مسلمان کو تباہی کے گڑھے میں دھکیل رہی ہیں۔ ہر مسلمان کا سب سے اولین فرض جو مرد اور عورت سب کا مشترکہ فرض ہے ایمان، اعمال صالحہ، اخلاق اسلام معاملات

(۱) شمار کیا جاتا ہے۔

کے جائز پر عمل ناجائز سے احتراز اور ہر ہر گناہ سے پرہیز اور پھر ان سب باتوں کا علم حاصل کرنا ہے۔ جس کے بغیر یہ کام ناممکن ہے مختصر مگر اکثر ضروریات کے لئے کافی اس فرض کے ہر شعبہ کے علم کا نصاب حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی صاحب تھانویؒ کی کتاب "بہشتی زیور" ہے۔ کم سے کم اس کتاب کے سب حصوں کا علم ہر عورت کے لئے ضروری ہے۔ مگر کتنی ہیں جو اس کو پڑھ چکی یا مطالعہ کر چکی ہیں اور کتنی وہ ہیں جنہوں نے اس کو راہ عمل تجویز کر لیا ہے۔

ماں ہونے حیثیت سے عورت کا فرض

اس کے بعد خاص عورت کے دو فرض اور ہیں۔ بیوی ہونا اور ماں بننا۔ ہر عورت کو اگر زندگی اور توفیق الٰہی شامل حال ہے تو ان دونوں فرضوں کا اہل بننا ہے اس وقت ان کی وجہ سے چند فرائض اور بھی عائد ہوتے ہیں میں اس وقت ان میں سے دوسرے فرض ماں بننے کے متعلق ذرا تفصیل سے بیان کرتا ہوں۔ اور اس لئے کہ ملک اور قوم کی تمام تر ترقی و تباہی کا مدار اسی وجہ پر ہے اگر ماں صحیح ماں ہے اصلی خیر خواہ اور حقیقی نظر رکھنے والی ماں ہے تو اولاد پر اس کا وہ اثر ہوگا کہ دنیا اس کی مثال نہ دکھا سکے گی اور ماں میں ذرا

بھی قصور اور کوتاہی باقی رہ جائے گی تو وہ اولاد میں کئی گنا ہو کر ظاہر ہوگی۔ اور یہی اولاد ملک وقوم ہے تو قوم کی قوم تباہ ہو جائے گی۔

ماں ایک ماں ہی نہیں ہے وہ بہت سے محسنوں، بڑے منعموں اور بڑی باکمال ہستیوں کا مجموعہ(۱) ہے۔ اس لئے ہر لڑکی کو جس کو ایک وقت ماں بننا ہے ان تمام کمالات میں بے مثال اور انتہائی درجہ ہونے کی ضرورت ہے اسی کے کامل ہونے سے اولاد کامل اور ناقص ہونے سے اولاد ناقص بلکہ اس کے باکمال ہونے سے ملک وقوم باکمال اور ناقص ہونے سے ملک وقوم ناقص اور بر سر زوال(۲) ہو جاتی ہے۔ سب سے بڑی دولت جو انسان کو حاصل ہو سکتی ہے وہ ایمان ہے جس پر جان عزت مال بلکہ ساری دنیا تک تج(۳) دینا ہر آدمی کا فرض ہے۔ لیکن یہ دولت اگر مال سے حاصل ہو سکتی تو دنیا کے غیر مسلم مالداروں کو بھی ہوتی۔ اگر طاقت وقوت سے حاصل ہو سکتی تو بڑی طاقت وقوت والے کافروں کو بھی مل جاتی۔ اگر عزت وجاہ سے حاصل ہو سکتی تو فرعون صفت بادشاہ کو بھی مل سکتی۔ گھر بیٹھے یہ دولت حاصل ہوتی ہے۔ تو صرف ماں سے اول درجہ میں اور باپ سے دوسرے درجے میں۔ ماں کے ہی کرم ولطف کا صدقہ ہے کہ ہم مسلمان اہل جنت اور خدائے

---

(۱) اس لئے کہ وہ خود جتنی باکمال ہوگی اس کی اولاد اتنی ہی باکمال ہوگی تو گویا وہ سب کی خوبیوں کا مجموعہ ہوئی

(۲) زوال کا شکار (۳) قربان کر دینا۔

قدوس کے، خاص بندوں میں داخل ہو گئے ہیں ہر ماں اس نعمت کا ذریعہ ہے

عورت کمال ایمان کا ذریعہ ہے

لیکن بالکل کھلی بات ہے کہ ذریعہ جس قدر قوی ہوگا اسی قدر نعمت قوی ہوگی اور جس قدر کمزور ہوگا اسی قدر یہ نعمت کمزور ہوگی اس لئے ہر ماں اور ہر ہونے والی ماں کو یہ سوچنا ضروری ہے کہ وہ اس بے مثال اور لازوال نعمت کا ذریعہ ہے اس نعمت کو قوی اور کمزور کرنے میں اسی کو دخل ہے۔ اگر خود اس کا ایمان انتہا درجہ کا قوی ہے تو اس کی اولاد اور پھر اولاد در اولاد بلکہ رفتہ رفتہ تمام قوم کا ایمان قوی ترین ایمان ہے اور اگر اس کے ایمان میں ذرا سی بھی کمزوری یا لچک ہے تو یہ اولاد اور پھر قوم کے ایمان کی کمزوری کا سبب ہے۔ اور عجب نہیں کہ کسی وقت کسی کے ایمان سے الگ ہونے کا احتمال بھی پیدا ہو جائے تو بتایئے تو سہی کہ اس کی ذمہ داری کس کس پر ہوگی؟ نیک اعمال، عبادات، معاملات کا حلال و حرام اور اخلاق اسلام اس میں شک نہیں کہ تعلیم سے ہی حاصل ہو سکتے ہیں اور ہوتے بھی ہیں لیکن دنیا جانتی ہے کہ علم حاصل کر لینا اور بات ہے اور اس پر عمل پیدا ہو جانا اور بات ہے مشکل کام عمل ہے اور تمام عالم کے تمام علوم کی عملی صورتیں محض علم سے عمدہ اور آسان

نہیں ہو جاتی ہیں لکڑی کا کام، لوہے کا کام، معماری کا کام بلکہ دنیا کا ہر کام سننے اور قواعد معلوم کرنے سے آسانی سے نہیں آسکتا۔ نہ عمدہ ہوسکتا ہے جب تک کسی معلم سے اول اس کا علم حاصل کیا جائے پھر کسی اُستاد کی مدد سے اس پر عمل کی مشق کی جائے۔ اور مشق کی زیادتی سے عمل کی رفتار تیز کی جائے تو پھر سہولت سے علم وعمل آجاتا ہے اور عمدہ ہوتا ہے جلد اور نفیس بن آتا ہے۔

ماں ان تمام اعمال وعبادات اخلاق ومعاملات تہذیب وشائستگی کی معلم اول ہے اور ان کے اعمال کی اولین استاد ہے لیکن کوئی بھی اس سے واقف نہ ہوگا۔ کہ کیا کسی چیز کا معلم اور اس کے عمل کا استاد وہ ہوسکتا ہے جو اس علم وعمل میں کافی دستگاہ (۱) نہ رکھتا ہو اور اگر معلم واستاد ایسا ہوگا تو آپ خود خیال فرمالیجئے کہ وہ کیسی تباہی کا سبب ہوگا۔ لہٰذا ماؤں اور ہوسکنے والی ماؤں کو یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ ایسا معلم اور ایسا استاد بننے کی ضرورت ہے کہ ایسا معلم اور ایسا استاد بننے کے لئے ان کو عبادات ومعاملات اخلاق وتہذیب میں کس قدر ماہر ہونے کی ضرورت ہے اور اگر اس مہارت میں ذرہ برابر بھی نقص رہ گیا تو معلم واستاد کا نقص کتنا تباہ کُن ثابت ہوگا۔ اس لئے ہر لڑکی کو خود اور اس کے سرپرستوں کو ان تمام امور میں مہارت پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ ورنہ قومی تباہی کے اسباب کو دعوت دینا ہے۔

---

(۱) مہارت۔

عورت بہترین اتالیق ہے

بچوں کی تعلیم وتربیت سے سبھی واقف ہیں اور بعض بعض کو بہت تجربہ حاصل ہے مگر اتنا تو سب جانتے ہیں کہ جب تک بچہ کا مستقل ۲۴ گھنٹہ کا کوئی نگران اتالیق (۱) نہ ہو بچہ کی تربیت اچھی نہیں ہوسکتی۔ اسی لئے بعض ہوشمند لوگوں کا معمول ہے کہ وہ بچوں کے لئے مستقل اتالیق رکھتے ہیں۔ لیکن نہ ہر شخص کا یہ نظریہ نہ حوصلہ نہ گنجائش۔ اس فرض کو بھی ماں ہی بخوبی انجام دے سکتی اور دیتی ہے وہ ایک عمدہ اور ہر وقت ساتھ رہنے والی اتالیق ہے لیکن اتالیق ہونے کے لئے ان تمام برائیوں سے جن جن سے بچوں کو بچانا ضروری ہے خود کا بچانا اور بھلائیوں سے جو بچوں میں پیدا کرنی منظور ہیں خود اچھی طرف موصوف ہونا ضروری ہے اگر اتالیق ایسا نہ ہوگا تو وہ بجائے اتالیق ہونے کے بچہ کو خراب کرنے والا ہوگا۔ پھر اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ نگرانی میں بچوں کو مانوس بھی رکھ سکے اور اس کو بُری عادات کے چھڑانے اور اچھی عادات پیدا کرنے کا سلیقہ بھی ہو اتالیق ماں کے لئے بھی ان سب باتوں کے جامع ہونے کی ضرورت ہے اور ابتداء سے آخر تک اس مہارت کی کوشش کی ضرورت ہے۔

(۱) نگرانی کرنے والا استاد۔

عورت بحیثیت مُرشد

صحبت نیک کی ہر بچہ کے لئے انتہائی ضرورت ہے صحبت بد ایک منٹ کی بھی نیک صحبت کے برس ہا برس کے اثر کو خاک میں مِلا دیتی ہے۔ جس ماں کی گود میں اور اس کی نظر میں برابر پرورش ہوگی اس سے زائد صحبت کون مل سکے گی اگر ماں انتہائی نیک، متقی، پرہیز گار خدا رسیدہ ہے تو بچوں پر نیک اثر ہوسکتا ہے اگر ماں میں ایک بدی بھی ہوئی۔ تو بچوں پر دوسرے نیک اثرات کا قلع قمع (۱) کرنے کے لئے کافی ہے۔ اس لئے ہر ماں اور ہر ہو سکنے والی ماں کو انتہائی نیکی اور پارسائی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ورنہ اس کی ایک لغزش (۲) بھی انتہائی خطرناک ثابت ہوگی۔ اس لئے ماں کی شفقت کا ایک بڑے خدا رسیدہ بزرگ کی ہمنشینی (۳) کا کام بھی دیتی ہے تو اس کو ایسا ہونا بھی چاہئے۔

دین کی باتیں سن لینے پڑھ لینے سے دل کی گہرائیوں میں نہیں پہنچتی ہیں یہ کام پیر کا ہے کہ دل میں ایسا جما دے کہ ان سے ایک منٹ کی بھی غفلت نہ ہوسکے۔ اسی لئے لوگ اپنے دین کو مضبوط کرنے کے لئے بڑے بڑے صاحب نسبت پیر تلاش کرتے اور ان سے یہ خدمت سرانجام دلاتے

---

(۱) جڑ سے اُکھاڑ پھینکنے کے لئے کافی ہے (۲) کوتاہی (۳) نیک بزرگ کی صحبت کا کام دیتی ہے۔

ہیں۔لیکن ہر شخص کا تجربہ ہے کہ ماں بچپن سے جو بات دل میں بٹھا دیتی ہے وہ آخر وقت تک نہیں نکلتی۔اس لئے اگر ماں انتہائی نیک ہوگی تو وہ دین کو دل میں ایسا جما دے گی کہ انشاءاللہ پھر تا قیامت ٹس سے مس (۱) نہ ہوگا۔لہذا ماں ایک زبردست پیر بھی ہے۔اب آپ سب حضرات جانتے ہیں کہ ایک پیر کے لئے کن کن باتوں کی ضرورت ہے۔کتنا ہم دین، (۲) کتنا عمل، کتنے درود و وظائف کتنا خدا رسیدہ ہونا درکار ہے۔تو یہی سب باتیں ایک ماں کے لئے ضروری ہیں۔اور ابتدا سے ان کاموں میں لگانے اور اس میں ان باتوں کے جمانے کی ضرورت ہے۔اگر پیر میں خلل (۳) ہوگا۔تو مرید گمراہی کے گڑھوں میں نظر آئیں گے۔اسی طرح اگر ماں میں کوئی خلل ہوگا تو اولاد پھر قوم کی قوم تباہی کے گھاٹ اتر جائے گی۔

عورت کی بُرائی کا اثر اس کی اولاد میں

انسانی طبیعت مانوس ہو جانے والی طبیعت ہے۔جو گناہ بدی رسم بری بات یا بری عادت کبھی کسی سے نہ ہوئی۔نہ اس نے کسی سے ہوتے سنی دیکھی۔اس سے طبیعت میں نفرت ہوتی ہے اور دیکھنے سننے سے وہ نفرت کم ہو جاتی ہے۔اور اگر کسی وقت بھی وہ عمل میں آ گئی۔تو دل سے نفرت نکل

(۱) قیامت تک اِدھر اُدھر نہیں ہوگا (۲) دین کا غم رکھنا (۳) اگر پیر میں نقص ہوگا۔

گئی۔ یہی وجہ ہے کہ سور کھانے سے جو نفرت ہم محسوس کرتے ہیں وہ شراب کے نام سے نہیں کرتے کہ بعض لوگ اس میں مبتلا سنتے ہیں اور جن گناہوں میں زیادہ مبتلا سنتے رہتے ہیں۔ ان کی نفرت بھی شراب سے بھی کم ہوگئی۔ اور جس میں خود مبتلا ہو چکے ہیں۔ یاد رہے اس کی نفرت قریب بہ غائب (۱) ہو چکی ہے۔ اگر مائیں کسی گناہ، کسی رسم کسی بدی یا کسی بری عادت میں مبتلا ہوں گی تو اولاد میں اس سے نفرت نہیں ہوگی اور عجب نہیں کہ وہ اس سے انس (۲) ہو کر ہمیشہ کے لئے ان کی تباہی کا سبب بن جائے۔ ممکن ہے اگر آپ تحقیق کریں تو بہت گناہوں، جرائم اور رسموں کا سبب یہی نکلے۔ اس لئے مائیں اور ہونے والی مائیں جب تک اپنے دل میں ان سب برائیوں سے پوری پوری نفرت نہ جمالیں۔ اس وقت تک اولاد اور پھر قوم سے برائیاں دور ہونا مشکل ہے۔

تمام عورتوں کو نصیحت

اس لئے تمام بہنوں سے درخواست ہے کہ وہ اپنے موجودہ یا آئندہ فرض کو محسوس کریں اور اس کے منصب (۳) کو ہمیشہ پیش نظر رکھ کر اپنے کو ایسا سچا پکا مخلص، متقی، پرہیزگار مسلمان بنائیں۔ جس سے اولاد اور پھر ساری قوم سنور سکے۔ اور انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ ان کی ہر ایک کوتاہی انہی کے لئے

---

(۱) نہ ہونے کے برابر (۲) محبت ہو کر (۳) مقام کو۔

دینی و دنیوی تباہی کا سبب نہیں نسل در نسل اولاد اور پھر اسی طرح سارے ملک وقوم کی تباہی کا سبب ہے۔ اگر وہ اپنی جان آبرو مال پر رحم کھا کر اپنے کو نہیں سنبھالتیں تو ساری قوم پر رحم کھائیں کہ پوری قوم کی ذمہ داری انہی کے سر پر ہے۔

تمام مردوں عورتوں یعنی لڑکیوں کے ماں باپ اعزہ اقربا سے درخواست ہے کہ وہ امت محمدیہ علٰے نبیہا الصلوٰۃ والسلام پر رحم کریں۔ لڑکیوں کو ان کے پیش آنے والے فرض اور اس کے منصب کے مطابق تربیت (۱) دیں اور قوم کو تباہ کرنے سے باز آجائیں۔

والسّلام۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم صل علی محمد
وعلی آل محمد کما صلیت
علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم
انک حمید مجید ٭
اللّٰھم بارک علی محمد وعلی
آل محمد کما بارکت علی
ابراھیم وعلی آل ابراھیم
انک حمید مجید ٭

(۱) جس کا آسان طریقہ یہ ہے کہ کم از کم اپنی بچیوں کو بہشتی زیور پڑھائیں اور اس میں ذکر کردہ مسائل یاد کرا دیں کہ وہ ان کو پوری زندگی کام آئیں گے اور بچوں کی تربیت کرنے میں مفید ہوگا۔ فقط۔ خلیل احمد تھانوی۔

مقالہ 8
توہینِ رسالت
اور اس کی سزا

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ اٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

امابعد! زیرِ نظر رسالہ جو اس وقت آپ کے ہاتھوں میں ہے درحقیقت ایک استفتاء کا مفصّل جواب ہے جس کا پس منظر یہ ہے کہ آج سے چھ سال قبل سلمان رشدی نامی ایک شخص نے اپنی کچھ مغلظات انگریزی ناول کی شکل میں شائع کیں تو پوری دُنیا کے مسلمانوں میں ایک اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ عالمِ اسلام کے سرکردہ افراد مختلف اسلامی تنظیموں اور مسلمانانِ عالمِ اسلام نے اس گستاخ دریدہ دہن شخص کو سزا دینے کا مطالبہ کیا اور اس کے لئے پُوری دُنیا میں احتجاج کی آوازیں بلند ہُوئیں۔ عالمِ اسلام کے اس احتجاج پر اسرائیل نے مجرم کو پناہ دینے کا اعلان کیا تو ایران نے اس دریدہ دہن شخص کو موت کے گھاٹ اُتارنے والے فرد کے لئے خصوصی انعام مقرر کیا۔ اس موقع پر یہ سوال بھی اُٹھا کہ اسلامی شریعت میں ایسے گستاخ شخص کی سزا کیا ہے؟ برطانیہ کے کچھ معزز مسلمانوں نے اسی سوال پر مبنی ایک استفتاء جامعہ اشرفیہ لاہور کے دارالافتاء میں حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی مدظلہٗ کی خدمت میں ارسال کیا اور تفصیلی جواب کی خواہش ظاہر کی۔

حضرت والا مدظلہم نے اس ناچیز کو تفصیلی جواب مرتب کرنے کی ہدایت کی۔ چنانچہ حسب الحکم احقر روزانہ آیاتِ قرآنیہ، احادیث طیّبہ اور علماء، فقہاء اور محدثین کی عبارات اُردو ترجمہ کے ہمراہ مرتب کرکے حضرت ممدوح کی خدمت میں پیش کرتا اور آیات وعبارات کے درمیان کچھ جگہ خالی چھوڑ دیتا جسے حضرت اپنے قلم سے پُر فرماتے اور اس میں بیش بہا نکات درج فرماتے۔

اس طرح یہ پورا فتویٰ احقر کے استاذ و مربی، فقیہ محقق، بقیۃ السلف حضرت اقدس مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی (مدّ اللہ ظلہم العالی بالصحۃ والعافیۃ) کے قلم یا اُن کے املاء کا فیض ہے۔ صرف عربی عبارات اور اُن کے اردو ترجمہ کا حصّہ احقر نے جمع کر کے مرتب کیا (اور غالباً خلاصہ اور استفتاء کے نمبروار جواب بھی احقر کے قلم سے ہوئے تھے) بہرحال یہ فتویٰ حضرت دامت برکاتہم العالیہ کے افادات کا اہم مجموعہ بھی ہے اور غالباً اس موضوع پر اُردو زبان میں یہ سب سے تفصیلی فتویٰ ہے جس میں توہینِ رسالت کی سزا کے فقہی پہلوؤں کو واضح کیا گیا ہے اور مستند دلائل جمع کئے گئے ہیں۔ یہ تفصیلی فتویٰ ذوالحجہ ۱۴۰۹ھ میں مرتب ہُوا اور کچھ ہی عرصہ بعد ماہنامہ "الحسن" کی خصوصی اشاعت میں شائع کیا گیا۔

ابھی حال ہی میں (یعنی ۱۴۱۵ھ میں) پاکستان میں توہینِ رسالت کے قانون سے متعلق عوامی حلقوں میں ایک بحث چھڑی تو بعض رسائل میں اس فتویٰ کی بعض عبارات شائع ہوئیں مگر وہ ناتمام عبارات تھیں جن سے غلط فہمی پیدا ہونے کا بھی امکان تھا اس لئے خیال ہُوا کہ یہ مکمل فتویٰ نئے عنوان کے ساتھ باقاعدہ کتاب کی شکل میں طبع ہو کر محفوظ ہو جائے تاکہ حضرت ممدوح دام ظلہم اور اس ناچیز کے لئے باعثِ اجر و ثواب ہو اور اس موضوع کے متلاشی حضرات کے لئے استفادہ کرنا ممکن ہو۔ چنانچہ اب یہ مجموعہ آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اللہ تعالےٰ اسے نافع بنائیں، اللہ تعالےٰ ہم سب کے دِلوں میں ایمان کی قوّت و حلاوت پیدا فرما دیں اور اللہ تعالیٰ اپنی اور اپنے رسول صلّی اللہ علیہ وسلّم کی عظمت و محبّت ہماری رگ رگ میں پیوست فرما دیں۔ آمین

فقط

احقر محمود اشرف غفر اللہ لہٗ

۲۲ ربیع الاوّل ۱۴۱۵ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

اسلام و مسلمان
اور
رُشدی سلمان

سلمان رُشدی کی انسانیت سوز گالیوں پر ایک نظر
ایسے گستاخ شخص کی سزا سے متعلق

- قرآن شریف کی آیات
- چالیس احادیث مبارکہ
- اجماع امت کے دس حوالہ جات
- قیاس عقل کی سات وجوہات
- مذاہب اربعہ کے دس جلیل القدر فقہا کے اقوال
- اجرائے سزا پر فقہی عبارات
- رشدی کی مبینہ معافی کے دھوکہ ہونے اور سچی توبہ کی شرائط کا بیان

نیز بطور ضمیمہ جات

- قائد ایران کے اقدامات پر سات نکات
- اسرائیل کے کردار سے متعلق سات انصاب

از

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی صاحب مدظلہم العالی۔ دار الافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور

جمع وترتیب

محمود اشرف عثمانی، رفیق دار الافتاء واستاذ جامعہ اشرفیہ لاہور

(مضمون کی پہلی اشاعت کا عکس)

استفتاء

محترم ومکرم حضرت اقدس مفتی جمیل احمد صاحب دامت برکاتہم !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ !

شاتمِ رسول سلمان رشدی کی کتاب "شیطانی آیات (SATANIC VERSES) پینگوئین نے ستمبر ۱۹۸۸ء میں برطانیہ میں ایک نہایت سوچے سمجھے منصوبے کے تحت بڑے اہتمام اور شیطانی پروپیگنڈے کے ساتھ شائع کی ہے۔ یہ کتاب صرف نام ہی کی نہیں، بلکہ سچ مچ ایک شیطانی کتاب ہے۔ اللہ تعالےٰ کے پیغمبروں کا دشمن شیطان سے بڑھ کر اور کوئی نہیں ہوا۔ لیکن اس کتاب میں شیطان نے اپنی شیطنت کو جس طرح ننگا کرکے پیش کیا ہے اور پھر جس طرح ایک مسلمان کے نام سے کیا ہے اس کی کوئی مثال اس سے پہلے نہیں ملتی۔ رشدی اپنی کتاب کو یورپ کی سات زبانوں میں شائع کرانے کا انتظام کر رہا ہے۔

رشدی برطانیہ کا شہری ہے۔ وہ بمبئی (انڈیا) کے ایک مسلمان گھرانے میں پیدا ہوا۔ کیمبرج یونیورسٹی سے اعلےٰ تعلیم حاصل کی اور مستشرقین کی تصانیف سے اسلامی تاریخ کا مطالعہ کیا۔ مغربی ذرائع ابلاغ نے رشدی کو ایک روشن خیال مسلم مصنف کے طور پر دنیا میں مشہور کیا۔ رشدی نے ٹیلی ویژن اور اخبارات میں بیان دیا:۔

"میرا ایک مسلم گھرانے سے تعلق ہے اسی میں پروان چڑھا ہوں اور اسلام ہی میری دلچسپیوں کا محور ہے۔ میں بھلا اسلام اور پیغمبرِ اسلام کے خلاف کیسے لکھ سکتا ہوں۔ لوگوں نے میرا ناول سمجھنے میں کوتاہی کی ہے"

۵۴۷ صفحات اور ۹ ابواب پر مشتمل یہ کتاب ہادئ انسانیت سرورِ عالم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تقدس پر ایک منظم حملہ ہے۔ خصوصاً اس کے دو باب ۲ اور ۶ جو ستر صفحات پر مشتمل ہیں ان میں پیغمبرِ خدا، امہات المؤمنینؓ، قرآن مجید، اسلامی عقائد اور صحابہ کرامؓ کی ذاتِ گرامی پر از راہِ خباثت نہایت گستاخانہ اور شرمناک حملے

کئے گئے ہیں جن کے تصور سے بھی انسانی رُوح کانپ اُٹھتی ہے۔

مسلمان دُنیا بھر میں توہینِ رسالت کے مجرموں کے خلاف احتجاج کر رہے ہیں۔ زمانہ شاہد ہے کہ حُرمتِ تاجدارِ مدینہ پر مرمٹنا مسلمان کی پہچان ہے۔ تقریباً تیس مسلمان ناموسِ رسالتؐ کے تحفّظ میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کر چکے ہیں۔ الریاض (سعودی عربیہ) میں ۱۳ تا ۱۶ مارچ ۱۹۸۹ء کو منعقد ہونے والی وزرائے خارجہ کی اٹھارہویں کانفرنس نے متفقہ طور پر "شیطانی آیات" کی شدید مذمت کرتے ہُوئے رشدی کو مرتد قرار دیا ہے۔ برطانیہ کے ۲۰ لاکھ مسلمان گزشتہ ۶، ۷ ماہ سے مسلسل اس کتاب، اس کے مصنف اور پبلشرز کے خلاف بڑے زور شور سے اپنی جدوجہد جاری رکھے ہُوئے ہیں۔ مسلمان اس بات کا پختہ عزم کر چکے ہیں کہ انشاءاللہ وہ اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھیں گے جب تک حکومت برطانیہ ان کے کم از کم یہ مطالبات منظور نہ کر لے یعنی :-

- کتاب کو فوری طور پر ضبط کیا جائے۔
- مصنف اور پبلشرز کو قرار واقعی سزا دی جائے۔
- بلاتفریق مذہبی تحفظات کا قانون نافذ کیا جائے۔

وزیر اعظم مسز تھیچر اور وزیر خارجہ سر جیفری ہاؤ نے بھی یہ تسلیم کیا ہے کہ اس شیطانی کتاب نے اسلام جیسے عظیم مذہب کے تقدس پر ایسے افسوسناک حملے کئے ہیں جس سے مسلمانوں کے ایمانی جذبات بُری طرح مجروح ہوئے ہیں۔ یہودی اور عیسائی مذہبی لیڈروں نے بھی مسلمانوں سے ہمدردی کا اظہار کیا ہے اور اس کتاب کی مذمت کی ہے۔

رشدی اور پینگوئین کی ناپاک حرکت کا سینہ سپر ہو کر مقابلہ کرنا ہمارا ایمانی اور انسانی فرض ہے۔ اگر اسے خاموشی سے برداشت کر لیا گیا تو دوسرے تو دوسرے ہم خود اپنی نئی نسل کے بارے میں اطمینان نہیں کر سکتے کہ اس کے دلوں میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم (میرے ماں باپ ان پر قربان) کا وہی احترام قائم رہ سکے گا جو مسلمانوں کا شعار ہے۔ وہ ہستی جسے ہم انسانیت کا رہبر سمجھتے ہیں اور جس کی رہبری

پر انسانیت کی نجات اور فلاح موقوف ہے، اس کے حق میں تقدس اور احترام کی فضا کا قائم ہونا اور اُسے برقرار رکھا جانا ضروری ہے۔ اگر یہ فضاء قائم نہ رہے تو اس کی رہبری کا مقام محفوظ نہیں رہ سکتا۔ اور عالمِ انسانی کو اس سے استفادہ کرنا آسان نہیں ہو سکتا۔

اس پس منظر کے بعد اب نہایت دُکھ کے ساتھ محض ضرورت کے تحت شیطانی کتاب سے یہ چند اقتباسات پیش کئے جاتے ہیں (نقلِ کفر کفر نہ باشد) تاکہ فتوے دینے میں آسانی ہو۔

- اس کتاب میں یہودیوں، عیسائیوں اور مسلمانوں کے متفقہ برگزیدہ پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو "حرامی" کہا گیا۔ صفحہ ۹۵
- حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قرونِ وسطیٰ کے اس ہتک آمیز نام "مہوند" سے پکارا گیا ہے جس کا مطلب (نعوذ باللہ) شیطان یا جھوٹا نبی ہوتا ہے۔ صفحہ ۹۵
- نیز آپؐ کے متعلق یہ فقرے استعمال کئے گئے ہیں:-

"وہ ایک ایسا آدمی ہے جس کے پاس نیک و بد میں امتیاز کرنے کے لئے وقت نہیں" صفحہ ۳۶۳

"اپنی بیوی کی وفات کے بعد مہوند کوئی فرشتہ نہیں رہا، آپ میرا مطلب خود بخود ہی سمجھ لیجئے" صفحہ ۳۶۶

"اسے جو وحی آتی وہ اس کی اپنی غرض کے لحاظ سے "بر وقت" ہوتی تھی یعنی ایسے وقت جبکہ "مومنین" آپس میں جھگڑ رہے ہوتے تھے" صفحہ ۳۶۴

"صحابہ کرامؓ کو نام لے کر "احمق" اور "ناکارہ" کہا گیا ہے"۔ صفحہ ۱۰۱

"طوائفوں اور فاحشاؤں کو پیغمبرِ خدا کی ازواجِ مطہراتؓ کے نام دے کر ایک قحبہ خانے میں پیش کیا گیا ہے اور اس ضمن میں حسبِ ضرورت دل کھول کر ادبی مغلظات بکی گئی ہیں۔ صفحہ ۳۸۱ تا ۳۸۳

"اسلام کے متبرک شہر مکّہ کو "جاہلیہ" کے نام سے پکارا گیا ہے، یعنی جہالت

اور تاریکی کا گھر" صفحہ ۹۵

"مسلمانوں کا خدا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایک کاروباری تاجر ہے اور اسلامی شریعت تو ہر ذلیل سے ذلیل چیز میں بھی گھسی ہوئی ہے۔ صفحہ ۳۶۴

"اغلام بازی اور مجامعت کے خصوصی آسن کی خود جبریلِ امین نے توثیق کر رکھی ہے" صفحہ ۳۶۴

رشدی کے جُرم وسزا کی صحیح اسلامی شرعی حیثیت سمجھنے میں مسلمان کچھ دقت محسوس کر رہے ہیں جس کے نتیجہ میں ذہنی کشمکش اور افراط وتفریط کے مرض کا شکار ہو رہے ہیں۔

آپ سے گذارش ہے کہ مندرجہ بالا پس منظر اور اقتباسات کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے قرآن وسُنت کی روشنی میں اور فقہ حنفیؒ، فقہ مالکیؒ، فقہ شافعیؒ اور فقہ حنبلیؒ کے حوالے سے حسبِ ذیل سوالات کے مدلل جوابات وضاحت کے ساتھ عنایت فرمائیں۔ امتِ مسلمہ خاص طور پر برطانیہ اور دیگر مغربی ممالک میں بسنے والے مسلمانوں پر آپ کا بہت بڑا احسان ہو گا۔ دشمنوں کے زہریلے پروپیگنڈے زوروں پر ہیں اور مسلمان علومِ دینیہ سے پوری طرح واقف نہیں۔ ایسے حالات میں اسلامی مؤقف کی صحیح وضاحت وقت کی اہم ضرورت ہے:-

سوال ۱:- شاتمِ رسول رشدی کے جرم کی اسلامی فقہ (حنفیؒ، شافعیؒ، مالکیؒ، حنبلیؒ) میں کیا تعریف ہے؟ یعنی رشدی مرتد ہے، یا زندیق یا دونوں کا اس پر اطلاق ہوتا ہے۔

سوال ۲:- رشدی کے جُرم کی شریعت نے کیا سزا مقرر کی ہے؟

سوال ۳:- شریعت کے مطابق جاری کردہ سزا کیسے نافذ کی جائے گی؟ کون سے ادارے یا افراد سزا کو نافذ کرنے کے ذمّہ دار ٹھہرائے جائیں گے؟

سوال ۴:- کیا اسلامی شرعی عدالت میں مقدمہ چلائے بغیر اور صفائی کا موقع دیئے بغیر رشدی جیسے کُھلم کُھلا اور خود اقراری شاتمِ رسول (جو کہ بارہا ٹیلی ویژن پر توہین آمیز کلمات دُہراتے ہُوئے یہاں تک کہہ چکا ہے کہ "کاش میں نے اس

سے بھی سخت تنقیدی کتاب لکھی ہوتی") کے خلاف اسلامی سزا نافذ کی جاسکتی ہے ؟

سوال ۵ :- رشدی کے لئے معافی اور تلافی کی کیا صورت ہے ؟ کیا کسی طرح وہ دُنیاوی سزا سے بچ سکتا ہے ؟

سوال ۶ :- کیا پبلشرز "پینگوئین" اور دیگر ملوث اداروں کے ساتھ مسلمانوں کو کسی قسم کا کاروبار جائز ہے ؟

سوال ۷ :- رشدی کی حمایت اور اُس کی کتاب کو سراہنے والے مسلمانوں کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے ؟

السائلین

مفتی مقبول احمد چیئرمین اسلامک ڈیفنس کونسل سکاٹ لینڈ۔
مقبول احمد، محمد اسلم لاہوری (ایگزیکٹو ممبر)
احقر محمد اسلم، طفیل حسین شاہ (وائس چیئرمین)
طفیل حسین شاہ، قاضی منظور حسین (کنوینر جلوس کمیٹی)۔
منظور حسین، مسٹر بشیر مان (جے پی) سیکرٹری
بشیر احمد مان، ابو محمد سعید چوہدری، (کنوینر مسلم ممالک رابطہ کمیٹی)
ڈاکٹر عبید الرؤف (کوارڈ نیٹر)
جاوید اقبال ظفر (خزانچی)

الجواب

مبسملاً ومحمدلاً ومصلّیاً ومسلّماً۔

سلمان رشدی کی فحش گالیوں کی تحریرات اگر واقعی انہی کی ہیں کسی اسلام کے سخت ترین دشمن نے لکھ کر اُن کے نام کی اجازت لے کر نہیں چھاپ دی، واقعی ان کی ہے تو ایسا ممکن ہونا ہی عقل میں نہیں آتا کہ ایسی تحریرات جو کسی شریف کی زبان یا قلم پر آ ہی نہیں سکتیں وہ ایک مسلمان کہلانے والے کے قلم سے کیسے ممکن ہیں؟ جس شخص میں اسلام تو اسلام شرافت کی کوئی رمق بھی باقی ہو گی وہ ایسی باتوں کا تخیل بھی نہیں لا سکتا ؎

جو تمہاری ماں بہن کو کوئی ایسا ایسا کہتا
تم ہی منصفی سے کہہ دو کہ تم اس کا کیا بناتے؟

اگر یہ تحریریں کسی سخت کمینہ دشمن نے مرتب کر کے ان سے پانچ ہزار ڈالر کا وعدہ کر کے ان کے نام سے طبع نہیں کر دیں، واقعی انہی نے کسی کے دھوکہ میں آ کر لکھ ماری ہیں تو ان کے احکام قرآن مجید، احادیث پاک، اجماع اُمت، قیاسات شرعیہ اور اسلاف اُمت کی تحقیقات سے پیش کرتے ہیں۔

ممکن ہے خود رشدی صاحب، سارے مسلمان اور شریف النفس غیر مسلم غور کر سکیں اور اس شعر کو سمجھ لیں۔

قرآن شریف کی آیات

۱۔ اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ۔ (سورۂ احزاب آیت ۶)

"وہ نبی مومنین کے ساتھ خود اُن کے نفس سے بھی زیادہ تعلق رکھتے ہیں اور آپؐ کی بیبیاں اُن کی مائیں ہیں۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حق تو ہماری اپنی جانوں کے حق سے بہت زیادہ ہے اور اُن کی ازواجِ مطہراتؓ تو سب مسلمانوں کی مائیں ہیں۔ ان روحانی ماؤں کا حق جسمانی ماؤں سے اس قدر زائد سمجھنا ضروری ہے جتنا رُوح کا حق جسم سے زائد رہتا ہے کہ جسم چند روز میں مٹی بن کر نیست و نابود ہونے والا ہے اور رُوح سب کی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے زندہ رہتی ہے۔

ہر آدمی مسلمان ہو یا نہ ہو مگر ذرا شریف قسم کی عقل رکھتا ہو وہ کبھی اپنی جسمانی والدہ کے متعلق ایسی گالیاں سُن کر خون کھول جائے بغیر نہیں رہ سکتا سوچ سمجھ لیجئے کہ اس کا جذبہ دل وایمان کیسے ٹھنڈا ہو سکتا ہے ؟

ہر آدمی اپنے سے جواب لے کہ اس کے ساتھ ایسا ہو تو وہ کیا کرے ؟

ایک ہماری ہی ماں نہیں ہم سب کے ماں باپ' دادا، دادی، نانا، نانی۔ اب سے لے کر پندرہ سو سال تک پہلے کے ان سلسلوں کی بھی وہی اعلیٰ قسم کی روحانی وایمانی ماں' پھر آپ کے اپنے ہی سلسلہ نسب تک ڈیڑھ ہزار سال کے سارے مُسلمانوں کی اُن کے ماں باپ، دادا، دادی، نانا، نانی کے سب پندرہ سو سالہ سلسلوں کی والدہ وہ بھی روحانی وایمانی کو ایسی گالیاں !

؎ تم ہی منصفی سے کہہ دو کہ تم اس کا کیا بناتے

ہم موجودہ ہی کی نہیں' تمام زندہ و فوت شدہ مسلمان مرد' عورت ان کے ماں باپ، نانا، نانی، دادا، دادی کے پندرہ سو سال تک کے سارے بزرگوں کی روحانی وایمانی، ان اربوں کھربوں بلکہ سنکھوں مہاسنکھوں بے حدو بیشمار بزرگوں کی گالیاں سُن سُن کر قبروں میں، جنتوں میں، برزخ میں تلملانے والوں، والیوں کے خون کھولا دینے والے جذبات اس شخص کے لئے کیسے ہوں گے؟ اور جتنا اُن کا جہاں جہاں قابو چلے گا وہ کیا نہ کر سکیں گے ؟

۵ یہ دُنیا ہے یہاں تو بند ہے بالکل زباں اُن کی
وہ عقبیٰ ہے وہاں سُننی پڑے گی داستاں اُن کی

رشدی صاحب! اپنے ماں باپ اور پندرہ سو سالہ تمام بزرگوں کے کھول جانے والے جذبات یہاں نہیں تو وہاں کیا کچھ نہ کر دکھائیں گے؟ دو دن کی زندگی کا گھمنڈ نہ کرو جبکہ ہر وقت ایکسیڈنٹ کا شُبہ ہے اور اب تو روز دن کے ہارٹ اٹیک نے مشاہدہ کرا دیا ہے۔

۶ اَلْخَبِیْثَاتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ وَالْخَبِیْثُوْنَ لِلْخَبِیْثَاتِ وَالطَّیِّبَاتُ لِلطَّیِّبِیْنَ وَالطَّیِّبُوْنَ لِلطَّیِّبَاتِ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا یَقُوْلُوْنَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِیْمٌ۔

(سورۃ النور آیت ۲۶)

"گندی عورتیں گندے مَردوں کے لائق ہوتی ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لائق ہوتے ہیں اور ستھری عورتیں ستھرے مَردوں کے لائق ہوتی ہیں اور ستھرے مرد ستھری عورتوں کے لائق ہوتے ہیں، وہ اس بات سے پاک ہیں جو یہ بکتے پھرتے ہیں، اُن کے لئے تو مغفرت اور عزت کی روزی ہے۔"

نکاح شادی میں لوگ سمجھتے ہیں کہ بس ہمارے انتخاب ہیں اور کچھ نہیں مگر یہ غیر مسلموں کے خیالات ہیں۔ حقیقت میں خدائے کائنات ایک کا جوڑ دُوسرے سے لگاتے ہیں اور اس کے خلاف نہیں ہوتا، گو ان میں سے کوئی عارضی کوئی دائمی ہو۔

ارشاد ہے کہ خبیث (بُری) عورتیں خبیث مَردوں کے لئے ہوتی ہیں اور ایسے ہی مرد ایسی ہی عورتوں کے لئے ہوتے ہیں اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مَردوں کے لئے ہوتی ہیں اور ایسے ہی مرد ایسی عورتوں کے لئے۔

یہ قانونِ فطرت ہے اس لئے اوّلاً جو اس کے خلاف کہے گا وہ اس فطری

خدائی قانون کا انکار کر رہا ہے اور کسی اسلامی قانون کا بھی منکر باغی اور اسلام سے خارج ہے ازواج مطہراتؓ میں سے کسی کو طعن کرنے والا صرف ان کے خاتونِ طیب ہونے کا ہی انکار نہیں کرتا بلکہ جن طیب مردوں کے لئے وہ ہیں اُن کے پاکیزہ ہونے کا انکار ہے تو یہ انکارِ قانون بھی اور نبیؐ کی پاکیزگی کا ضمناً انکار دوسرا کفر ہے' ان ازواجِ مطہراتؓ کو خبیث کہنا قانونِ خدا کا انکار تیسرا کفر، اور چونکہ خبیث، خبیث کیلئے ہے قانوناً تو نبی کو ایسا کہنا چوتھا کفر۔ ان کے بری ہونے کی شہادت خود اللہ تعالیٰ دے رہے ہیں ان کا جھوٹا اور ان کا بری اور پاک ہونا خدائی شہادت ہے جس کے خلاف سے انسان باغی کافر ہوگا یہ پانچواں کفر ہے۔ ان کے لئے آخرت میں مغفرت نہ ہونے کا دنیا میں عیش نہ ہونے کا منکر یہ چھٹا اور ساتواں کفر ہے۔ ان باتوں میں تو خدا تعالےٰ کا بھی انکار لازم آرہا ہے۔

۲ اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۔	"جو لوگ تہمت لگاتے ہیں ان عورتوں کو جو پاکدامن ہیں اور ایسی باتوں سے بے خبر ہیں ایمان والیاں ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی جاتی ہے اور ان کو بڑا عذاب ہوگا۔"
(سورۃ نور آیت : ۲۳)	

لعنت حق تعالےٰ کی ہر رحمت سے دور کرنے کو کہتے ہیں۔ اس آیت میں اللہ تعالےٰ نے پاک سیدھی سادی معمولی مسلمان عورتوں پر تہمت لگانے والوں کے لئے دنیا میں پھر آخرت میں تمام رحمتوں سے دور کرنے کا اور قیامت کے بڑے عذاب کا انجام مقرر کیا ہے۔ یہ تو ہر مسلمان عورت پر تہمت لگانے کی دنیوی و آخروی محرومی اور عذابِ عظیم ذکر فرمایا اور جو عورتیں بحکم قرآنی پاکیزہ ہیں پاکیزہ بزرگوں سے وابستہ ہیں پھر اور اُوپر چلئے کہ انبیاء و رسل سے وابستہ ہو کر اور بھی سب کی مائیں اور دینی عظمت میں سب سے بڑھکر ہیں اُن پر تہمت لگانے والے کا کیا حشر

ہوگا ذرا اس پر بھی غور کر لیں۔

۴۔ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا۔ (سورۃ نور : ۴)

"اور جو لوگ تہمت لگائیں پاکدامن عورتوں پر پھر چار گواہ نہ لا سکیں تو ایسے لوگوں کو اسّی (۸۰) دُرّے لگاؤ اور اُن کی گواہی کبھی قبول مت کرو۔"

یہ سزائے سخت تو صرف اُن کے لئے ہے جو عام مسلمان عورتوں پر تہمت لگائیں اور چشم دید چار گواہ نہ لا سکیں۔ اب خیال کیجئے کہ ان سے بہت اونچے بزرگ پر بلکہ طیبات ازواج پر بلکہ اربوں کھربوں مسلمان کی ماں، نانی، دادی پر تہمت لگائے اور چار چشم دید کیا ایک فرضی گواہ بھی نہ رکھتا ہو تو اس کی سزا کیا ہونی چاہیئے؟ جن کے ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی کی اب پندرہ سو سال تک کی سب کی بزرگ ترین ماؤں پر ایسی فحش گالی سے تہمت تو ہر مسلمان کے جذبات کی تسکین آخر کس سزا سے ہو سکتی ہے؟ ہمیشہ کے لئے ناقابلِ شہادۃ ہونا تو معمولی تہمت پر تھا اب کیا سزا ہوگی؟

۵۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا۔ (سورۃ احزاب ۵۸)

"بے شک جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولؐ کو ایذا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن پر دُنیا و آخرت میں لعنت کرتا ہے اور اُن کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے، اور جو لوگ ایمان والے مردوں کو اور ایمان والی عورتوں کو بدون اس کے کہ انہوں نے کچھ کیا ہو ایذا پہنچاتے ہیں تو وہ لوگ بہتان اور صریح گناہ کا بار لیتے ہیں۔"

اذیت جسمانی بھی ہوتی ہے اور روحانی بھی، ذہنی بھی، عقلی بھی، ان سب صُورتوں میں جو شخص اللہ رسول اور مومنین و مومنات کو کوئی سی بھی اذیت دے گا وہ دین و دُنیا میں رحمت سے دُور (لعنت) اور بہتان اور گناہِ عظیم میں ہوگا اسی لئے ہر شخص کو غور کر لینا چاہیئے کہ ذرا سی دوانچ کی زبان کہاں کہاں پہنچ رہی ہے۔ دُنیا و آخرت میں ہر رحمت سے محرومی معمولی بات نہیں۔

۶۔ اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ یَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِیْقِ۔ (سورۃ البروج ۱۰)

"جنہوں نے مُسلمان مَردوں اور مسلمان عورتوں کو تکلیف پہنچائی پھر توبہ نہیں کی تو اُن کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور اُن کے لئے جلنے کا عذاب ہے"

عام مسلمانوں کو فتنہ اور پریشانی میں ڈالنے والوں کے لئے پھونک ڈالنے والا عذاب ہے تو انبیاءؑ، صحابہؓ اور صلحاء کے فتنہ سے کیا کچھ نہ ہوگا۔

۷۔ وَمَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِیْمًا۔ (سورۃ احزاب: ۵۸)

"اور تم کو جائز نہیں کہ رسول اللہؐ کو کلفت پہنچاؤ اور نہ یہ جائز ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد آپؐ کی بیبیوں سے کبھی بھی نکاح کرو۔ یہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک بڑی بھاری بات ہے"

ازواجِ مطہراتؓ سے تو نکاح بھی ہمیشہ ہمیشہ کو حرام ہے اور کسی بات کا تو کیا کہنا!

۸۔ اِنَّ الَّذِیْنَ جَآءُوْا بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ بَلْ هُوَ خَیْرٌ لَّكُمْ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ

"جن لوگوں نے یہ طوفان برپا کیا ہے وہ تمہارے میں سے ایک گروہ ہے تم اس کو اپنے حق میں بُرا نہ سمجھو بلکہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہی بہتر ہے ان میں سے ہر

مِنَ الْإِثْمِ وَالَّذِي تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۔ (سورۃ النور : ۱۱)	شخص کو جتنا کسی نے کچھ کمایا تھا گناہ ہُوا اور ان میں سے جس نے اس میں سب سے بڑا حصہ لیا اس کو سخت سزا ہو گی "۔

منافقوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائی تھی اس کی براءت اور اُن کا جھوٹ ثابت کرنے کے لئے چند آیات آئی تھیں جس میں ایک یہ ہے اس میں حضرت موصوفہؓ کو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی بھی فرمائی اور ان الزام لگانے والوں کا حشر بھی بتایا ہے کہ ان میں سے ہر ایک پر اس کا کمایا ما بڑا گناہ ہے اور جو اُن کا سرغنہ تھا اُس کے لئے تو بہت ہی بڑا گناہ ہے۔ اب اس طرح کی تہمت لگانے والے سب اپنا انجام دیکھ لیں۔

۹	قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ لَا تَعْتَذِرُوْا قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ۔ (سورۃ التوبہ ۶۵، ۶۶)	"آپ کہہ دیجئے کہ کیا اللہ کے ساتھ اور اس کی آیتوں کے ساتھ اور اُس کے رسول کے ساتھ تم ہنسی کرتے تھے تم اب عذر مت کرو تم اپنے کو مومن کہہ کر کفر کرنے لگے "۔
۱۰	وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ قُلْ اُذُنُ خَيْرٍ لَّكُمْ ۔ (سورۃ التوبہ : ۶۱)	"اور اُن میں سے بعض ایسے ہیں کہ نبیؐ کو ایذائیں پہنچاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آپ ہر بات کان دے کر سُن لیتے ہیں، آپ فرما دیجئے وہ نبی کان دے کر تو وہی بات سُنتے ہیں جو تمہارے حق میں خیر ہے "۔
۱۱	اَلَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ذٰلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ۔	"کیا ان کو خبر نہیں کہ جو شخص اللہ کی اور اُس کے رسولؐ کی مخالفت کرے گا تو یہ بات ٹھہر چکی ہے کہ ایسے شخص کو دوزخ کی آگ اس طور پر نصیب ہو گی کہ وہ اس میں ہمیشہ

(سورۃ التوبہ ۶۳)	رہے گا یہ بڑی رسوائی ہے "
۱۲۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗٓ اُولٰٓئِکَ فِی الْاَذَلِّیْنَ کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ۔	" جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں یہ لوگ سخت ترین ذلیل لوگوں میں ہیں اللہ تعالیٰ نے یہ بات لکھ دی ہے کہ میں اور میرے پیغمبر غالب رہیں گے۔ بیشک اللہ تعالیٰ قوت والا غلبے والا ہے "
(سورۃ المجادلہ ۲۰، ۲۱)	
۱۳۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ کُبِتُوْا کَمَا کُبِتَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ (سورۃ المجادلہ)	" جو لوگ اللہ اور اُس کے رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ ایسے ذلیل ہوں گے جیسے اُن سے پہلے لوگ ذلیل ہوئے "
۱۴۔ وَمَنْ یُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَہُ الْھُدٰی وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَنُصْلِہٖ جَھَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِیْرًا۔	" جو شخص رسولؐ کی مخالفت کرے گا بعد اس کے کہ اُس کے سامنے امرِ حق ظاہر ہو چکا ہو اور مسلمانوں کا رستہ چھوڑ کر دوسرے رستہ ہو لیا تو ہم اس کو جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دیں گے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بُری جگہ ہے جانے کی "
(سورۃ النسآء : ۱۱۵)	
۱۵۔ وَمَنْ یُّشَاقِقِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ۔	" اور جو اللہ کی اور رسول کی مخالفت کرتا ہے، سو اللہ تعالےٰ سخت سزا دینے والے ہیں "
(سورۃ انفال : ۱۳)	
۱۶۔ وَلَوْلَآ اَنْ کَتَبَ اللّٰہُ عَلَیْھِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَھُمْ فِی الدُّنْیَا وَلَھُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ عَذَابُ النَّارِ	" اور اگر اللہ تعالےٰ اُن کی قسمت میں جلاوطن ہونا نہ لکھ چکتا تو اُن کو دُنیا ہی میں سزا دیتا اور اُن کے لئے آخرت میں دوزخ کا عذاب ہے یہ اس سبب سے ہے کہ ان

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَاقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَمَنْ يُّشَاقِّ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۔ (سورۃ الحشر : ۳، ۴)	لوگوں نے اللہ کی اور اُس کے رسولؐ کی مخالفت کی اور جو شخص اللہ تعالےٰ کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ تعالےٰ سخت سزا دینے والا ہے۔"

امید ہے کہ سب حضرات غور کریں گے کہ اللہ رسولؐ کی اذیت ان کی مخالفت اور مقابلہ کس قدر سنگین جرم ہے جس پر اللہ تعالےٰ کے شدید عذاب سے کون اور کس طرح بچ سکتا ہے ؟ پھر مخالفت بھی معمولی نہیں، اعلانات اشتہارات شور و شغب یعنی اپنی انتہائی کوشش سے، تو غور کر لیا جائے اس شدید ترین کوشش پر شدید عذاب و عقاب دُنیا و آخرت میں کیا کیا ہوگا جس کی ستر مرتبہ ڈھلی آگ میں (یعنی دُنیا کی آگ میں) ایک اُنگلی نہیں دی جاسکتی۔

۷ا لَوْلَا جَآءُوْا عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ۔	" یہ لوگ اس پر چار گواہ کیوں نہ لائے سو جس حالت میں یہ لوگ گواہ نہیں لائے تو بس اللہ تعالےٰ کے نزدیک یہی جھوٹے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے صاف صاف فیصلہ کر دیا ہے کہ سلمان رشدی بالکل جھوٹا ہے کہ جو بھی تہمت پر چار گواہ چشم دید نہ لاسکیں تو یہ سب اللہ پاک کے نزدیک جھوٹے ہیں اور اُن کے جھوٹ کی اشاعت کرنے والے بھی فیصلہ الٰہی میں جھوٹے، اس کو چھپانے اور پناہ دینے والے بھی جھوٹے۔ اور یہ سب شدید ترین مُجرم ہیں۔

۸ا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ۔ (سورۃ آل عمران : ۶۱)	" جھوٹ بولنے والوں پر اللہ تعالےٰ کی لعنت ہے۔"

خدائی شہادت سے اُن کا بالکل جھوٹا ہونا اوپر کی آیت میں بالکل صاف

صاف آ چکا اور اس آیت میں تمام کاذبوں پر لعنت فرمائی ہے۔ لعنت کے معنیٰ ہیں دُنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی ہر رحمت سے محروم ہو جانا۔

۱۹۔ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ۔ (سورۃ التوبہ: ۲۹)	"اہلِ کتاب کو جو کہ نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ قیامت کے دن پر اور نہ ان چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اور اُس کے رسولؐ نے حرام بتلایا ہے اور نہ سچے دین کو قبول کرتے ہیں، ان سے یہاں تک لڑو کہ وہ ماتحت ہو کر اور رعیت بن کر جزیہ دینا منظور کر لیں"
۲۰۔ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ۔ (سورۃ التوبہ: ۱۴، ۱۵)	"ان سے جنگ کرو اللہ تعالیٰ ان کو تمہارے ہاتھوں سزا دے گا اور اُن کو ذلیل کرے گا اور تم کو ان پر غالب کرے گا اور بہت سے مسلمانوں کے قلوب کو شفاء دے گا اور اُن کے قلوب کے غیظ کو دُور کرے گا اور جس پر منظور ہو گا اللہ تعالیٰ توجہ فرمائیں گے"

ایسی حرکت والے کا انجام دُنیا و آخرت میں دیکھنا ہو گا۔ احادیث و اجماعات اور شرعی قیاسات اور بزرگوں کی تحقیقات سے یہ مسئلہ روشن ہو رہا ہے۔ یہ مجرم کسی ایک کا مجرم نہیں، انسانیت کا، شرافت کا، اللہ و رسولؐ کا، لاکھوں بلکہ کروڑوں زندہ و مرحوم مسلمانوں اور ہر انسانیت رکھنے والے کا مجرم ہے۔ ہر شخص غور کر سکتا ہے۔ اگر کوئی ایسی تہمتیں، سڑی سڑی گالیاں اس کی محترم ماؤں، بہنوں،

نانیوں، دادیوں کو دیتا تو کیا وہ اس کو زندہ چھوڑ سکتے۔

ایسے مجرم کی حمایت، حفاظت کرنا اُسے چھپانا۔ بچانا کسی انسانیت کے دشمن سے ہی ہو سکتا ہے۔ گویا وہ سارے عالم کے مسلمانوں اسلامی مملکتوں اور ہر انسانیت کا احترام سمجھنے والی حکومتوں کو علی الاعلان الٹی میٹم دے رہا ہے اور اس عمل سے ثابت کر رہا ہے کہ اندر کا مجرم کوئی اور ہے گو باہر کا برائے نام سلمان رشدی ہے۔

۲۱ اِنَّمَا یُرِیۡدُ اللّٰهُ لِیُذۡهِبَ عَنۡکُمُ الرِّجۡسَ اَهۡلَ الۡبَیۡتِ وَیُطَهِّرَکُمۡ تَطۡهِیۡرًا۔ (سورۂ احزاب ۳۳)

"اور اللہ تعالےٰ کو یہ منظور ہے کہ اے نبیؐ کے گھر والو! تم سے آلودگی کو دُور رکھے اور تم کو پاک صاف رکھے۔"

جو لوگ اہلِ بیت و ازواجِ مطہراتؓ پر عیب لگاتے یا گند اُچھالتے ہیں گویا وہ اعلان کر رہے ہیں کہ اللہ تعالےٰ نے ارادہ ہی فرمایا ہے اُسے پُورا نہیں کیا تو غور کیجیے کہ ایسا کہنے والے کا کیا حشر ہونا ضروری ہے۔

۲۲ یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الۡکُفَّارَ وَالۡمُنَافِقِیۡنَ وَاغۡلُظۡ عَلَیۡهِمۡ وَمَاۡوٰىهُمۡ جَهَنَّمُ وَبِئۡسَ الۡمَصِیۡرُ۔ (سورۂ توبہ: ۷۳)

"اے نبی! کفار و منافقین سے جہاد کرو اور سختی کرو اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ بُرا ہی ٹھکانہ ہے۔"

سلمان رشدی اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے اس لئے منافق بھی ہے۔

چالیس احادیثِ مبارکہ

۱ـ حدثنا ابن عباس ان اعمى
كانت له ام ولد تشتم النبي
صلى الله عليه وسلم و تقع
فيه فينهاها فلا تنتهي
ويزجرها فلا تنزجر قال
فلما كانت ذات ليلة
جعلت تقع في النبي صلى
الله عليه وسلم وتشتمه
فأخذ المغول فوضعه في
بطنها و اتكأ عليها فقتلها
فوقع بين رجليها طفل
فلطخت ما هنالك بالدم
فلما أصبح ذكر ذلك للنبي
صلى الله عليه وسلم فجمع
الناس فقال انشد الله رجلا
فعل ما فعل لي عليه حق
الا قام فقام الاعمى يتخطى

"حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ
عنہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا کی
ام ولد باندی تھی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کو گالیاں دیتی تھی اور آپؐ کی شان
میں گستاخی کرتی تھی، یہ اس کو روکتا تھا
مگر وہ رکتی نہ تھی یہ اُسے ڈانٹتا تھا مگر
وہ مانتی نہ تھی۔ راوی کہتے ہیں کہ جب
ایک رات پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی شان میں گستاخیاں کرنی اور گالیاں
دینی شروع کیں تو اس نابینا نے ہتھیار
(خنجر) لیا اور اُس کے پیٹ میں رکھا اور
وزن ڈال کر دبا دیا اور مار ڈالا،
عورت کی ٹانگوں کے درمیان بچہ نکل
پڑا، جو کچھ وہاں تھا خون آلودہ ہو گیا۔
جب صبح ہوئی تو یہ واقعہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کے یہاں ذکر کیا گیا۔ آپؐ نے
لوگوں کو جمع کیا پھر فرمایا میں اس آدمی

الناس وھو یتزلزل حتی قعد بین یدی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یارسول اللہ ان صاحبہا کانت تشتمک وتقع فیک فأنہاھا فلا تنتھی وازجرھا فلا تنزجر ولی منہا ابنان مثل اللؤلؤتین وکانت لی رفیقۃ فلما کان البارحۃ جعلت تشتمک وتقع فیک فأخذت المغول فوضعتہ فی بطنہا واتکأت علیہا حتی قتلتہا فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ألا اشہدوا ان دمہا ھدر (ابوداؤد ص ۶۰۰ مطبع نور محمد کراچی وایضاً جمع الفوائد ص ۲۸۴ بحوالہ ابوداؤد ونسائی) وایضاً کنز العمال ص ۳۰۳ ج ۷ بحوالہ رش) ۔

کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے کیا جو کچھ کیا میرا اُس پر حق ہے کہ وہ کھڑا ہو جائے تو نابینا کھڑا ہو گیا، لوگوں کو پھلانگتا ہُوا اس حالت میں آگے بڑھا کہ وہ کانپ رہا تھا، حتیٰ کہ حضورؐ کے سامنے بیٹھ گیا اور عرض کیا کہ یارسولؐ اللہ مَیں ہوں اسے مارنے والا، یہ آپؐ کو گالیاں دیتی تھی اور گستاخیاں کرتی تھی مَیں اسے روکتا تھا وہ رُکتی نہ تھی، مَیں دھمکاتا تھا وہ باز نہ آتی تھی اور اس سے میرے دو بچے ہیں جو موتیوں کی طرح ہیں اور وہ مجھ پر مہربان بھی تھی لیکن آج رات جب اُس نے آپؐ کو گالیاں دینی اور بُرا بھلا کہنا شروع کیا تو مَیں نے خنجر لیا اس کے پیٹ پر رکھا اور زور لگا کر اُسے مار ڈالا۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگو گواہ رہو اس کا خون بے بدلہ (بے سزا) ہے۔“

ناظرین غور کریں کہ اپنے دو بچوں اور عزیز بچوں کی ماں رفیقۂ زندگی، مگر حضورؐ کی شان میں سخت تو اس کے مالک کو غیرتِ ایمانی کا وہ جوش ہُوا کہ اُس نے صُبح ہونے تک بھی برداشت نہ کیا اور اُسے فنا کے گھاٹ اُتار دیا۔ وہ مالک تھا غیرتِ ایمانی میں بے بس ہو گیا تھا اُس کا قتل کرنا معافی میں رہا۔

٢ـ عن علی رضی اللہ عنہ أن یھودیۃ کانت تشتم النبی صلی اللہ علیہ وسلم و تقع فیہ فخنقھا رجل حتی ماتت فابطل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دمھا۔ (ابوداؤد ص۲ مطبع نور محمد)	"حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودیہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتی اور بُرا کہتی تھی تو ایک آدمی نے اس کا گلا گھونٹ دیا یہاں تک کہ وہ مر گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے خون کو ناقابلِ سزا قرار دے دیا۔"

اُوپر والا واقعہ تو مملوکہ باندی کا تھا یہ غیر مملوکہ غیر مسلم کا ہے مگر غیرتِ ایمانی نے کسی قسم کا خیال کئے بغیر جوشِ ایمانی میں جو کرنا تھا کر دیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا بدلہ باطل قرار دیا۔ دونوں واقعات سے معلوم ہُوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والا مباح الدم (خون جائز) بن جاتا ہے اور حق کا علمبردار سزاؤں کا غیر مستحق ہو جاتا ہے بلکہ ثواب کا حق دار ہو جاتا ہے۔

٣ـ قال عمرو سمعت جابر بن عبد اللہ رضؓ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من لکعب بن الاشرف فإنہ قد آذی اللہ و رسولہ فقام محمد بن مسلمہ الخ رواہ البخاری فقتلوہ۔	"حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مَیں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہُوئے سُنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون کھڑا ہوگا کعب بن الاشرف کے لئے کیونکہ اُس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کو تکلیفیں پہنچائی ہیں تو محمد بن مسلمہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور پھر اپنے ساتھ جا کر اُسے قتل کر دیا پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی کہ اسے قتل کر دیا گیا ہے۔

وفی فتح الباری قوله
آذی الله ورسوله فی
روایة محمد بن محمود
عن جابر عند الحاکم
فقد آذانا بشعره وقوی
المشرکین ..... ومن
طریق أبی الاسود عن عروة
أنه کان یهجو النبی
صلی الله علیه وسلم و
یحرض قریشا علیهم۔
(فتح الباری ص۲۷ ج۷)

اور فتح الباری شرح بخاری میں ہے کہ
بخاری کی اس حدیث میں جو یہ آیا ہے کہ
اسی نے اللہ اور اُس کے رسول کو تکلیفیں
پہنچائی ہیں، حاکم کی روایت میں یہ بھی
اضافہ ہے کہ اُس نے اپنے اشعار کے
ذریعے سے ہمیں تکلیفیں پہنچائی ہیں اور
مشرکوں کی مدد کی ہے۔ اور حضرت
عروہؓ سے روایت ہے کہ یہ کعب بن
الاشرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی
ہجو کرتا تھا اور قریش کو مسلمانوں کے
خلاف اُبھارتا تھا۔"

نیز دیکھیں البدایۃ والنہایۃ ص۶ ج۴ اور سیرۃ نبویہ ابن کثیر ص۱۱ ج۳
نیز کنز العمال ص۲۶ ج ۵۔

یہ یہودی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اُن کے واسطے سے اللہ تعالیٰ
کو اذیت و تکلیف دیتا رہا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے قتل کے لئے
اعلان کیا تھا تو محمد بن مسلمہؓ نے یہ کارنامہ انجام دیا۔

۲ قال ابن کثیر فی البدایة
والنهایة ناقلا عن
البخاری قال بعث رسول
الله صلی الله علیه وسلم الی
ابی رافع الیهودی رجالا من
الانصار و امر علیهم

(۲) ابو رافع یہودی کو بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے اسی لئے بطور خاص قتل کروایا کہ
وہ آپؐ کو اذیتیں پہنچاتا تھا۔ علامہ ابن
کثیر نے البدایۃ والنہایۃ میں لکھا ہے کہ
بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ابو رافع کو قتل کرنے کے لئے

عبد الله بن عتيق وكان ابو رافع يؤذي رسول الله صلى الله عليه وسلم ويعين عليه ۔ (البداية والنهاية ص۱۳۸ ج۴ فتح الباري ص۳۴۴ ج۷)

چند انصار کا انتخاب فرمایا جن کا امیر حضرت عبد اللہ بن عتیق رضی کو مقرر کیا گیا اور یہ ابو رافع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیفیں دیتا تھا اور آپؐ کے خلاف لوگوں کی مدد کیا کرتا تھا۔"

اس سے معلوم ہوا کہ ایسے کاموں کے لئے چند آدمیوں کو مقرر کیا جا سکتا ہے اور یہ سب سزا کے نہیں بڑے ثواب کے مستحق ہوتے ہیں کہ دینی کارنامہ انجام دے رہے ہیں۔

۵۔ في الصحيح البخاري عن انس بن مالك رضي الله عنه ان النبي صلى الله عليه وسلم دخل مكة يوم الفتح وعلى رأسه المغفر فلما نزعه جاء رجل فقال ابن خطل متعلق بأستار الكعبة فقال فقال اقتله ۔ رواه البخاري (فتح الباري ص۱۲ ج۸ البداية والنهاية ص۲۹۳ ج۴)

"صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب فتح مکہ کے موقعہ پر مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو آپؐ کے سر مبارک پر خود پہنا ہوا تھا۔ جب آپؐ نے خود اتارا تو ایک آدمی اس وقت حاضر ہوا اور عرض کیا کہ ابن خطل کعبۃ اللہ کے پردوں سے لٹکا ہوا ہے۔ آپؐ نے فرمایا اسے قتل کر دو۔ (بخاری)

قال ابن تيمية في الصارم المسلول وانه كان يقول الشعر يهجو به رسول الله صلى الله عليه وسلم ويامر جاريتيه أن تغنيا به فهذا

امام ابن تیمیہ نے الصارم المسلول میں تحریر کیا ہے کہ یہ ابن خطل اشعار کہہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کیا کرتا تھا اور اپنی باندی کو وہ اشعار گانے کے لئے کہا کرتا تھا تو اس کے

له ثلاث جرائم مبيحة للدم، قتل النفس والردة والهجاء - (الصارم ص۱۳۵)

کل تین جرم ہیں جن کی وجہ سے یہ مباح الدم قرار پایا، ایک قتل، دوسرا ارتداد اور تیسرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بدگوئی "

۶۔ امر رسول الله صلى الله عليه وسلم بقتل المقينتين (ان لونڈیوں کا نام قریبہ اور قرتنا تھا اور یہ ابن خطل کی باندیاں تھیں دیکھیں اصح السیر ص۲۶۶) وكانتا تغنيان بهجاء رسول الله صلى الله عليه وسلم فامر بقتلهما - (البدایۃ والنہایۃ ج۴ ص۲۹۸)

اسی طرح ابن خطل مذکورہ کی ہجو گانے والی دونوں باندیوں کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقعہ پر قتل کر لے کا حکم دیا تھا جن کا نام قریبہ اور قرتنا تھا۔ ان دونوں کے قتل کرنے کا حکم بھی اس لئے دیا گیا کہ یہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں بدگوئی کے اشعار گایا کرتی تھیں "

ان میں سے قریبہ قتل کر دی گئی اور قرتنا بھاگ گئی۔ بعد میں آ کر مسلمان ہو گئی۔ (اصح السیر ص۲۶۶)

اگرچہ شعر دوسرے کے بنائے ہوئے تھے مگر یہ گانے والیاں اس کو دوسروں تک پہنچا رہی تھیں اس لئے غیر کا ایسا نثر نظم جملہ شائع کرنے والا بھی قتل کا مستحق ہے۔

۷۔ امر رسول الله صلى الله عليه وسلم بقتل حويرث ابن نقيذ في فتح مكه وكان ممن يؤذي رسول الله

"اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر حویرث ابن نقیذ کو قتل کرنے کا حکم ارشاد فرمایا یہ بھی ان لوگوں میں شامل تھا جو

صلّی اللہ علیہ وسلّم۔ — رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ایذا پہنچایا کرتے تھے۔

البدایہ والنہایہ صفحہ ۲۹۸ ج ۴

وقتلہ علی رضی اللہ عنہ — حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے

کما فی اصح السیر صفحہ ۲۶۴۔ — اس کو قتل کیا۔"

حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے پیروکاروں کے لئے یہ کام بڑا اہم ہے۔

۸ عن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم من سبّ نبیًا قتل ومن سبّ اصحابہ جُلد۔

الصارم المسلول صفحہ ۹۲ نیز صفحہ ۲۹۹

"حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے حضور صلّی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جو کسی نبی کو بُرا کہے اُسے قتل کر دیا جائے اور جو صحابہ کو بُرا کہے اُسے کوڑے لگائے جائیں۔"

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم تک کسی نبی کو بھی جو گالیاں دے گا یا بُرا کہے گا وہ قتل کا مستحق ہے اور جو صحابہؓ میں کسی کو بھی بُرا کہے گا اسے کوڑے لگانا ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام لیوا صاحبان کو کان کھول کر سُن لینا چاہیئے اور سارے مسلمانوں کو۔"

۹ عن أبی برزۃ الأسلمیؓ قال کنت عند ابی بکر فتغیظ علی رجل فاشتدّ علیہ فقلت أتأذن لی یا خلیفۃ رسول اللہ أن أضرب عنقہ قال

"حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مَیں حضرت ابوبکرؓ کے پاس موجود تھا کہ وہ ایک آدمی پر (کسی وجہ سے) غصّہ ہوئے اس نے حضرت ابوبکرؓ کو بہت سخت باتیں کہیں مَیں نے عرض کیا کہ اے خلیفۂ رسولؐ

فاذھب کلمتی غضبہ فدخل فارسل الی فقال ما الذی قلت آنفاً قلت اتأذن لی ان اضرب عنقہ قال اکنت فاعلاً لو امرتک قلت نعم قال لا واللہ ما کانت لبشر بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ (جمع الفوائد: بحوالہ ابوداؤد ونسائی: ص۲۸۵ نیز ابوداؤد ص۲۳۶ طبع نور محمد)	اگر آپ کی اجازت ہو تو میں اس کی گردن مار دوں، میرے اتنے کہنے ہی سے حضرت ابوبکرؓ کا غصہ ختم ہو گیا آپ اندر تشریف لے گئے پھر مجھے پیغام بھیج کر اندر بلایا۔ میں حاضر ہوا تو فرمایا ابھی تم نے کیا جملہ بولا تھا؟ میں نے وہ جملہ دہرا دیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں اس کی گردن مار دوں۔ حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا اگر میں اجازت دیدیتا تو کیا تم یہ کر گزرتے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! آپ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب یہ کسی دوسرے کیلئے نہیں ہے۔"

اوپر کی حدیث میں صحابہ کو بُرا کہنے پر کوڑے مارنا آیا ہے قتل صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا یا گالی پر آیا ہے۔

۱۳	وعن مجاھد قال أتی عمر برجل یسب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقتلہ ثم قال عمرؓ من سب اللہ أو سب احداً من الانبیاء فاقتلوہ۔ الصارم المسلول (ص۴۱۹ جلد۲)	"حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی کو لایا گیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرا کہتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بطور سزا اُسے قتل کیا اور پھر فرمایا جو اللہ تعالیٰ کو یا انبیاء میں سے کسی کو بُرا کہے اُسے قتل کر دو۔"

بیہ صاف حکم ہے کہ جو اللہ تعالیٰ یا کسی رسول یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایذا اور بُرا کہنے پر قتل ہے۔

۱۱ عن عکرمۃؓ قال اُتی علیؓ بزنادقہ فاحرقھم فبلغ ذلک ابن عباسؓ فقال لو کنت أنا لم احرقھم لنھی النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لا تعذبوا بعذاب اللہ ولقتلتھم لقولہ صلی اللہ علیہ وسلم من بدل دینہ فاقتلوہ۔ (للبخاری واصحاب السنن جمع الفوائد ص۲۸۴ ج۱)	"حضرت عکرمہؓ سے روایت ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس کچھ زندیقوں کو لایا گیا تو حضرت علیؓ نے انہیں آگ میں جلوا دیا جب یہ خبر حضرت عبداللہ ابن عباس کو ملی تو فرمایا اگر میں ہوتا تو ان کو آگ میں نہ جلاتا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ اللہ کے عذاب کے ساتھ عذاب نہ دو ہاں میں ان کو قتل ضرور کرتا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ جو اپنے دینِ الٰہی کو تبدیل کرے اُسے قتل کر دو۔"

زندیق وہ منافق ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اپنے کو مسلمان کہتے کہلاتے ہیں اور اندر سے کافر ہیں جیسے آج کل بہت لوگ ایسے ہی ہیں۔ ان کی سزا جلانا تو نہیں ہے، قتل ہے۔

۱۲ من ارتد عن دینہ فاقتلوہ۔ طب کنز العمال ص۲۳ ج۱	"جو اپنے دین الٰہی سے مرتد ہو اُسے قتل کر دو۔"

حدیث : کل مولود یولد علی الفطرۃ (ہر بچہ فطری، الٰہی دین پر پیدا ہوتا ہے) تو جب فطرتِ دین اسلام ہے، جو اس اپنے دین کو بدل دے وہ مرتد قابلِ قتل ہے۔

۱۳۔ من بدل دینہ فاقتلوہ۔ (حم خ) کنز العمال ص۲۳ ج ۱)
"جو اپنے دین (حنیف) کو تبدیل کرے اُسے قتل کر دو"۔

۱۴۔ ان من ابغض الخلق الی اللہ تعالیٰ لمن آمن ثم کفر۔ (طب) کنز العمال ص۲۳)
"اللہ تعالیٰ کے نزدیک ساری مخلوق میں سب سے زیادہ قابلِ نفرت وہ شخص ہے جس نے ایمان لانے کے بعد پھر کفر کیا"۔

ایمان یعنی ہمیشہ ہمیشہ کی نجات کا تحفہ لینے کے بعد کُفر کرتا ہے تو وہ اسلام کی توہین، اللہ اور رسولؐ کی اور سارے مُسلمانوں کی توہین اور اہانت کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی زمین میں رہنے سہنے کے بالکل لائق نہیں وہ تو ہر مرتد سے بدترین مرتد ہے۔

۱۵۔ من غیر دینہ فاقتلوہ۔ (الشافعی) کنز العمال ص۲۳ ج۱)
"جو اپنے دین (اسلام) کو بدلے اُسے قتل کر دو"۔

فطری دین کو بدل ڈالنے پر یہ حکم ہے اور احکام یقینی کو بدل ڈالنے کا بھی یہی حکم ہے۔ جو لوگ دوسرے قانون لے رہے ہیں اُن کی بھی یہ سزا ہے۔

۱۶۔ من رجع عن دینہ فاقتلوہ۔ (حب) کنز العمال ص۲۳ ج۱)
"جو اپنے دین اسلام سے پھر جائے اُسے قتل کر دو"۔

فطری دین سے لوٹ جانے پر بھی قتل کی سزا ہے۔ جو لوگ اسلامی قانون کو بدل کر غیر اسلامی قانون لاتے ہیں، ان دونوں حدیثوں کی رُو سے وہ بھی قابلِ سزائے عظیم ہیں۔

۱۷۔ اشتد غضب اللہ علی قوم کلموا وجہ رسول اللہ۔ (طب) کنز العمال ص۲۶۲ ج۵)
"اس قوم پر اللہ تعالیٰ کا سخت غضب ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ زخمی کیا"۔

جہاد میں ایسا کیا یا اُن کی بات و حکم کو توڑا جیسے آج کل احکام الٰہی کو توڑا جا رہا ہے۔

۱۸ ان اللہ اختارنی و اختار لی اصحابی و اصہاری و سیأتی قوم یسبونہم وینقصونہم فلا تجالسوہم ولا تشاربوھم ولا تواکلوھم ولا تناکحوھم۔ (عق عن انس) کنز العمال ص۱۳۳ ج ۶۔

"بے شک اللہ تعالےٰ نے مجھے (انسانوں میں سے) پسند کیا ہے اور میرے لئے صحابہؓ اور خسر و داماد کو پسند کیا اور کچھ آگے سے لوگ آئیں گے جو اُن کو بُرا کہیں گے اور اُن میں عیب نکالیں گے تم نہ اُن کے ساتھ بیٹھنا نہ اُن کے ساتھ کھانا پینا کرنا اور نہ اُن کے ساتھ نکاح وغیرہ کرنا"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد دل کی گہرائیوں میں پیوست کرنے کی ضرورت ہے کہ آج کل ایسے لوگ بھی نظر آرہے ہیں، کم بیش ہیں، ان سب سے قلبی قطع تعلق فرض ہے۔ ان کے ساتھ کھانا، پینا، بیٹھنا، اُٹھنا شادی وغیرہ سب منع ہے۔

۱۹ ان اللہ اختارنی و اختار لی اصحابا و اختار لی منہم اُصہارًا و انصارا فمن حفظنی فیہم حفظہ اللہ و من آذانی فیہم آذاہ اللہ۔ (خط عن انس رضی اللہ عنہ) کنز العمال ص۱۳۳ ج ۶۔

"یقیناً اللہ تعالےٰ نے مجھے پسند کیا اور میرے صحابہؓ کو پسند کیا اور میرے لئے خسر و داماد اور انصار کو پسند کیا جو اُن کے بارے میں میرے حق کی حفاظت کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت کرے گا اور جو اُن کے بارے میں مجھے اذیت دے گا اللہ تعالےٰ اُس کو اذیت دے گا"

کون ہے جسے اللہ تعالےٰ کی حفاظت کی ضرورت نہ ہو اور کون ہے جو کسی کو اللہ تعالیٰ کی دنیوی و اخروی اذیت سے بچا سکے، لہٰذا سب حضرات کو اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے تاکہ اپنے کو دُنیا و آخرت میں تباہ ہونے سے بچا سکیں۔

نمبر۲ ان اللہ اختارنی و اختار لی اصحابا فجعل لی منھم وزرآء و اصھارا و انصارًا فمن سبّھم فعلیہ لعنۃ اللہ والملائکۃ والناس اجمعین لا یقبل اللہ منہ یوم القیامۃ صرفا ولا عدلا (طبرانی عن عویم بن ساعدہؓ) کنز العمال ص۱۳۳ ج ۶۔

"بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے چُنا اور میرے لئے صحابہ کو چُنا اور ان صحابہؓ میں سے میرے وزراء، خسر و داماد اور انصار بنائے جو اُن کو گالی دے گا اُس پر اللہ تعالےٰ فرشتوں اور لوگوں کی طرف سے لعنت اللہ تعالےٰ اس سے قیامت کے دن نہ توبہ قبول کرے گا نہ فدیہ کو اور نہ عبادت کو"

صرفا و عدلا ای توبۃ و فدیۃ۔ مجمع بحار الانوار ص۲۴۴۔

فضل ازواجہ علیہ السلام رضی اللہ عنھن

ازواجِ مطہراتؓ کے متعلق پہلے تو یہ آیت پڑھئے۔

اِنَّمَا يُرِيۡدُ اللّٰهُ لِيُذۡهِبَ عَنۡكُمُ الرِّجۡسَ اَهۡلَ الۡبَيۡتِ وَيُطَهِّرَكُمۡ تَطۡهِيۡرًا ۔ (سورۃ احزاب)

" اور اللہ تعالےٰ کو یہ منظور ہے کہ اے نبی کے گھر والو تم سے آلودگی کو دُور رکھے اور تم کو پاک صاف رکھے"

جن کی پاکیزگی اور طیب اور طاہر ہونے کی شہادت خود اللہ تعالےٰ دے

رہے ہیں۔ آپ خیال کیجئے کہ ان کے متعلق کچھ برا کہنے والا اللہ تعالےٰ کے ارشاد کو جھٹلا رہا ہے تو غور کیجئے کیا اس میں اسلام کی کوئی رمق باقی ہو گی کیا وہ مسلمان رہ سکے گا یکیا سزائے سخت سے بچ سکتا ہے ؟

۲۱۔ خیارکم خیارکم لنسائی۔ "تم میں سے بہترین وہ ہیں جو میری عورتوں کے حق میں بہترین ہو"

کنز العمال ص۲۲۶ ج ۶

ازواجِ مطہراتؓ کو طیب و طاہر ماننے والا ہی خیر ہو سکتا ہے ان میں کسی قسم کا شبہ بھی پیدا کرنے والا اسلام اور مسلمانوں کا دشمن ہو گا۔

۲۲۔ لن یحنو علیکن بعدی الا الصّالحون وفی روایۃ الا الصابرون۔ "تم پر میرے بعد صرف نیک لوگ ہی شفقت کریں گے"

(کنز العمال ص۲۲۶، ۲۲۷ ج ۶)

یہ پیشین گوئی صاف بتا رہی ہے آوارہ و بدکردار لوگ بکواس کیا کریں گے۔ صرف نیک اور صابر ہی میرے بعد تم پر شفقت کریں گے۔

۲۳۔ ان الذی یحنو علیکن بعدی لھو الصادق البار (قال لازواجہ) کنز العمال ص۲۲۶ ج ۶ "میرے بعد تم پر جو شفقت کرے گا وہی سچا اور نیک ہو گا"

غور کیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سچے اور نیک ہونے کا معیار کیا ہے۔

۲۴۔ ان فضل عائشۃؓ علی النساء کفضل الثرید علی سائر الطعام۔ (رواہ عن انسؓ) کنز العمال ص۲۲۴ ج ۶۔ "عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی فضیلت باقی خواتین پر ایسی ہی ہے جیسے ثرید کی فضیلت باقی تمام کھانوں پر"

دُنیا و آخرت کی تمام عورتوں پر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو وہ فضیلت حاصل ہے جو سب کھانوں پر ثرید کو (عرب کا مرغوب ترین کھانا ہے) سب کھانوں پر "۔

۲۵ احب النساء الی عائشۃ ومن الرجال ابوھا۔ (ق ت عن عمرو بن العاص۔) (ت ہ عن انس) کنز العمال ص ۳۲۴ ج ۶) — "عورتوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب عائشہ رضؓ ہیں اور مَردوں میں اُن کے والد (ابوبکر رضی اللہ عنہ) سب سے محبوب ہیں "۔

غور کیجئے کہ اللہ و رسولؐ کے بعد عورتوں میں سب سے زیادہ محبوب حضرت عائشہ رضؓ اور مَردوں میں اُن کے والد، چونکہ قاعدہ ہے دوست کا دوست، دوست ہوتا ہے (حبیب الی قلبی حبیب حبیبی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے حبیب اور یہ دونوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حبیب تو دونوں اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں ۔

۲۶ عائشۃ زوجتی فی الجنۃ۔ کنز العمال ص ۲۲۴ ج ۶ — "عائشہ رضؓ جنت میں میری زوجہ ہوں گی "۔

دُنیا و آخرت میں جن کو یہ اعزاز حاصل ہے تو وہ کون قرار پائے گا جو اُن سے نفرت کرے ۔

۲۷ ھذا جبرئیل یقرئک السلام۔ کنز العمال ص ۲۲۴ ج ۶ — "اے عائشہ رضؓ! یہ جبرئیل تمہیں سلام کہہ رہے ہیں "۔

تمام فرشتوں میں سے افضل فرشتہ تمام انبیاء پر وحی لانے والے فرشتہ نے جن کو سلام کیا وہ کیا ہوں گی ۔

۲۸ وان اللہ جمع بینی و بین ریقہ ۔ — "حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ وصالِ نبویؐ کے وقت اللہ تعالیٰ نے میرے اور حضور

(کنز العمال ص۲۲۴ ج ۶) صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب اطہر کو جمع فرمایا تھا۔ مسواک کا واقعہ وصال اطہر کے وقت کا معروف ہے)۔

حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے بیوہ ہونے کے بعد اُن کے والد حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ سے نکاح کرنے کا ارادہ ظاہر کیا مگر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اعتراض کیا اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عثمانؓ کی شکایت بارگاہِ نبوی میں کی تو آپؐ نے فرمایا :-

۲۹ تزوج حفصة خير من عثمان ويتزوج عثمان خيرًا من حفصة فزوجه النبى صلى الله عليه وسلم ابنته۔ (کنز العمال ص۱۱ ج۷)	"حفصہؓ سے وہ شادی کرے گا جو عثمانؓ سے بہتر ہوگا اور عثمانؓ ایسی خاتون سے شادی کریں گے جو حفصہؓ سے بہتر ہوگی"۔

جن کی بہتری حضورؐ فرمائیں ان کو کسی قسم کا عیب لگانا خالص جھوٹ اور مکاری نہیں تو کیا ہے۔

۳۰ قال لى جبريل راجع حفصة فانها صوامة قوامة فانها زوجتك فى الجنة (ک عن انس وعن قيس بن زيد) (کنز العمال ص۲۶۶ ج ۶)	"مجھے جبرئیل نے کہا کہ حفصہؓ سے رجوع کر لیجئے کیونکہ وہ بہت روزہ دار اور بہت قیام اللیل کرنے والی ہیں اور یہ جنت میں آپ کی زوجہ ہوں گی"۔

جبرئیل علیہ السلام بغیر اللہ تعالیٰ کے حکم کے کچھ نہیں کہہ سکتے تو جن کو اللہ تعالیٰ بواسطہ جبرئیل روزوں والی رات کی عبادت والی فرمائیں ان کی شان میں گالیاں پیش کرنا، اللہ تعالیٰ کو جھوٹا کہنا ہوگا۔ غور کیجئے کتنا سخت جرم ہے۔

۳۱	من سب احدًا من اصحابی فعلیه لعنة الله ـ (ش عن عطاء مرسلا) کنز العمال ص ۱۳۶ ج ۱	"جو میرے صحابہ میں سے کسی کو بُرا کہے اُس پر اللہ کی لعنت"
۳۲	من سب احدًا من اصحابی فاجلدوہ ـ (ابوسعید) کنز العمال ص ۱۳۶ ج ۶ ـ	"جو میرے صحابہؓ میں سے کسی کو گالی دے اُسے کوڑے لگاؤ"

یہ حدیث اور ۳۰ والی حدیث، صحابہ کرامؓ کو بُرا کہنے پر جو بتا رہی ہیں وہ ہر حکومت کا فرض ہے، جو حکومت نہیں کرتی وہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مجرم ہے ـ

۳۳	عن أبی سعید الخدریؓ قال قال النبیؐ لا تسبّوا اصحابی فلو أن احدکم أنفق مثل أحدٍ ذهبًا ما بلغ مدّ احدهم ولا نصیفه ـ متفق علیه مشکوٰة ص ۵۵۳	"فرمایا میرے صحابہؓ کو بُرا مت کہو کیونکہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا خرچ کرلے تو بھی صحابہؓ میں سے ایک مُد (۶۸ تولے) تو کیا اس کے آدھے کے برابر بھی نہ پہنچے گا"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کو بُرا کہنا حرام قابلِ سزا ہے کیونکہ ان کا مرتبہ بے حد بلند ہے تم میں سے کوئی اُحد پہاڑ کے برابر خیرات کرے تو صحابیؓ کے ایک مُد کے برابر بھی نہیں ہوتا اور ثواب خلوصِ دل سے بڑھتا ہے تو ان میں سے ہر ایک کا خلوص دوسرے سے اتنا بڑھا ہوا ہے ـ سوچئے ان کو بُرا کہنے والوں کا عذاب کتنا ہوگا ؟

۳۴	عن جابر رضی الله عنه قال رأیت رسول الله صلی الله علیه وسلم فی حجته یوم عرفة	"حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے عرفہ والے دن حجۃ الوداع کے موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ

وھو علی ناقتہ القصواء یخطب فسمعتہ یقول یا ایّھا النّاس انی ترکت فیکم ما ان اخذتم بہ لن تضلّوا کتاب اللہ وعترتی اھل بیتی۔ (ترمذی بحوالہ مشکوٰۃ ص۵۶۹)

صلی اللہ علیہ وسلّم کو قصویٰ اُونٹنی پر سوار دیکھا آپؐ خطبہ دے رہے تھے، مَیں نے آپ کو یہ فرماتے سُنا کہ اے لوگو! مَیں نے تم میں وہ کچھ چھوڑا ہے کہ اگر تم اسے تھامے رکھو تو ہرگز گمراہ نہ ہوگے:۔ کتاب اللہ اور میرا کنبہ میرے اہل بَیت"۔

گناہ اور گمراہی سے بچانے والی دو چیزیں ہیں قرآن اور حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی اولاد واہل بَیت (ازواج) ان کی توہین ایسی ہے جیسے قرآن کی توہین۔

۳۵؎ عن ابن عمر رضی اللہ عنھما قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم اذا رأیتم الذین یسبّون اصحابی فقولوا لھم لعنۃ اللہ علی شرّکم۔ رواہ الترمذی مشکوٰۃ ص۵۵۴

"حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو بُرا کہہ رہے ہوں تو یہ کہہ دیا کرو تم (دونوں فریقوں) میں سے جو بُرا اُس پر اللہ کی لعنت"۔

صحابہؓ (مرد ہوں یا عورت) جو اُن کو بُرا کہے اس کو یہ جواب دینا ہے کہ ان میں سے تم میں سے جو بَد ہو، اُس پر خدا کی لعنت اور ظاہر ہے کہ بُرا کہنے والا بَد ہے تو اس پر لعنت کی ہر مسلمان کو دُعا کرنی ہے۔

۳۶؎ عن ابن عباس رضی اللہ عنھما قال قال رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم احبّوا اللہ بما یغذوکم من نعمۃ واحبّونی لحبّ اللہ واحبّوا

"رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اللہ تعالےٰ سے محبّت کرو کہ وہ تمہیں طرح طرح کی نعمتوں سے غذا پہنچاتا ہے اور مجھ سے محبّت کرو اللہ تعالےٰ کی محبّت کی وجہ سے اور میرے اہلِ

اھل بیتی لحبّی ۔	بیت سے محبّت کرو، میری محبّت
(ترمذی، مشکوٰۃ ص۵۷۳)	کی وجہ سے ۔"

مشہور قاعدہ دوست کا دوست، دوست ہوتا ہے بقول متبنی ؎

حبیب الی قلبی حبیب حبیبی

یعنی محبوب کا محبوب میرے دل کا محبوب ہے ۔

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبّت ہے تو اُن کے تمام دوستوں سے محبّت لازم ہے ۔ ان دوستوں، عزیزوں کو بُرا کہنے والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبّت کے دعویٰ میں جھوٹا ہے ۔

۳۷ عن عبد اللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضا من بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم و من ابغضھم فببغضی ابغضھم ومن آذاھم فقد آذانی ومن آذانی فقد آذی اللہ ومن آذی اللہ فیوشک ان یاخذہ ۔	"ڈرو اللہ سے، ڈرو اللہ سے، ڈرو اللہ سے ڈرو اللہ سے میرے صحابہ کے بارے میں میرے بعد ان کو نشانہٗ ملامت نہ بناؤ جو ان سے محبّت کرتا ہے میری محبّت کی وجہ سے اُن سے محبّت کرتا ہے اور جو اُن سے نفرت کرتا ہے وہ میری نفرت کی وجہ سے اُن سے نفرت کرتا ہے اور جس نے انہیں اذیّت دی اُس نے مجھے اذیّت دی اور جس نے مجھے اذیت دی اُس نے اللہ تعالےٰ کو اذیت دی تو قریب ہے کہ اللہ تعالےٰ اُس کو پکڑ لے ۔"
ترمذی ۔ مشکوٰۃ ص۵۵۴	

غور کیجئے حضورؐ کے صحابہؓ سے کینہ اور بُرا کہنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دینا ہے اور حضورؐ کو اذیت دینا اللہ تعالےٰ کو اذیت دینا ہے اور اللہ تعالےٰ

کو جو اذیت دے گا تو قریب ہے کہ اُس کی پکڑ ایسی ہو کہ پھر دُنیا و آخرت میں ٹھکانہ نہ ہو گا۔

۳۸۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم زرین۔ مشکوٰۃ ص۵۵۴

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے صحابہؓ ستاروں کی مانند ہیں اُن میں سے جس کی تم اقتدار کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔"

صحابیؓ وہ ہے جسکی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایکبار بھی ملاقات ہو گئی چاہے اُس نے دیکھا بھی نہ ہو جیسے اندھا، اس ایک ملاقات سے وہ صحابی ہو گیا مرد ہو، عورت ہو، بچہ ہو، بڑا ہو، اولاد ازواج میں سے ہو۔ اس کیمیاوی ملاقات سے وہ ہادی و مقتدائے قوم بن جاتا ہے۔ اس کو بُرا کہنے والا اپنی دُنیا و آخرت کی تباہی کو دیکھے۔

۳۹۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکرموا اصحابی فانھم خیارکم ثم الذین یلونھم ثم الذین یلونھم ثم یظھر الکذب۔ (الحدیث) مشکوٰۃ ص۵۵۳

"فرمایا میرے صحابہؓ کی عزت کرو کیونکہ وہ تم میں سب سے بہتر ہیں پھر وہ اُن کے قریب ہیں (یعنی تابعین) پھر وہ اُن کے قریب ہیں (یعنی تبع تابعین) پھر جھوٹ پھیل جائے گا۔"

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صدی، صحابہؓ کی صدی، تابعین کی صدی خیر ہی خیر ہے۔ ان کے لوگوں کو بُرا کہنے والا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خیر کہنے کا منکر ہے اس سے کفر تک کا اندیشہ ہے۔ فرمایا پھر جھوٹ پھیل جائے گا۔ اس کی دلیل ہے کہ تین صدیاں جھوٹ کے پھیلنے سے محفوظ ہیں اس لئے اُن کے بعد کا اجتہاد بھی معتبر نہیں ہے۔

۲۱۔ خیر امتی قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم۔ (الحدیث) متفق علیہ مشکوٰۃ ص۵۵۳

"میری اُمت کا بہترین میری صدی ہے پھر وہ لوگ جو اُس کے متصل ہیں" (یعنی تیسری صدی والے)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنے والے کے کفر اور اُس کی سزائے قتل کے بارے میں علماء اُمت کا اجماع

مُعتبر و مستند کتابوں سے دسؔ حوالے

۱۔ وفی المیزان الکبری للشعرانی: المرتدۃ وھی قطع الاسلام نیۃ أو قول کفر او فعل وقد اتفق الائمۃ علی أن من ارتد عن الاسلام وجب قتلہ وعلی ان قتل الزندیق واجب و ھو الذی یسر الکفر ویتظاھر بالاسلام وعلی أنہ اذا

"امام شعرانیؒ فرماتے ہیں:۔ ارتداد کا مطلب یہ ہے کہ اسلام کو نیتًا یا کلمۂ کفریہ یا فعل کفر کے ذریعہ سے ختم کرا دینا۔ اور ائمہ کا اتفاق ہے کہ جو اسلام سے مرتد ہو جائے اس کا قتل کرنا واجب ہے اور اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ زندیق کا قتل کرنا واجب ہے جو بظاہر اپنے کو مسلمان کہتا ہوا در حقیقتًا کافر ہو۔ اور اس بات پر بھی

ارتد اهل قرية بالدين قوتلوا وصارت اموالهم غنيمة و هذا ما وجدته من مسائل الاتفاق -

اتفاق ہے کہ اگر کسی بستی والے مرتد ہو جائیں تو اُن سے قتال کیا جائے گا اور ان کے اموال مالِ غنیمت سمجھے جائیں گے، یہ وہ متفقہ مسائل ہیں جو مجھے ملے ہیں "۔

٧- و فی فتح الباری شرح البخاری للحافظ ابن حجر ص۲۳۶ ج ۱۲ -

صحیح بخاری کے مشہور شارح جلیل القدر محدث حافظ ابن حجرؒ عسقلانی شافعی اپنی کتاب فتح الباری میں لکھتے ہیں :-

وقد نقل ابن المنذر الاتفاق علی ان من سب النبی صلی الله علیه وسلم صریحا وجب قتله ونقل ابوبکر الفارسی احد ائمة الشافعیه فی کتاب الاجماع ان من سب النبی صلی الله علیه وسلم بما هو قذف صریح کفر باتفاق العلماء فلو تاب لم یسقط عنه القتل لان حد قذفه القتل وحد القذف لا یسقط بالتوبة - وخالفه القفالؒ

ابن المنذر نے اس بات پر علماء کا اتفاق نقل کیا کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دے اُسے قتل کرنا واجب ہے آئمہ شوافع کے معروف امام ابوبکر الفارسی نے اپنی کتاب الاجماع میں نقل کیا ہے کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تہمت کے ساتھ بُرا کہے اُس کے کافر ہونے پر تمام علماء کا اتفاق ہے توبہ کر لے تو بھی اس کا قتل ختم نہ ہوگا کیونکہ قتل اس کے تہمت لگانے کی سزا ہے اور تہمت کی سزا توبہ سے ساقط نہیں ہوتی۔ قفالؒ نے البتہ اس کی مخالفت کی ہے اور کہا ہے کہ یہ کفر گالی کی وجہ سے تھا تو دوبارہ اسلام قبول کرنے سے قتل

وقال أكفر الكفر بالسب
فيسقط القتل بالإسلام
وقال صيدلاني يزول
القتل ويجب حد القذف
وَضَعَّفَهُ الإمام فإن
عرض فقال الخطابي لا
أعلم خلافا في وجوب قتله
إذا كان مسلمًا وقال ابن
بطّال اختلف العلماء
فيمن سب النبي صلى الله
عليه وسلم فأما أهل
العهد والذمة كاليهود
فقال ابن القاسم عن
مالك يقتل إلا أن
يسلم وأما المسلم فيقتل
بغير استتابة ونَقَل
ابن المنذر عن الليث
والشافعي وأحمد وإسحاق
مثله في حق اليهودي و
نحوه ومن طريق الوليد
بن مسلم عن الأوزاعي و
مالك في المسلم هي ردة

ساقط ہو جائے گا۔ صیدلانیؒ کا قول
یہ ہے کہ قتل تو ساقط ہو جائے گا مگر
حد قذف جاری ہوگی۔ مگر امام نے اس
قول کو ضعیف قرار دیا ہے۔ یہ تو صریح
تہمت کا حکم تھا اگر تعریضاً (یعنی اشارۃً
وکنایتہً) بُرا کہا تو خطابی کا قول ہے
کہ اگر یہ بُرا کہنے والا مسلمان تھا تو
اس کے قتل کے واجب ہونے میں مجھے
کسی کے اختلاف کا علم نہیں۔ ابن بطالؒ
کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی
دینے والے کے بارے میں علماء کا
اختلاف یہ ہے کہ ذمیوں نے اگر ایسا
کیا تو ابن القاسم کی روایت کے
مطابق امام مالکؒ نے فرمایا اگر اسلام
نہ لائے تو قتل کر دیا جائے۔ باقی مسلم
ایسا کرے تو بغیر توبہ طلب کئے اسے
قتل کر دیا جائے اور ابن المنذر نے
لیثؒ بن سعد، امام شافعیؒ، امام احمدؒ بن
حنبل اور امام اسحاقؒ سے یہودی وغیرہ
کے بارے میں یہی فتویٰ نقل کیا ہے
اور ولید بن مسلم کی روایت کے مطابق
امام اوزاعیؒ اور امام مالکؒ کا مذہب

یستتاب منہا وعن الکوفیین	یہ ہے کہ مسلمان ایسا کرے تو مرتد ہو
اذا کان ذمیا عزر وان	جائے گا (جس کی سزا قتل ہے) اور
کان مسلماً فھی ردۃ ۔	اُسے توبہ کرنے کو کہا جائے گا اور علماء
(فتح الباری ص۲۳۶ ج۱۲ وفیہ ایضاً	کوفیین کا مذہب یہ ہے کہ اگر وہ ذمی
واحتج الطحاوی لاصحابھم	ہے تو اُس کی سزا تعزیر ہے اور اگر
بحدیث الباب واید کا بان	مسلمان ہے تو یہ ارتداد ہے (اور اس
ھذا الکلام لو من مسلم لکان ردۃ ص۲۳۶ ج۱۲	کی سزا قتل ہے)

۳۔ وفی خلاصۃ الفتاویٰ :

علامہ طاہر بخاریؒ اپنی کتاب خلاصۃ الفتاویٰ میں لکھتے ہیں :-

وفی المحیط من شتم	"محیط میں ہے کہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم
النبی صلی اللہ علیہ وسلم	کو گالی دے، آپؐ کی اہانت کرے
واھانہ أو عابہ فی امر	آپؐ کے دینی معاملات یا آپؐ کی
دینہ او فی شخصہ أو فی	شخصیت یا آپؐ کے اوصاف میں سے
وصف من أوصاف ذاتہ	کسی وصف کے بارے میں عیب جوئی
سوا، کان الشاتم مثلاً	کرے، چاہے گالی دینے والا آپؐ کی
من امتہ اوغیرھا و	اُمت میں سے ہو اور خواہ اہلِ کتاب
سواء کان من أھل الکتاب	وغیرہ میں سے ہو، ذمی ہو یا حربی،
أوغیرہ ذمیا کان أو	اور خواہ یہ گالی، اہانت اور عیب
حربیا، سواء کان الشتم	جان بوجھ کر ہو یا سہواً اور غفلت کی
أو الاھانۃ أو العیب	بنا پر، نیز سنجیدگی کے ساتھ ہو یا
صادراً عنہ عمداً أو سھواً	مذاق سے، ہر صورت میں ہمیشہ کے لئے
أو غفلۃ أو جداً أو ھزلاً	یہ شخص کافر ہو گا اس طرح کہ اگر توبہ

فقد كفر خلوداً بحيث ان تاب لم يقبل توبته ابداً لا عند الله ولا عند الناس وحكمه فى الشريعة المطهرة عند المتاخرين المجتهدين اجماعاً وعند المتقدمين القتل قطعاً ولا يداهن السلطان ونائبه فى حكم قتله۔

(خلاصۃ الفتاوی ص۳۸۶ ج۲)

کرے گا تو بھی اس کی توبہ نہ عنداللہ مقبول ہے اور نہ عندالناس۔ اور تمام متقدمین اور تمام متاخرین و مجتہدین کے نزدیک شریعت مطہرہ میں اُس کی قطعی سزا قتل ہے۔ حاکم اور اس کے نائب پر لازم ہے کہ وہ ایسے کے قتل کے بارے میں ذرا سی نرمی سے بھی کام نہ لے۔"

۴۔ وفى رحمة الامة للشيخ الدمشقى الشافعىؒ:

الردة هى قطع الاسلام بقول أو فعل او نية اتفق الائمة على ان من ارتد عن الاسلام وجب عليه القتل ثم اختلفوا هل يتحتم قتله فى الحال أم يوقف على استتابته وهل استتابته واجبة او مستحبة واذا استتيب فلم يتب هل يمهل أم لا فقال أبو حنيفة لا تجب

شیخ دمشقی شافعی رحمۃ الامۃ میں لکھتے ہیں:۔

"ارتداد، اسلام کو نیتاً یا قولاً یا فعلاً ختم کر دینے کا نام ہے اور ائمہ کا اتفاق ہے کہ جو اسلام سے مرتد ہو اُس کا قتل واجب ہے البتہ اختلاف اس میں ہے کہ فوراً قتل کیا جائے گا یا توبہ کرنے کی مہلت دی جائے گی۔ اور اختلاف اس میں ہے کہ توبہ کرنے کے لئے کہنا واجب ہے یا صرف مستحب، اور اگر توبہ کروانے کے باوجود توبہ نہ کرے تو کیا مزید مہلت دی جائے گی یا نہیں؟ امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اسے توبہ

استتابته ويقتل في الحال إلا أن يطلب إلا مهال - (ص۱۳۶ ج ۲)	کے لئے کہنا واجب نہیں ہے بلکہ فوراً اسے قتل کر دیا جائے گا۔ الّا یہ کہ وہ خود مُہلت طلب کرے"۔
۵ وقال ابن تيميةؒ :	ابن تیمیہؒ اپنی معروف کتاب الصارم المسلول میں لکھتے ہیں :-
وعن مجاهد قال اتى عمر برجل يسبّ رسول الله صلى الله عليه وسلم فقتله ثم قال عمر من سبّ الله أو سبّ احدا من الانبياء فاقتلوه هذا مع أن سيرته في المرتد انه يستتاب ثلاثا ويطعم كل يوم رغيفا لعله يتوب فإذا امر بقتل هذا من غير استتابة علم ان جرمه اغلظ عنده من جُرم المرتد المجترد فيكون جرم سابه من أهل العهد أغلظ من جرم من اقتصر على نقض العهد ولا سيما وقد أمر بقتله مطلقا من غير	"حضرت مجاہدؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کے پاس ایک ایسے شخص کو لایا گیا جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو بُرا کہہ رہا تھا، حضرت عمرؓ نے اُسے قتل کرنے کا حکم دیا۔ پھر فرمایا جو اللہ تعالیٰ یا انبیاءؑ میں سے کسی کی شان میں گستاخی کرے اُسے قتل کر دو۔ یہ بات قابلِ غور ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طریقہ مرتد کے بارے میں یہ رہا ہے کہ اسے تین دن تک توبہ کے لئے کہا جائے اور ہر روز ایک روٹی بطور غذا اُسے دی جاتی رہے تاکہ شاید وہ توبہ کر لے (اور اُس کی جان بچ جائے) لیکن اس گستاخی کرنے والے کو حضرت عمرؓ نے توبہ طلب کئے بغیر قتل کرنے کا حکم دیا جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا جرم عام مرتد سے کہیں زیادہ

تذیا وکذالک المرأۃ التی سبّت النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم فقتلہا خالدبن ولید ولم یستتبہا دلیل علی أنہا لیست کالمرتدۃ المجردۃ وکذلک حدیث محمدبن مسلمۃ لما حلف لیقتلن ابن یامین لما ذکر أن قتل ابن الاشرف کان غادرًا وطلبہ لقتلہ بعد ذلک مدۃ طویلۃ ولم ینکر المسلمون ذلک علیہ مع انہ لوقتلہ لمجرد الردۃ لکان قد عاد الی الإسلام بما أتی بہ بعد ذلک من الشہادتین والصلوات ولم یقتل حتی یستتاب ، وکذلک قول ابن عباس فی الذی یرمی امہات المؤمنین إنہ لا توبۃ لہ نصٌّ فی ھذا المعنی وھذہ القضایا و قد اشتہرت ولم یبلغنا أن احدًا أنکر شئیا من ذلک -

(الصارم المسلول ص ۴۱۹ ج ۲)

سخت ہے ۔ اسی طرح وہ ذمی جو گستاخ ہو اس کا جرم اس عام ذمی سے کہیں زیادہ بڑھا ہوا ہے جو سخت ہے ۔ اسی طرح وہ ذمی جو گستاخ ہو اس کا جرم اس عام ذمی سے کہیں زیادہ بڑھا ہوا ہے جو صرف عہد توڑنے کا مرتکب ہوا ہو ۔ یہ بات پیشِ نظر رہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بلا کسی استثناء کے اُسے قتل کرنے کا حکم دیا تھا ۔ اسی طرح وہ عورت جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتی تھی حضرت خالد بن الولید نے اس سے بغیر توبہ طلب کئے اسے قتل کیا ۔ یہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ ایسی عورت عام مرتدہ کی طرح نہیں ہے ۔ اسی طرح محمد بن مسلمہ کہ جب انھوں نے ابن یامین کو قتل کرنے کی قسم کھائی اور ایک عرصہ تک اس کو قتل کرنے کی جستجو اور تلاش میں لگے رہے تو مسلمانوں نے ان پر کوئی اعتراض نہیں کیا حالانکہ اگر محض ارتداد ہی وجہ قتل ہوتا تو وہ اسلام لاکر کلمۂ شہادت پڑھ چکا تھا اور نمازیں ادا کر رہا تھا تو بغیر توبہ طلب

کئے اسے قتل کرنا جائز نہ ہوتا۔ اسی طرح جو شخص امہات المؤمنین پر تہمت لگائے، اس کے بارے میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا یہ قول کہ ایسے شخص کی کوئی توبہ نہیں، درحقیقت ہمارے مضمون کی تصریح ہے۔ بہرحال یہ واقعات مشہور ہیں اور ہمیں ایک شخص کے بارے میں بھی علم نہیں کہ اُس نے ان میں سے کسی بات پر اعتراض کیا ہو۔"

۶ وفی فتح القدیر لابن الھمام: کل من أبغض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بقلبہ کان مرتدا فالساب بطریق الاولی ثم یقتل حدا عندنا فلا تعمل توبتہ فی إسقاط القتل قالوا ھذا مذھب اھل الکوفۃ و مالک ونقل عن أبی بکر الصدیقؓ ولا فرق بین أن یجیئی تائبا من نفسہ أو شھد علیہ بذلک بخلاف غیرہ من المکفرات فإن الانکار فیھا توبۃ ولا تعمل الشھادۃ معہ حتی قالوا یقتل وإن

علامہ ابن الہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں: "اگر کوئی شخص قلباً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بغض رکھے تو وہ کافر و مرتد ہے تو گالی دینے والا بطریق اولیٰ مرتد ہوگا۔ پھر ہمارے (یعنی احناف کے) نزدیک اسے بطور سزا قتل کیا جائے گا اس کی توبہ قتل کے اسقاط میں مؤثر نہ ہوگی۔ علماء نے لکھا کہ اہلِ کوفہ اور امام مالکؒ کا یہی مذہب ہے اور یہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے منقول ہے چاہے بعد میں وہ خود توبہ کرکے عدالت میں آیا ہو یا اس کے خلاف گواہیوں سے یہ جرم ثابت ہُوا ہو۔ یہ گالی کا مسئلہ دوسرے مکفرات سے مختلف ہیں۔ کیونکہ وہاں انکار خود توبہ کے قائم مقام ہے تو شہادت بے کار ہو جاتی ہے۔ علماء نے

سب سکران ولا یعفی عنه ولا بد من تقییده بما اذا کان سکره بسبب محظور باشره مختارا بلا اکراه و إلا فهو کالمجنون وقال الخطابی لا أعلم احدًا خالف فی وجوب قتله و اما مثله فی حقه تعالی فتعمل توبته فی اسقاط قتله۔	یہاں تک فرمایا کہ گالی دینے والا نشہ میں ہو تب بھی قتل کیا جائے گا اور معاف نہیں ہوگا لیکن ہمارے خیال کے مطابق نشہ میں یہ قید ہونی چاہئیے کہ اس کا نشہ کسی ایسی ممنوع چیز کی وجہ سے ہو جو بلا اکراہ اپنے خیال سے اُس نے استعمال کی ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر اس کا حکم پاگل کا سا ہوگا۔ خطابی کا قول ہے کہ میں کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جس نے بدگو کے قتل کے واجب ہونے میں اختلاف کیا ہو۔ اور اگر یہ بدگوئی اللہ تعالیٰ کی شان میں ہو تو ایسے شخص کی توبہ سے اس کا قتل معاف ہو جائے گا۔"
(فتح القدیر ص۳۳۲ ج ۵)	

۷ وقال ابن نجیم :-	ابن نجیم بحر الرائق میں تحریر کرتے ہیں :-
ویستثنی منه مسائل اوولی الردۃ بسبه صلی الله علیه وسلم قال فی فتح القدیر کل من أبغض رسول الله صلی الله علیه وسلم بقلبه کان مرتدا فالساب بطریق الاولی ثم یقتل حدا عندنا فلا تقبل توبته فی اسقاط	"چند مسائل اس سے مستثنیٰ ہیں، پہلا وہ ارتداد جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرا کہنے سے ہو۔ فتح القدیر میں ہے کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قلبی نفرت کرے وہ مرتد ہے تو گالی دینے والا بطریق اولیٰ مرتد ہے۔ پھر ہمارے نزدیک اس گالی کے جُرم کی سزا قتل ہے اور اس کی توبہ اس کے قتل کی معافی میں

القتل قالوا هذا مذهب اهل الكوفة ومالك ونقل عن ابی بکر الصدیق رضی قال الخطابی لا اعلم احدًا خالف فی وجوب قتله و أما مثلهٗ فی حقه تعالیٰ فتقبل توبته فی اسقاط قتله ۔ وعَلَّلَهٗ البزازی بأنه حق تعلق به حق العبد فلا یسقط بالتوبة کسائر حقوق الآدمیین وکحد القذف لا یزول بالتوبة وصرح بان سب واحد من الانبیاء کذلک ۔ (ص۱۲۶ ج ۵)	مؤثر نہ ہوگی۔ علماء نے فرمایا کہ اہلِ کوفہ اور امام مالکؒ کا یہی مذہب ہے اور یہی حضرت ابوبکر صدیقؓ سے منقول ہے۔ خطابی کا قول ہے کہ مجھے علم نہیں کہ کسی نے ایسے شخص کے قتل کے وجوب میں اختلاف کیا ہو۔ البتہ حق تعالیٰ کی شان میں ایسا کرنے والے کی توبہ اس کے قتل کی معافی میں مؤثر ہوگی۔ بزازیؒ نے اس کی علت بیان کرتے ہوئے لکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کا تعلق حقوق العباد سے ہے اور حق العبد توبہ سے معاف نہیں ہوتا جیسے تمام حقوق العباد۔ اور جیسا کہ حدِ قذف (تہمت کی سزا) توبہ سے ختم نہیں ہوتی۔ بزازیؒ نے اس کی بھی تصریح کی کہ انبیاءؑ میں سے کسی ایک کو بُرا کہنے کا یہی حکم ہے۔"
۵ؕ وفی الفتاویٰ الخیریة :-	فتاویٰ خیریہ میں ہے : (سوال)
سئل ۔ فی شقی لعن نبی اللہ ابراهیم علیه السلام فما یترتب علیه ۔ وهل اذا جاء تائبا من قبل نفسه راجعا مما قال یدفع عنه	" ایک بدبخت نے نبی اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر لعنت کی تو اس کا کیا حکم ہے؟ اگر وہ خود تائب ہوکر آجائے اور جو کچھ کہا تھا اس سے رجوع کرلے تو کیا اس سے ارتداد کی سزا ختم ہو

موجب الردة الذی هو القتل وما الحکم فیه ؟

اجاب : یقتل حدًا ولا توبة له أصلا ففی البزازیة وغیرها من کتب الفتاویٰ واللفظ لها لو ارتد والعیاذ باللہ تعالیٰ تحرم امرأته ویجدد النکاح بعد اسلامه ویعید الحج ولیس علیه اعادة الصلوٰة والصوم کالکافر اذا صلی الا اذا سب رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم أو واحدًا من الانبیاء علیهم الصلوٰة والسلام فانه یقتل حدًا ولا توبة له أصلا سواء کان بعد القدرة علیه بالشهادة او جاء تائبا من قبل نفسه کالمتزندق فانه حد وجب فلا یسقط بالتوبة ولا یتصور فیه خلاف لأحد لانه حق تعلق به

جائے گی جو قتل ہے ؟ اور اس صورت میں حکم کیا ہے ؟

(جواب) اسے بطور سزا قتل کیا جائے گا اور اس کے لئے بالکل توبہ نہیں ہے بزازیہ اور اس کے علاوہ دیگر کتب فتاویٰ میں صراحت ہے کہ اگر کوئی شخص نعوذ باللہ مرتد ہو جائے تو اس کی بیوی حرام ہو جائے گی۔ اسلام کے بعد نکاح کی تجدید ہو گی۔ حج بھی دوبارہ کرنا ہو گا۔ البتہ نماز روزے کا اعادہ واجب نہیں۔ الا یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یا انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کو بُرا کہے۔ ایسے شخص کو حدًا قتل کیا جائے گا اور اس کے لئے توبہ نہیں، چاہے اُس کے پکڑے جانے اور اُس کے خلاف گواہیوں کے قائم ہو جانے کے بعد وہ توبہ کرے یا از خود تائب ہو کر آئے اس کا حکم وہی ہے جو زندیق کا کیونکہ حد جب واجب ہوتی ہے تو پھر توبہ سے ساقط نہیں ہوتی۔ اس مسئلہ میں کسی کے خلاف کا تصور بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ (نبی کو گالی دینا)

حق العبد فلا يسقط بالتوبة
كسائر حقوق الآدميين
وكحد القذف لا يزول
بالتوبة. بخلاف ما إذا
سب الله تعالى ثم
تاب لأنه حق الله تعالى
ولأن النبي بشر والبشر
جنس تلحقهم المعرة
إلا من أكرمه الله تعالى
والبارئ منزه عن جميع
المعايب وبخلاف الارتداد
لأنه معنى ينفرد به
المرتد لا حق فيه لغيره
من الآدميين ولكونه بشرًا
قلنا إذا شتمه عليه السلام
سكران لا يعفى ويقتل حدًا
وهذا مذهب أبي بكر
الصديق رضي الله عنه والامام
الاعظم والبدى و
اهل الكوفة والمشهور
من مذهب مالك واصحابه
قال الخطابي لا أعلم احدًا

ایک ایسا حق ہے جس کے ساتھ بندے
کا حق متعلق ہے اس لئے توبہ سے یہ
حق ساقط نہ ہوگا جیسا کہ تمام حقوق
العباد کا یہی معاملہ ہے اور جیسا کہ
حد قذف توبہ سے معاف نہیں ہوتی،
اس کے برخلاف اگر کسی نے اللہ تعالیٰ
کو بُرا کہا پھر توبہ کر لی تو یہاں توبہ اس
لئے قبول ہے کہ یہ حقُ اللہ ہے اور اس
لئے بھی کہ نبی انسان ہوتا ہے اور انسان
بحیثیت انسان کے عیب دار ہو سکتا
ہے، الا یہ کہ جس کو اللہ تعالیٰ معزز
بنا کر پاک صاف رکھے باقی اللہ تعالیٰ
تو تمام معائب سے منزہ ہیں۔ اسی
طرح بُرا کہنا عام ارتداد سے ہٹ کر
ہے کیونکہ ارتداد میں کسی دوسرے کا
حق ضائع نہیں ہوتا اس کا اپنا فعل
ہوتا ہے اور چونکہ نبی بشر ہیں اس
لئے ہمارا مذہب یہ بھی ہے کہ اگر نشہ باز
حضور علیہ السلام کو گالی دے تو اس
کی معافی نہ ہوگی بلکہ اُسے قتل کیا جائے
گا اور یہی حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مذہب
ہے اور یہی امام اعظمؒ، بدری، اہل کوفہ

من المسلمين اختلف في وجوب قتله اذا كان مسلما وقال سحنون المالكي أجمع العلماء على أن شاتمه كافر وحكمه القتل ومن شك في عذابه وكفره كفر قال الله تعالى:

ملعونين اينما ثقفوا اخذوا وقتلوا تقتيلا (الآية)

وروی بسندہ أنه صلى الله عليه وسلم قال من سب نبيا فاقتلوه ومن سب أصحابي فاضربوه وأمر صلى الله عليه وسلم بقتل كعب بن الأشرف بلا إنذار وكان يؤذيه صلى الله عليه وسلم وكذا أمر بقتل ابي رافع اليهودي وكذا أمر بقتل ابن خطل هذا وكان متعلقا بأستار الكعبة ودلائل المسئلة

امام مالکؒ اور ان کے اصحاب کا معروف مذہب ہے۔ خطابی کا قول ہے کہ میں مسلمانوں میں سے کسی ایسے شخص کو نہیں جانتا جس کا ایسے شخص کے وجوب قتل میں کوئی اختلاف ہو جو مسلمان ہو کر بدگوئی کرے۔ سحنونؒ مالکی کا قول ہے کہ علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی علیہ السلام کو گالی دینے والا کافر ہے اور اس کی سزا قتل ہے۔ بلکہ جو شخص اس کی سزا اور کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "دھتکارے ہوئے جہاں ملیں گے پکڑے جائیں گے اور مار دھاڑ کی جائے گی"۔

اور سند کے ساتھ حدیث مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کسی نبی کو گالی دے اُسے قتل کر دو اور جو میرے صحابہ کو گالی دے اُسے مارو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ کعب بن الاشرف کو بلا آگاہ کئے قتل کر ڈالو، وہ حضورؐ کو اذیت پہنچاتا تھا۔ اسی طرح آپ نے ابو رافع یہودی کے قتل کا حکم دیا۔ اسی طرح آپ نے ابن خطل کو کعبہ کے پردوں سے لٹکے ہونے کے

تعرف فی کتاب الصارم المسلول	کے باوجود قتل کرنے کا حکم دیا۔ اس
علی شاتم الرسول انتھی۔	مسئلہ کے دلائل "الصارم المسلول" میں
وفی الاشباہ کل کافر تاب	دیکھے جا سکتے ہیں۔ "الاشباہ" میں صراحت
فتوبتہ مقبولۃ فی الدنیا	ہے کہ ہر کافر کی توبہ دنیا و آخرت میں
والآخرۃ الا جماعۃ الکافر	قبول ہو جاتی ہے سوائے چند لوگوں
بسب نبی وبسب الشیخین	کے، اللہ کے نبی کو گالی دے کر یا
أو أحدھما وبالسحر و	شیخین یا اُن میں سے کسی کو گالی دے
الزندقۃ إلی آخر ما فیہ	کر کافر ہو جانے اور جادو اور
والمسئلۃ مقررۃ مشھورۃ	زندقہ کے ساتھ کافر ہو جانے والا۔
فی الکتب غنیۃ عن	بہر حال مسئلہ طے شدہ اور مشہور ہے
الاطناب والحاصل فیھا	اس لئے تفصیل کی بھی حاجت نہیں۔
وجوب قتل مثل ھذا الشقی	خلاصہ یہ کہ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام
المتھور فی حق مثل ھذا	جیسے نبی جلیل کی شان میں گستاخی کرے
النبی الجلیل وإن کان قد تاب	اس بدبخت وگستاخ کو قتل کرنا
وجدد الاسلام۔	واجب ہے چاہے وہ توبہ کر کے تجدید
(الفتاوی الخیریۃ ص۱۰۲ والصفحات ۱۰۳)	اسلام ہی کیوں نہ کر چکا ہو"

امام قرطبیؒ مالکی اپنی مشہور تفسیر میں لکھتے ہیں :-

نمبر۹

قال ابن المنذر أجمع عامۃ	"ابن المنذر کا کہنا ہے کہ عام اہلِ علم کا
اھل العلم علی أن من سب	اجماع اس بات پر ہے کہ جو نبی صلی اللہ
النبی صلی اللہ علیہ وسلم	علیہ وسلم کو بُرا کہے اس کا قتل واجب
علیہ القتل وممن قال	ہے۔ امام مالکؒ، لیثؒ احمد بن حنبل اور
ذلک مالک واللیث واحمد	اسحاق کا یہی قول ہے اور یہی امام

واسحاق وهو مذهب الشافعي وقد حكي عن النعمان انه قال لا يقتل من سب النبي صلى الله عليه وسلم من اهل الذمة على ما يأتي -

شافعیؒ کا مذہب ہے۔ البتہ امام ابوحنیفہؒ سے مروی ہے کہ جو کافر ذمی، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرا کہے تو اُسے قتل نہیں کیا جائے گا (البتہ اگر مسلمان ایسا کرے تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بھی بوجہ ارتداد اس کا قتل واجب ہے۔)

وروی أن رجلا قال في مجلس عليؓ ما قتل كعب بن الاشرف إلا غدرا فأمر علي بضرب عنقه وقاله آخر في مجلس معاوية فقام محمد بن مسلمة فقال أيقال هذا في مجلسك وتسكت والله لا أساكنك تحت سقف ابدا ولئن خلوت به لاقتلنه قال علمائنا هذا يقتل ولا يستتاب إن نسب الغدر للنبي صلى الله عليه وسلم وهو الذي فهمه عليؓ ومحمد بن مسلمة رضوان الله عليهما من

مروی ہے کہ ایک آدمی نے حضرت علیؓ کی مجلس میں کہا کہ کعب بن الاشرف کو بدعہدی کر کے قتل کیا گیا تھا، حضرت علیؓ نے حکم دیا کہ اس کہنے والے کی گردن مار دی جائے (کیونکہ کعب بن اشرف کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں تھا بلکہ وہ مسلسل بدگوئی اور ایذارسانی کی وجہ سے مباح الدم بن گیا تھا) اسی طرح اسی قسم کا جملہ ایک اور شخص (ابن یامین) نے منہ سے نکالا تو (کعب بن الاشرف کو مارنے والے) حضرت محمد بن مسلمہ کھڑے ہو گئے اور حضرت معاویہؓ سے کہا آپ کی مجلس میں یہ بات کہی جا رہی ہے اور آپ خاموش ہیں۔ خدا کی قسم اب آپ کے پاس کسی عمارت کی چھت تلے نہ آؤں گا اور اگر مجھے یہ شخص باہر مل گیا تو اسے قتل کر ڈالوں گا۔ علماء نے فرمایا ایسے

قائل ذلك لأن ذالك زندقة - (ص ۸۲ ج ۸)

شخص سے توبہ کے لئے بھی نہ کہا جائے گا بلکہ قتل کر دیا جائے گا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بدعہدی کو منسوب کرے۔ یہی وہ بات ہے جسے حضرت علیؓ اور حضرت محمد بن مسلمہ نے سمجھا اس لئے کہ یہ تو زندقہ ہے۔

نمـ ۱۰ وایضاء قال :

واختلفوا اذا سبّه ثم أسلم تقية من القتل فقيل يسقط اسلامه قتله وهو المشهور من المذهب لأن الاسلام يجبّ ماقبله. بخلاف المسلم اذا سبّه ثم تاب قال الله تعالىٰ: قل للذين كفروا ان ينتهوا يغفر لهم ما قد سلف وقيل لا يسقط الاسلام قتله لأنه حق للنبي صلى الله عليه وسلم وجب لانتهاك حرمته وقصده الحاق النقيصة والمعرة به

علامہ قرطبی مزید فرماتے ہیں :-

"اگر کوئی کافر گستاخی کرے اور پھر جان بچانے کے لئے اسلام لے آئے تو اُس کا اسلام اس کے قتل کو معاف کر دے گا۔ مشہور یہی ہے کیونکہ اسلام پہلے تمام جرائم کو ختم کر دیتا ہے، بخلاف مسلمان کے کہ اگر وہ گالی دے کر پھر توبہ کر لے (تو قتل معاف نہ ہوگا) اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے:-

"آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر یہ لوگ باز آجائیں گے تو ان کے سارے گناہ جو پہلے ہو چکے ہیں سب معاف کر دیئے جائیں گے" اور دوسرا قول یہ ہے کہ اسلام (کافر ساب کے) قتل کو ساقط نہ کرے گا۔ اس لئے یہ قتل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کی وجہ سے واجب ہو چکا ہے کیونکہ اُس نے آپؐ

فلم یکن رجوعه الی الاسلام بالذی یسقط قتله ولا یکون احسن حالا من المسلم۔ (ص۸۴ ج۸)

کی بے عزتی کی تھی اور آپ پر نقص وعیب لگانے کا ارادہ کیا تھا اس لئے اسلام لانے کی وجہ سے اس کا قتل معاف نہ ہوگا اور نہ یہ کافر مسلمان سے بہتر ہوگا بلکہ بدگوئی کی وجہ سے باوجود توبہ کے دونوں کو قتل کر دیا جائے گا۔"

قیاس شرعی اور عقلی وجوہات

قیاس محض عقلی بات کو نہیں کہتے۔ یہ نو معنی لوگوں نے غلط کر رکھے ہیں۔ اصل میں اشتراکِ علت سے اشتراکِ حکم کو شرعاً قیاس کہتے ہیں۔ اگر علت نصِ شرعی میں مذکور ہو یا بالکل بدیہی ہو جسے ہر شخص محسوس کر سکتا ہے تو وہ قیاس قطعی ویقینی ہوتا ہے اس کا انکار حرام ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کو اُف کہنا یا اُونچی آواز سے بات کر کے جھڑکنا حرام فرمایا ہے تو اس کی علت بالکل ظاہر اور ہر شخص کی سمجھ کی ہے۔ لہٰذا یقینی ہے یعنی اذیت تو جہاں جہاں یہ علت پائی جاتی ہے وہ سب کام انہی آیات سے حرام قرار پاتے ہیں۔ مثلاً جُوتے مارنا، ڈنڈے مارنا، کسی طرح سے ذلیل کرنا، طعن کرنا، گالی دینا سب انہی آیات سے یقیناً حرام ہیں اور ہر مسلمان اُسے جانتا ہے، ہاں علت نص قطعی میں نہ ہو یا بالکل ظاہر نہ ہو تو اجتہادی ہوگی اور اس قیاس کا حکم ظنی ہوگا۔

اوّل تو ماں باپ ایک جسمانی ہیں ایک روحانی اور روح جسم سے افضل ہے تو روحانی ماں باپ جسمانی سے افضل ہوئے اس لئے وہ تمام احکام ان کے لئے

بھی ہوں گے جو ماں باپ کے لئے حرام وہ ان کے لئے بھی حرام۔

دوسرے اگرچہ ماں باپ بڑے محسن ہیں، پیدائش و تربیت سب انہی کی بدولت ہے مگر تمام انبیاء کرام ان سے زائد محسن ہیں کہ ابدی جہنم سے بچا بچا کر ابدی بہشتوں میں پہنچانے کا سامان کرتے ہیں۔ جیسے ماں باپ کو گالیاں دینا حرام ہیں سخت ترین خطرناک جرم ہیں ایسے ہی انبیاء اور اُن کے جانشین کو۔

تیسرے تمام دُنیا احسان کے لئے آقائی اور جس پر احسان ہو اس کے لئے غلامی کے قائل ہیں۔ الانسان عبد الاحسان (انسان احسان کا غلام ہوتا ہے) اسی لئے عرف عام میں محسن کے خلاف کہنے کو نمک حرام کا لقب دیا گیا ہے اس لئے ایسا شخص جو ایسے بڑے محسنوں کو گالیاں دے سب کے نزدیک سب سے بڑا نمک حرام سب سے بڑی سزا کا مستحق ہے۔

چوتھے سب جانتے ہیں کہ انبیاء کرام اللہ تعالےٰ کے انتخاب کئے ہوئے سب سے بڑے بزرگ ہیں، ان کی فرماں برداری فرض، ان کے احکام پہنچانے اور جاری کرنے والوں کی فرمانبرداری ضروری۔ بجائے فرمانبرداری کے گالیاں دینا اور بُرا کہنا اور خدائی احترامات کو پامال کرنا انتہائی جرم ہے۔

پانچویں ہر شخص یقین رکھتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے بعد سب سے بزرگ حضرات انبیاء ہیں (صلی اللہ علیہم وسلم) اور ان کے بعد اُن کے احباب، ان کو بجائے عزت دینے کے، گالیوں بُرائیوں سے ذلت دینے والا سب سے زیادہ سزا کا ہی مستحق ہے۔

چھٹے ہر شخص جانتا ہے کہ معمولی آدمی کی ہتک عزت بڑا جُرم ہے اور ہر حکومت میں یہ جُرم قابلِ سزا ہوتا ہے اور جب ہتکِ عزت انتہائی معززین کی ہو تو انتہائی سزاؤں کا مستحق ہوتا ہے۔

ساتویں۔ سب سے ایک سوال :- اسرائیل ہو یا ساری دُنیا مشرق و مغرب

شمال جنوب کی کوئی مملکت یا اقوامِ متحدہ یا کوئی ادارہ جس میں انسانیت کی کوئی رمق باقی ہو بلکہ دنیا بھر کے ہر ہر فرد سے یہ سوال ہے کہ اگر کوئی سلمان رشدی جیسا آپ کے نبیوں، مقتداؤں، دین کے ستونوں اور اُن کے اہلِ خانہ کا نام لے لے کر یہ انتہائی گندی، فحش بہتانِ محض گالیوں کی بوچھاڑ کرتا اور آپ کو اس پر طاقت و قدرت حاصل ہوتی تو آپ کو اس کے ساتھ کیا کرنا چاہیئے؟ اگر یہ انسانیت کی رمق کسی طرح اپنے لئے ایک سیکنڈ کو بھی برداشت نہیں کر سکتی تو اس وقت وہ انسانیت کہاں غائب ہو گئی؟ آخر آپ سب لوگ کس خوابِ غفلت میں ہیں؟ کیا یہی سبق آپ کے بدکردار نہیں دُہرائیں گے۔ کیا اس وقت آپ خود آگ بگولہ نہ ہو جائیں گے؟

یہ خبیث حملہ اولین حملہ ہے۔ اس کے مثل حملوں کا جب تانتا بندھے گا تو دُنیا کا کوئی ایسا فرد نہیں کہ اس کا کوئی نہ کوئی مخالف نہ ہو یا کسی ایسے کام کے لئے کسی کو کھڑا نہ کر سکے۔

اگر اس وقت اس کو برداشت کر لیا سمجھ لیجیئے کہ ہمیشہ کے لئے آپ نے اپنے اور سب کے لئے یہ بیج کاشت کر لیا۔

اور

یہ بھی یاد رکھئے کہ اول اول میں روکنا سہل ہوتا ہے جب طوفان حد سے گزر جاتا ہے تو وہ کسی کے قابو کا نہیں رہتا۔ آج ایک کے لئے تو کل دوسرے، پرسوں تیسرے کے لئے۔ ذرا ہوش سے سب لوگ کام لیں ورنہ پھر ساری دُنیا درہم برہم ہو کر رہے گی۔

عبارات الفقہاء والائمہ

(ائمہ کرام کے چند اقوال)

جلیل القدر علماء وفقہاء میں سے دس کے اقوال

۱) فی تنقیح الفتاوی الحامدیة :-

ولیس سبه صلی الله علیه وسلم کالارتداد المقبول فیه التوبة لأن الارتداد معنی ینفرد به المرتد لاحق فیه لغیره من الآدمیین فقبلت توبته ومن سب النبی صلی الله علیه وسلم تعلق به حق الآدمی ولا یسقط بالتوبة کسائر حقوق الآدمیین فمن سب النبی صلی الله علیه وسلم او احدًا من

علامہ آفندیؒ ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں :-

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو برا کہنا عام ارتداد کی طرح نہیں کیونکہ عام ارتداد میں مرتد تنہا اپنا مجرم ہوتا ہے انسانوں میں سے کسی کا حق متعلق نہیں ہوتا اس لئے اس کی اپنی توبہ مقبول ہے۔ اس کے برخلاف جس نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرا کہا اس کے ساتھ ایک انسان (وہ بھی انسان کامل) کا حق متعلق ہو گیا جو صرف توبہ سے ساقط نہ ہو گا۔ جیسے تمام حقوق العباد کا یہی حال ہے۔ خلاصہ یہ کہ جس نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا انبیاء علیہم السلام میں سے کسی کو بُرا کہا تو وہ کافر ہے اور

الانبیاء صلوات اللہ علیہم وسلامہ فانہ یکفر ویجب قتلہ ثم ان ثبت علی کفرہ ولم یتب ولم یسلم یقتل کفرًا بلا خلاف و إن تاب و أسلم فقد اختلف فیہ والمشہور من المذہب القتل حدًا وقیل یقتل کفرًا فی الصورتین۔

(تنقیح الفتاوٰی الی مریۃ ص۲۱۲)

واجب القتل ہے۔ اس کے بعد اگر وہ کفر پر باقی رہا اور توبہ کرکے اسلام قبول نہ کیا تو اُسے کفر کی وجہ سے قتل کیا جائے گا۔ اس میں کسی کو اختلاف نہیں۔ اور اگر اُس نے توبہ کرکے اسلام قبول کر لیا تو اس میں علماء کا اختلاف ہے اور مشہور مذہب یہ ہے کہ اُسے (بطورِ سزا) حدًا قتل کیا جائے گا اور ایک قول یہ ہے کہ دونوں صُورتوں میں کفر کی وجہ سے قتل کیا جائے گا۔"

۷۔ وفی شرح الفقہ الاکبر للمُلّا علی القاریؒ :-

مُلّا علی قاریؒ اپنی کتاب شرح فقہ اکبر میں لکھتے ہیں :-

ثم اعلم أن المرتد یعرض علیہ الاسلام علی سبیل الندب دون الوجوب لأن الدعوۃ بلغتہ وفی المبسوط و إن ارتد ثانیا و ثالث فکذلک یستتاب وھو قول اکثر أھل العلم وقال مالک و احمد رضی اللہ عنہما لا یستتاب من تکرر منہ

"یہ بات سمجھ لینی چاہیئے کہ مرتد پر اسلام کا پیش کرنا واجب نہیں صرف مستحب ہے۔ کیونکہ دعوتِ اسلام اسے پہلے پہنچ چکی ہے۔ مبسوط میں ہے کہ اگر وہ دوسری تیسری بار مرتد ہُوا ہے تو اسی طرح توبہ کا موقع دیا جائے گا اور اکثر اہلِ علم کا یہی قول ہے اور امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا قول یہ ہے کہ جس سے ارتداد بار بار سرزد ہو اس سے توبہ نہیں کروائی جائیگی جیسا کہ یہی

كالزنديق ولنا في
الزنديق روايتان في
رواية لا تقبل توبته
لقول مالك رضي الله عنه
وفي رواية تقبل وهو
قول الشافعي رحمة الله
وهذا في حق احكام الدنيا
وأما فيما بينه وبين
الله تعالىٰ قبل بلاخلاف وعن
ابي يوسف رحمة الله اذا تكرر
منه الارتداد يقتل من غير
عرض الاسلام لاستخفافه بالدين۔
وفيه أيضاً : في الخلاصة
روي عن ابي يوسفؒ انهٗ
قيل بحضرة الخليفة
المامون ان النبي صلى الله
عليه وسلم كان يحب القرع
فقال رجل أنا لا احبه فأمر
أبو يوسف باحضار النطع
والسيف فقال الرجل
استغفر الله مما ذكرته
ومن جميع ما يوجب الكفر

معاملہ زندیق کا ہے۔ احناف کی زندیق
کے بارے میں دو روایتیں ہیں ایک روایت
امام مالکؒ کے مذہب کے مطابق ہے کہ توبہ
مقبول نہیں اور ایک روایت امام شافعیؒ
کے مذہب کے مطابق ہے کہ توبہ قبول ہے
اور یہ سب دنیاوی احکام کے حق میں ہے
باقی فیما بینہٗ وبین اللہ تعالیٰ تو
بلاخلاف مقبول ہے۔ اور امام ابویوسفؒ
سے مروی ہے کہ اگر ارتداد مکرر ہو تو بغیر
اسلام پیش کئے اُسے قتل کر دیا جائے گا۔
اس لئے کہ اُس نے دین کا استخفاف
کیا ہے۔ صفحہ ۱۳۲
نیز خلاصہ میں امام ابویوسفؒ کا واقعہ نقل
کیا گیا کہ ایک مرتبہ خلیفہ مامون کے سامنے
بیان کیا گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کدو
پسند فرماتے تھے۔ ایک آدمی فوراً بولا
میں اسے پسند نہیں کرتا حضرت امام ابویوسفؒ
نے حکم دیا کہ تلوار اور چمڑا لایا جائے (جو
قتل کے لئے منگوایا جاتا ہے) اس آدمی
نے کہا میں نے جو کچھ ذکر کیا اس سے
اور تمام موجبات کفر سے استغفار
کرتا ہوں: اشہد أن لا إلٰہ إلا اللہ و

اشهد ان لا إله إلا الله و	اشہد أن محمدًا عبدہٗ ورسولہٗ امام ابویوسفؒ
اشهدان محمدًا عبدهٗ و	نے اُسے چھوڑ دیا اور قتل نہیں کیا۔ اسی
رسوله فتركه ولم يقتل۔	قسم کا ایک واقعہ یہ ہے کہ خلیفہ مامون
وحكى أن فى زمن الخليفة	کے زمانے میں ایک شخص سے پوچھا گیا
المامون سُئل واحد عمّن قتل	کہ اگر کسی نے جولاہے کو قتل کیا تو کیا حکم
حائكا فاجاب فقال يلزمه	ہے؟ جواب دینے والے نے (قتل کے
غضارة غزاء أى جاريـة	حکم شرعی کا) مذاق اڑاتے ہوئے کہا کہ
شابة رعناء فسمع المامون	ایک خوبصورت تر و تازہ باندی دینی ہوگی۔
ذلك وأمر بضرب عنق	مامون نے یہ جواب سُنا تو جواب دینے
المجيب حتى مات وقال	والے شخص کی گردن اڑانے کا حکم دیا
هذا استهزاء بحكم الشرع	جس پر عمل کیا گیا اور کہا کہ یہ شریعت کے
والاستهزاء بحكم من	احکام کا استہزاء ہے اور شریعت کے کسی
احكام الشرع كفر۔	بھی حکم کا مذاق اڑانا کفر ہے۔
وحكى أن الأمير	اسی طرح منقول ہے کہ امیر تیمور ایک
الكبير تيمور ذات يوم	روز اُداس اور دل گرفتہ تھا کسی کے
مَلّ وانقبض ولم يجب	سوال کا جواب نہ دیتا تھا۔ اس کے
احدا فيما سُئل فدخل	مصاحب مسخرے اس کے پاس آئے ایک
ضحتكه فاخذ يقول	مسخرہ تیمور کو منانے کے لئے کہنے لگا کہ وہ
مضاحكهٗ فقال دخل على	فلاں شہر میں فلاں قاضی کے پاس گیا
قاضى بلدة كذا واخذه فى	اور جا کر کہا اے قاضی شرع فلاں آدمی
شهر رمضان فقال يا حاكم	نے رمضان کا روزہ کھا لیا ہے جس کے
الشرع فلان اكل صوم رمضان	گواہ میرے پاس موجود ہیں۔ وہ قاضی

ولی فیہا شہود فقال ذلك القاضی لیت آخر تاکل الصلوٰۃ نتخلص منہا لیضحك الأمیر فقال الأمیر أما وجدتم تضحیکا سوی امر الدین فأمر بضربہ حتی اثخنہ۔ فرحم اللہ من عظّ الدین الإسلام۔ (شرح الفقہ الاکبر للقاری ص۲۳۲ تا ص۲۳۴)

کہنے لگا کاش ایک اور آ کر نماز کو کھا جائے تو ہم دونوں عبادتوں سے چھوٹ جائیں۔ مسخرے نے یہ لطیفہ سنایا تو تیمور نے حکم دیا کہ اس مسخرہ کو اتنا مارو کہ خون نکل آئے اور پھر کہا تمہیں دینی حکم کے سوا مذاق کے لئے کوئی اور چیز نظر نہ آئی ؟

اللہ تعالیٰ رحم فرمائے ہر اس شخص پر جو دین اسلام کی تعظیم کا فریضہ انجام دے“۔

۳۔ وفی روح المعانی' علامہ للآلوسی رح تحت قولہ تعالی :-

وَإِنْ نَكَثُوا أَيْمَانَهُم من بعد عہدھم وطعنوا فِيْ دِينِكُم فقاتلوا أئمة الكفر۔ (الآیة)

قال الآلوسی : ومن ذلك الطعن فی القرآن وذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم وحاشاہ بسوءٍ فیقتل الذمی بہ عند جمع

علامہ آلوسیؒ تفسیر روح المعانی میں آیت ”وان نکثوا ایمانھم“ کے تحت لکھتے ہیں :-

(ترجمہ آیت) ”اور اگر وہ توڑ دیں اپنی قسمیں عہد کرنے کے بعد اور عیب لگاویں تمہارے دین میں تو لڑو کفر کے سرداروں سے“۔

علامہ آلوسی فرماتے ہیں :

اس میں قرآن پر طعنہ لگانا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان والا صفات میں برائی کے ساتھ ذکر کرنا بھی داخل ہے، تو علماء کی ایک جماعت کے نزدیک ذمی کافر

مستدلين بالآية سواء شرط انتقاض العهد به أم لا و ممن قال بقتله (إذا أظهر الشتم والعياذ بالله) مالك والشافعي وهو قول الليث وأفتى به ابن الهمام -

(روح المعانی ص۲۱ ج ۵)

کو (بھی) اس کی وجہ سے قتل کر دیا جائے گا۔ وہ حضرات اسی آیت سے استدلال کرتے ہیں۔ چاہے اس ذمی کے ساتھ بدگوئی کو معاہدہ میں شرط قرار دیا گیا ہو یا نہ، اور جو علماء ایسے کافر ذمی کے قتل کے قائل ہیں اُن میں امام مالکؒ اور امام شافعیؒ شامل ہیں۔ یہی لیث کا قول ہے اور ابن الہمام نے بھی اسی پر فتویٰ دیا ہے۔"

۷ وفي حاشية الشرنبلالية على درر الحكام : تنبيه : محل قبول توبة المرتد مالم تكن ردّته بسبّ النبي عليه السلام أو بغضه كما قدمه المصنف فإن كان به قتل حدًا و لا تقبل توبته سواء جاء تائبا من نفسه أو شهد عليه بذلك بخلاف غيره من المكفرات فإن الإنكار فيها توبة لكنه يجدد نكاحه إن شهد عليه مع إنكار -

(ص۳۰۰)

درر الحکام کی شرح حاشیہ شرنبلالیہ میں ہے :-

"کہ مرتد کی توبہ قبول ہونے کا محل اس وقت ہے جبکہ ارتداد نبی علیہ السلام کی بدگوئی اور بغض پر مبنی نہ ہو جیسا کہ مصنف پہلے بیان کر چکے ہیں اور اگر ارتداد ایسا ہو تو پھر اس کی سزا قتل ہے اور توبہ قبول نہیں (یعنی دنیاوی احکام میں) برابر ہے کہ وہ خود تائب ہو کر آیا ہو یا اسکے خلاف گواہی سے جرم ثابت ہوا ہو۔ بخلاف دوسرے موجباتِ کفر کے کہ ان میں انکار کر دینا ہی توبہ سمجھا جاتا ہے۔ لیکن وہاں بھی اگر گواہ موجود ہوں تو انکار کے باوجود نکاح کی تجدید کرنی چاہیئے۔"

۵؎ وفی عالمگیریہ أنہ سئل جعفر عمن ینسب الی الانبیاء الفواحش و عزمہ إلی الزنا و نحوہ الذی : یقولہ الحشویۃ فی یوسف علیہ السلام قال یکفر لانہٗ شتم لھم و استخفاف بھم۔

عالمگیری میں ہے کہ جعفرؒ سے پوچھا گیا کہ جو شخص انبیاء علیہم السلام کی طرف فواحش کی نسبت کرے اس کا کیا حکم ہے؟

فرمایا، کافر ہوگا کیونکہ ایسا کہنا ان کو گالی دینا اور ان کو ہلکا سمجھنا ہے۔"

(فتاویٰ عالمگیری ص۲۶۰ ج ۳)

۶؎ وفی الشرح الکبیر علی المغنی الجزء العاشر ص۵۰ ومن سب اللہ تعالیٰ أو رسولہ کفر سواء کان جادًا أو مازحا وکذلک من استھزاء باللہ سبحانہٗ وتعالیٰ أو بآیاتہ أو برسلہ أو کتبہ لقولہ تعالیٰ ولئن سألتھم لیقولن انما کنا نخوض ونلعب" قل أباللہ وآیاتہ ورسولہ کنتم تستھزؤون لا تعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم" وینبغی أن لا یکتفی من الھازی بذلک بمجرد الاسلام حتی یؤدب

جو اللہ تعالےٰ یا اُس کے رسول کو بُرا کہے گا کافر ہو جائے گا چاہے سنجیدہ ہو اور چاہے مذاق کر رہا ہو۔ اسی طرح جو اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ یا اس کی آیات یا اس کے پیغمبروں یا اُس کی نازل کردہ کتابوں کا استہزاء کرے گا وہ بھی دونوں صورتوں میں کافر ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "اور اگر آپ ان سے پوچھیں تو کہہ دیں گے کہ ہم تو محض مشغلہ اور خوش طبعی کر رہے تھے، آپ کہہ دیجئے گا کہ کیا اللہ کیساتھ اور اسکی آیتوں کیساتھ اور اسکے رسول کیساتھ تم ہنسی کرتے تھے تم اب عذر مت کرو تم تو اپنے کو مومن کہہ کر کفر کرنے لگے۔" اور مناسب ہے کہ استہزاء کرنے والے کے صرف توبہ کرنے اور اسلام لانے پر اکتفا، نہ

أدبًا يزجره عن ذلك لأنه إذا لم يكتف من سبّ رسول الله صلى الله عليه وسلم بالتوبة فهذا أولى۔

(شرح المغني ص ج ٣)

٧ وقال العلامة الدردير في الشرح الصغير على أقرب المسالك إلى مذهب الإمام مالك رحمه الله:- مانصّه: كالساب لنبيّ مجمع عليه فيقتل بدون استتابة ولا تقبل توبته ثم إن تاب قتل حدًّا ولا يعذر الساب بجهل لأنه لا يعذر احد في الكفر بجهل او سكرٍ حرامًا أو تهوّرٍ كثرة الكلام بدون ضبط، ولا يقبل منه سبق اللسان أو غيظٍ فلا يعذر اذا سبّ حال الغيظ بل يقتل او بقوله أردت كذا

کیا جائے بلکہ اس کی ایسی تادیب کی جائے جو اس کام سے اسے (ہمیشہ کے لئے) روک دے۔ کیونکہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بُرا کہے اُس کی توبہ پر اکتفا نہیں کیا جاتا تو اس کا معاملہ بطریق اولیٰ ایسا ہوگا۔"

علامہ دردیر مالکی رحمہ اللہ شرح صغیر میں فرماتے ہیں:-

"کسی متفق علیہ نبی کو گالی دینے والا قتل کر دیا جائے گا، نہ اُس سے توبہ طلب کی جائے گی اور نہ اُس کی توبہ مقبول ہے۔ اگر وہ توبہ بھی کرلے تب بھی اسے بطورِ سزا قتل کیا جائے گا۔ یہ بُرا کہنے والا نہ جہالت کی وجہ سے معذور ہوگا کیونکہ کفر میں جہل کوئی عذر نہیں نہ یہ نشہ کی وجہ سے معذور ہوگا بشرطیکہ وہ نشہ حرام ہو، نہ لاپرواہی کی وجہ سے معذور ہوگا کہ بلا سوچے سمجھے کثرتِ کلام کی وجہ سے اس میں مبتلا ہوگیا ہے۔ اسی طرح سبقت لسانی کا عذر بھی قبول نہیں کیا جائے گا نہ غصہ کی وجہ سے معذور ہوگا، بلکہ اگر شدید غصہ میں گالی دے

أى انه اذا قيل له
بحق رسول الله فلعن ثم
قال أردت العقرب
أى لأنها مرسلة لمن
تلدغه فلا يقبل منه و
يقتل إلا أن يسلم الساب
الكافر الأصلي فلا يقتل
لأن الإسلام يجب ما
قبله أما الساب المسلم
إذا ارتد بغير السب ثم
أسلم فلا يسقط قتله
وسب الله كذلك أى
كسب النبي يقتل الكافر
ما لم يسلم وفي استتابة
المسلم خلاف هل
يستتاب فإن تاب
ترك وإلا قتل أو يقتل
ولو تاب والراجح
الأول –

(الشرح الصغير
ص ۴۳۹، ۴۴۰ ج ۴)

تب بھی قتل کیا جائے گا۔ یا تاویل کر کے یہ کہے کہ میری مراد تو بچھو اور تھی جیسے کسی کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حق کا ذکر کیا گیا اُس نے لعنت کی اور پھر کہنے لگا میں نے تو بچھو پر لعنت کی تھی، کیونکہ اسے بھی کاٹنے کے لئے اللہ تعالے نے بھیجا ہے۔ ان سب صورتوں میں توبہ قبول نہیں اور قتل لازمی ہے۔ ہاں اگر بُرا کہنے والا کافر اصلی تھا پھر مسلمان ہو گیا تو قتل نہ کیا جائے گا کیونکہ اسلام پرانے سب گنا ہوں کو مٹا دیتا ہے۔ باقی رہا وہ شخص جو بد گو مسلمان تھا پھر کسی اور وجہ سے مرتد ہو گیا اور پھر اسلام لے آیا تو اس کا قتل ساقط نہ ہو گا۔ اور یہی حکم ہے اللہ تعالےٰ کو بُرا کہنے والے کا کہ یہ اگر مسلمان نہ ہو تو قتل کر دیا جائے گا۔ البتہ اگر مسلمان ایسی حرکت کرے تو اس سے توبہ کرانے میں اختلاف ہے کہ کیا توبہ کر و لکے توبہ قبول کرنے کے بعد قتل معاف کر دیا جائے گا یا توبہ کے باوجود قتل کر دیا جائے گا۔ اس صورت میں راجح قول پہلا ہے۔"

۷ وقال ابن تیمیہ ؒ:

إذا ثبت ذلك فنقول هذه الجناية جناية السب موجبها القتل، لما تقدم من قوله صلى الله عليه وسلم: من لكعب بن الأشرف فانه قد آذى الله ورسوله فعلم أن من آذى الله و رسوله كان حقه أن يقتل ولما تقدم من أنه أهدر النبي صلى الله عليه وسلم دم المرأة السابة مع أنها لا تقتل لمجرد نقض العهد ولما تقدم من أمره صلى الله عليه وسلم قتل من كان يسبه مع امساكه عمن هو بمنزلته في الدين ونديه الناس في ذلك وثنائه على من سارع في ذلك ولما تقدم من الحديث المرفوع ومن اقوال الصحابة رضی أن

اسی طرح ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں :-

"جب یہ بات ثابت ہو گئی تو اب ہم کہتے ہیں کہ اس جرم بدگوئی کی سزا صرف قتل ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" کون کعب بن الاشرف کو قتل کرے گا کہ اس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کو اذیتیں دی ہیں"۔ اس سے معلوم ہوا کہ جو اللہ اور رسولؐ کو اذیت پہنچائے گا اس کا قتل ہی برحق ہے' اور یہ واقعہ بھی پیچھے گزر چکا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدگوئی کرنے والی عورت کے قتل کو بلا خون قرار دیا تھا حالانکہ صرف نقض عہد کی وجہ سے عورت کو قتل نہیں کیا جاتا اور یہ بھی گزر چکا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدگوئی کرنے والوں کو قتل کرنے کا حکم ہی نہیں دیا (حالانکہ اُنھی کے دوسرے ہم مذہب دُوسرے لوگوں سے آپؐ نے اپنا ہاتھ روکے رکھا) بلکہ لوگوں کو اس پر آمادہ کیا، اور اس کام میں پھرتی کرنے والوں کی آپؐ نے تعریف فرمائی اور پیچھے حدیث مرفوع اور اقوالِ صحابہؓ

من سبّ نبيًا قتل و
من سبّ غير نبي جُلد۔
(الصارم ص۲۹۲)

۹ وفي الشرح على
المغني :۔
تحت مسئله وهل تقبل
توبة الزنديق ومن
تكررت ردته او من سبّ
الله تعالى أو رسوله
أو الساحر على روايتين
احداهما لا تقبل توبته
ويقتل بكل حال والأخرى
تقبل توبته كغيره.
مفهوم كلام الشيخ رحمه
الله أن المرتد اذا تاب
تقبل توبته اي كافر كان و
هو ظاهر كلام الخرقي
سواء كان زنديقا أو لم
يكن وهذا مذهب
الشافعي والعنبري و
يروى عن علي وابن
مسعود وهو احدى

گزر چکے ہیں کہ جو کسی نبی کو بُرا کہے
اُسے قتل کر دیا جائے اور کسی غیر نبی
کو بُرا کہے اُسے کوڑے لگائے جائیں۔"

علامہ ابن قدامہ حنبلیؒ اپنی مشہور کتاب
شرح المغنی میں لکھتے ہیں :۔
"باقی رہا یہ مسئلہ کہ زندیق اور وہ شخص
جو بار بار مرتد ہوا اور وہ شخص جو اللہ،
رسول کو گالی دے، نیز جادوگر کی توبہ
قبول ہے یا نہیں؟ اس میں دو روایتیں
ہیں، پہلی یہ کہ توبہ قبول نہیں اور ہر
حال میں اُسے قتل کیا جائے گا اور
دوسری یہ کہ عام مرتد کی طرح توبہ کرلیں
تو توبہ قبول کرلی جائے گی۔
مصنف کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ
مرتد اگر توبہ کرے تو ایک روایت کے
مطابق اُس کی توبہ قبول ہوگی چاہے
جیسا بھی کافر ہو۔ اور علامہ خرقی کے کلام
سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ چاہے زندیق
ہو یا نہ ہو۔ یہی امام شافعیؒ اور عنبری کا
مذہب ہے اور حضرت علیؓ و حضرت
عبداللہ ابن مسعودؓ سے مروی ہے اور یہی
امام احمدؒ سے ایک روایت ہے جس کو

الروايتين عن احمد واختيار أبي بكر الخلال وقال إنه اولى على مذهب أبي عبدالله. والرواية الاخرى لا تقبل توبة الزنديق ومن تكررت ردته وهو قول مالك والليث واسحاق و عن أبي حنيفة روايتان. واختيار أبي بكر انها لا تقبل لقول الله تعالى " إلا الذين تابوا واصلحوا وبينوا" والزنديق لا يظهر من ما يتبين به رجوعه وتوبته لأنه كان مظهرا للاسلام مسرا للكفر فإذا أظهر التوبة لم يزد على ما كان منه قبلها وهو اظهار الاسلام وأما من تكررت ردته فقد قال الله تعالى: "ان الذين آمنوا ثم كفروا ثم آمنوا ثم كفروا ثم ازدادوا كفرا لم

ابوبکر خلال نے اختیار کیا ہے۔ اور اسے ہی امام احمد بن حنبل کا مذہب قرار دیا ہے۔ دوسری روایت یہ ہے کہ زندیق کی توبہ قبول نہیں۔ نیز اس کی جو بار بار مرتد ہو یہی امام مالکؒ، لیثؒ اور اسحاقؒ کا مذہب ہے۔ امام ابوحنیفہؒ سے اس سلسلہ میں دونوں روایتیں ہیں۔ ابوبکر کی ترجیح کے مطابق ایسے شخص کی توبہ مقبول نہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: "مگر (لعنت سے وہ مستثنیٰ ہیں) جو لوگ توبہ کر لیں اور اصلاح کر دیں اور ظاہر کر دیں" اور زندیق سے ایسی چیز ظاہر ہی نہیں ہوتی جو اس کے رجوع اور توبہ کو واضح کر سکے۔ کیونکہ وہ تو پہلے سے اسلام ظاہر کرتا تھا اور کفر کو چھپاتا تھا۔ اب جب اس نے توبہ ظاہر کی تو پہلے سے زائد کوئی نئی بات ظاہر نہیں ہوئی اور وہ اس کا اظہار اسلام ہے (جس کی حقیقت ظاہر ہو چکی ہے) رہا وہ شخص جس کا ارتداد بار بار ہو تو اللہ تعالےٰ کا ارشاد واضح

يكن الله ليغفر لهم ولا ليهديهم سبيلا۔

(شرح المغنی صہ۹ ج ۱۶)

ہے کہ " بلاشبہ جو لوگ مسلمان ہوئے پھر کافر ہو گئے، پھر مسلمان ہوئے پھر کافر ہو گئے پھر کفر میں بڑھتے چلے گئے۔ اللہ تعالےٰ ایسیوں کو ہرگز نہ بخشیں گے اور نہ ان کو رستہ دکھائیں گے "

۱۰ وقال الصاوی فی حاشيته على الشرح الصغير قوله : كالساب لنبي، السبّ هو الشتم وكل كلام قبيح، حينئذٍ فالقذف والاستخفاف بحقه أو إلحاق النقص له داخل في السبّ ويحلّ قتل السابّ إن كان مكلّفا۔ قوله فلا يعذر إذا سبّ حال الغيظ ومن هٰهنا حرم على من يقول لمن قام به غيظ صلّ على النبي قوله أما الساب المسلم الخ وصح في العبارة ان يقول أما

اسی سابقہ عبارت کی تشریح کرتے ہوئے امام صاوی مالکی اپنے حاشیہ میں فرماتے ہیں :۔

" یہ جو نبی کو " سبّ " کرنے والے کا حکم بیان کیا جا رہا ہے اس میں سبّ کا لفظ گالی کو بھی شامل ہے اور ہر بُرے کلام کو بھی. تو اب آپؐ پر تہمت آپؐ کی شان کو ہلکا سمجھنا، آپؐ پر عیب لگانا، یہ ساری صورتیں " سبّ " کے لفظ میں داخل ہیں۔ اور سابّ کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ مکلّف (عاقل بالغ ہو) تو اُسے قتل کر دیا جائے گا۔ متن میں جو یہ فرمایا گیا کہ غصہ میں گالی دینا عذر نہیں اس سے مسئلہ معلوم ہو گیا کہ غصہ کی حالت میں کسی کو درود پڑھنے کے لئے کہنا بھی جائز نہیں (کہ کہیں وہ غصہ میں کچھ اور نہ بک دے) متن میں مسلمان بدگو کی عبارت کا مطلب

المسلم اذا ارتد لغير السبّ
ثم سبّ زمن الردّة ثم
اسلم فلا يسقط قتل
السبّ - قوله والراجح
الاوّل أي قبول توبته
كما هو مذهب الشافعي
حتىٰ في سبّ الانبياء
والملائكة، والفرق بين
سبّ الله فيقبل وبين
سبّ الانبياء والملائكة -
لا يقبل أن الله لما
كان منزها عن النقص
له عقلا قبل من العبد
التوبة. بخلاف خواص
عباده فاستحالة
النقص عليهم من
اخبار الله لا من
ذواتهم فيشدد -
(شرح الصغير
ص۴۳۹، ص۴۴۰ ج ۴)

یہ ہے کہ مسلمان اگر کسی اور وجہ سے مرتد
ہو گیا۔ حالتِ ارتداد میں بدگوئی کی پھر
اسلام لے آیا تو بھی بدگوئی کی سزا قتل
معاف نہ ہو گی۔ متن میں جو یہ فرمایا گیا
کہ راجح پہلا قول ہے اس کا مطلب یہ
ہے کہ اللہ تعالےٰ کی شان میں گستاخی
کرنے والے کی توبہ قبول ہو جائے گی جیسا
کہ انبیاء اور ملائکہ کی شان میں گستاخی
کرنے والے کے بارے میں بھی امام شافعیؒ
کا یہی مذہب ہے۔
لیکن ہمارے مذہب میں جو یہ فرق
ہے کہ سابّ اللہ کی توبہ قبول ہے
اور سابّ الانبیاء کی توبہ قبول نہیں اس
کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ تو عقلاً
عیب سے پاک ہے اس لئے توبہ
قبول ہو جائے گی۔ باقی اللہ تعالےٰ
کے نیک بندے تو ان کا عیب سے
پاک صاف ہونا اللہ تعالےٰ کے
بتلانے سے ہوا ہے ان کی اپنی ذات
کی وجہ سے نہیں۔ اس لئے اس بارے
میں سختی کی جائے گی اور توبہ قبول نہ ہو گی "

قتل مرتد کے طریقہ پر

فقہ حنفی کی تین عبارات

۱۔ قال صاحب الدر فی بحث المرتد:

فإن اسلم فبها وإلا قتل وقال الشامی قوله وإلا قتل أی ولو عبدًا فیقتل وإن تضمن قتله إبطال حق المولی وهذا بالإجماع لإطلاق الأدلة فتح قال فی المنح وأطلق فشمل الإمام غیره لکن إن قتله غیره أو قطع عضوا منه بلا إذن الإمام أدبه الإمام.

(شامی ۲۲۷ ج ۴)

علامہ شامی مرتد کی بحث میں لکھتے ہیں کہ:۔

"متن میں مرتد کے قتل کے واجب ہونے کو مطلقاً ذکر کیا گیا ہے جو امام (حاکم وقت) اور غیر امام (غیر حاکم) دونوں کو شامل ہے۔ لیکن حاکم وقت کے علاوہ اگر کوئی دوسرا شخص حاکم کی اجازت کے بغیر مرتد کو قتل کرے گا یا اُس کے کسی عضو کو کاٹ دے گا (تو اُسے قتل یا قطع کی سزا تو نہ ملے گی لیکن) امام اس کو تادیب کرے گا (کیونکہ یہ سزا جاری کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے)۔"

۲۔ فی العالمگیریة فی احکام المرتدین:

فإن قتله قاتل قبل عرض

فتاویٰ عالمگیری میں مرتدین کے احکام ذکر کرتے ہوئے کہا گیا:

"اگر مرتد پر اسلام پیش کرنے سے پہلے

الإسلام عليه أو قطع عضوًا منه كره ذلك كراهة تنزيها هٰكذا في فتح القدير ولا ضمان عليه لكنهٗ اذا فعل بغير اذن الإمام ادب على ما صنع كذا في غاية البيان - (فتاویٰ عالمگیریہ ص۲۵۴)

کوئی قاتل اُسے قتل کر دے یا اُس کے کسی عضو کو کاٹ دے تو ایسا کرنا مکروہ تنزیہی ہے (بحوالہ فتح القدیر) اور اس پر ضمان واجب نہ ہوگا۔ لیکن اگر امام کی اجازت کے بغیر ایسا کیا تو اُسے تادیب کی جائے گی (کہ حکومت کے اختیارات اپنے ہاتھ میں کیوں لئے ؟)

۳۔ وقال ابن الهمام :

فتح القدیر شرح ہدایہ میں علامہ ابن الہمام نے فرمایا :۔

في الهداية فإن قتله قاتل قبل عرض الإسلام عليه كره ولا شيء على القاتل ومعنى الكراهية ههنا ترك المستحب وانتفاء الضمان لأن الكفر مبيح للقتل والعرض بعد بلوغ الدعوة غير واجب وقال ابن الهمام قوله فإن قتله قاتل الخ لأن الكفر مبيح وكل جناية على المرتد هدرٌ ومعنى الكراهة هنا كراهة

" کہ ہدایہ میں جو یہ لکھا ہے کہ اگر مرتد پر اسلام پیش کرنے سے پہلے کوئی قاتل اُسے قتل کر دے تو مکروہ ہے مگر قاتل پر کچھ ضمان واجب نہ ہوگا۔ اس میں مکروہ سے مراد ترکِ مستحب ہے اور ضمان کا واجب نہ ہونا اس لئے ہے کہ مرتد کے کفر نے اس کے قتل کو جائز کر دیا تھا اور دعوتِ اسلام پہلے پہنچ چکنے کے بعد دوبارہ پہنچانا واجب نہیں ہے۔ اور اس لئے بھی کہ کفرِ مرتد اُسے مباح الدم بنا دیتا ہے اور مرتد کے خلاف ہر جرم بلا ضمان ہے۔ اور متن میں مکروہ سے مراد مکروہ

تنزيها وعند من يقول بوجوب العرض كراهة تحريما وفي شرح الطحاوي اذا فعل ذلك أي القتل أو القطع بغير إذن الإمام ادب۔
(فتح القدیر ص۳۱۱ ج ۵)

تنزیہی ہے ہاں جو لوگ دوبارہ عرضِ اسلام کے وجوب کے قائل ہیں ان کے نزدیک مکروہ تحریمی ہو گا۔ شرح طحاوی میں مذکور ہے کہ اگر کوئی مرتد کو (بلا اذنِ امام) قتل کر دے یا اس کا عضو قطع کر دے تو امام کی طرف سے اُسے تادیب سکھائی جائے گی"۔

معافی ایک دھوکہ ہے

بعض اخباروں میں جلی سرخی سے یہ اعلان کیا گیا ہے کہ رشدی نے معافی مانگ لی اور معلوم ہُوا کہ فون پر اُس نے لکھوایا کہ مَیں نے ایک ناول لکھا تھا، اگر کسی کو اس سے تکلیف پہنچی ہو تو مَیں اس سے معافی مانگتا ہوں۔
حالانکہ ناول معروف ہستیوں کے نام لے لے کر گندی خلافِ انسانیت گالیاں بکنے کا نام نہیں ہے۔ لیکن پھر بھی یہ معافی ایک دھوکہ ہے۔ کیونکہ معافی تو اسی سے مانگی جاسکتی ہے جس کو تکلیف یا نقصان یا بے عزتی یا بدتالی کی گئی ہو تو ان حضرات میں سے کوئی زندہ نہیں، پھر کس سے معافی اور کیسی معافی ہے؟ یہ تو سب اللہ تعالیٰ کے مقربین اُس کے برگزیدہ ومنتخب ہستیاں ہیں۔ ان کی شان میں معمولی گستاخی بھی اللہ تعالیٰ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے، عزیزوں خاندان کے لئے، اور اُن کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ کی گستاخی ہی نہیں سخت تکلیف دینا ہے اور

اللہ تعالےٰ کی اذیت سے جو دُنیا و آخرت کے عذابوں، و بالوں کا حملہ اپنے اوپر، اپنے حمایتیوں پر، ہمنواؤں پر بلکہ ساتھ میں بہت سے عوام پر بھی عذاب کا مطالبہ کر لینا ہے۔ ان سے تمام باتوں کی توبہ جزئی اور دل کی گہرائی سے توبہ کی ضرورت ہے۔

ظاہر ہے کہ اوّل[۱] تو اُن سب سے معافی تک طلب نہیں کی گئی۔

دوسرے[۲] توبہ کے قاعدہ سے نہیں کی۔

تیسرے وہاں سے معافی حاصل ہی نہیں ہو سکتی تو سارے عالم کو دھوکہ دے کر اندھا بنانا ہے۔

دوسرے رشدی کے بیان میں "اگر" کا لفظ بتا رہا ہے کہ اب بھی اُس کے نزدیک تو کوئی بات اہانت تذلیل و تحقیر کی واقعی نہیں ہوئی اگر کسی کو خواہ مخواہ تکلیف ہوئی ہو تو معافی چاہتا ہوں۔

ذرا غور تو کیا جائے کہ توبہ خالص کی معافی اور وہ بھی صرف اس وقت کے متنبہ کرنے والوں سے اور پھر اپنی نظر میں غیر واقعی بات کہ "اگر" ہو تو، یہ کیا معافی مانگنا ہے؟ یہ تمام دُنیا کو دھوکہ دینے کے سوا اور کیا ہے؟ یاد رکھئے اللہ تعالیٰ کو دھوکہ نہیں دیا جا سکتا وہ دل کا حال خوب جانتے ہیں۔

دُنیا بھر کے اربوں مسلمانوں کو جو اس سخت اضطراب کی آگ میں بھُن رہے ہیں اور تڑپ تڑپ جا رہے ہیں۔ کیا اس دھوکہ سے کوئی سکون ہو سکتا ہے؟ وہ تو اس لفظ معافی کو تیر و تفنگ سے زیادہ ہلکی اور جلتی آگ پر تیل نہیں بلکہ پٹرول چھڑکنا سمجھتے ہیں۔ اور رشدی کے چند حامی لوگ ہاں میں ہاں ملانے والے اس پر کچھ کہہ اُٹھیں تو کیا ان اربوں کے دل کی بھڑاس دھیمی ہو سکتی ہے؟ اگر واقعی جن کی اس قدر گندی توہین و تذلیل کی گئی ہے ان کو اور ان کے محبوبوں تمام انبیاء و رُسل تمام متقی لوگ، تمام شرافت رکھنے والے، تمام انسانیت کے پُتلے اس سے چین پا سکتے ہیں اور کیا وہ عذاباتِ الٰہی جو ایسے عرش ہلا دینے والے

گناہوں پر بے قرار ہو کر برس پڑتے ہیں۔ اس سے ان کی کوئی رکاوٹ ہو سکتی ہے۔

احکامِ الٰہی، ارشاداتِ نبویؐ، اجماعِ اُمّت، قیاسِ شرعی، عقلِ سلیم اور ہتکِ عزت کا قانون تمام دُنیا کی قوموں اور مملکتوں میں دیکھ چکے ہیں تو اس کے سوا کیا چارہ کار ممکن ہے کہ رشدی کے اپنے وجود سے زمین و آسمان کو پاک کرا دیا جائے یہی اصل توبہ ہے۔

سُنا ہو گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں ایک صاحب سے زنا صادر ہو گیا تھا، ان کو سب انجام نظر آتے تھے اس کے باوجود خود حاضر ہوئے اور سزائے اسلامی رجم سے فنا کے گھاٹ اُتر گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کی توبہ وہ توبہ ہے کہ سارے مدینہ والوں پر تقسیم ہو جائے تو سب کی نجات کو کافی ہے۔ کیا تعجب ہے کہ ایسی ہی توبہ نصیب ہو جائے۔

خلاصہ

۱۔ اب تک قرآن حکیم کی آیاتِ طیبات، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پاک، اجماعِ اُمّت کے حوالوں اور جلیل القدر ائمہ فقہاء کے حوالے سے جو تحقیق پیش کی گئی۔ اس سے یہ بات اچھی طرح سے واضح ہو گئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں صراحتہً یا تعریضاً بدگوئی کرنے والا شخص مرتد بھی ہے اور آپؐ کی ذاتِ اقدس پر تہمت لگانے والا بھی ہے۔ اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

۲۔ مرتد کی سزا قتل ہے یعنی اس کو قتل کرنا فرض ہے۔ اس میں بھی مرد مرتد کے قتل کرنے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

۳۔ یہ بھی ثابت ہُوا کہ قتل کرنے کی ذمہ داری حکومت پر ہے، وہ ہر طریقہ سے

ایسے مجرم کو نکال کر اُس پر قتل کی سزا جاری کرے۔ عام آدمی کے لئے قانون کے نفاذ کو اپنے ہاتھ میں لینا مناسب نہیں۔ لیکن اس کے باوجود اگر کسی عام شخص نے ایسے مرتد کو قتل کر دیا تو اس پر نہ قصاص ہے نہ تاوان، کیونکہ مرتد مباح الدم (یعنی جائز القتل) ہوتا ہے۔ عام شخص کے لئے ایسا کرنا صرف خلافِ مستحب ہے جس پر حکومت کی طرف سے صرف تادیب ہوگی۔

۴۔ یہ بات بھی اچھی طرح سے ثابت ہوگئی کہ ایسا مرتد اگر صحیح طرح توبہ نہ کرے تو اس کی سزا ہر حال میں قتل ہے۔ اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے۔

۵۔ یہ بات بھی خوب ثابت ہوگئی کہ ایسا بدگو مرتد اگر اپنی بدگوئی اور اپنے کفر سے صحیح توبہ کرے تب بھی اکثر علماء، فقہاء اور محدثین کے نزدیک اس کا اسلام تو قبول ہو جائے گا مگر بدگوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تہمت لگانے کی وجہ سے اُس کی سزائے قتل ہرگز معاف نہ ہوگی۔ اسلام لانے کے باوجود بطور حد کے قتل کیا جائے گا (جیسا کہ عام انسانوں کو لگائی جانے والی تہمت پر حدِ قذف کہ وہ بھی توبہ سے معاف نہیں ہوتی۔) احناف کے اکثر جلیل القدر علماء کا یہی مذہب ہے۔

۶۔ البتہ بعض علماء کے نزدیک اگر وہ صحیح طور پر توبہ کرلے (جس طرح توبہ کرنی چاہیئے) تو اسلام قبول کرنے کے علاوہ اس کی سزائے قتل معاف ہوسکتی ہے۔

اس سلسلہ میں ایک شافعی اور ایک حنفی عالم کی عبارتیں پیش ہیں۔ تطویل کے پیشِ نظر ترجمہ نہیں کیا گیا :-

من قال بسقوط وجوب قتل السابّ إذا تاب

۱۔ قال القاضی ابو یحیی زکریا الانصاری الشافعی وھو تلمیذ ابن حجر وابن الھمام و استاذ الشعرانیؒ فی فتاواہ۔

سئل عمن سبّ النبی صلی اللہ علیہ وسلّم ثم تاب ھل الفتوی علی قتلہٗ حدًّا کما صرح بہ صاحب الشفاء نقلاً عن اصحاب الشافعی أو علی خلافہ فأجاب أن الفتوی علی عدم قتلہ کما جزم بہ الأصحاب فی سبّ غیر قذف ورجّحہ الغزالی ونقلہٗ ابن المقری عن تصحیف فی سبٍّ ھو قذف لان الاسلام یَجُبُّ ما قبلہ۔ ونقل قتلہٖ عن اصحاب الشافعی وھمٌ. بل ھم متفقون علی عدم قتلہٗ فی الشق الاوّل وجمھورھم مرجّحون لہٗ فی الثانی۔

(فتاوی شیخ الاسلام الانصاری)

۲۔ وتکلم ابن عابدین فی حاشیتہٖ علی الدر وقال فی آخر کلامہ: وقد استوفیت الکلام علی ذلک فی کتاب سمیتہٗ تنبیہ الولاۃ والحکام علی احکام شاتم خیر الأنام علیہ الصلوۃ والسلام۔

(شامی ص۲۳۳ ج ۴)

وفی رسائل ابن عابدین فی الرسالۃ المذکورۃ :۔

ثم اعلم ان الذی تحرر لنا من مسئلۃ الساب ان للحنفیۃ فیھا ثلاثۃ اقوال۔

قول الاوّل | انہٗ تقبل توبتہ ویندری عنہ القتل بھا

و أنہٗ یستتاب کما ھو روایۃ الولید عن مالک و ھو المنقول
عن أبی حنیفۃ و اصحابہ کما صرّح بذلک علماء المذاھب
الثلاثہ کالقاضی عیاض فی الشفا و ذکر أن الإمام الطبری
نقلہٗ عنہٗ ایضًا وکذا صرّح بہ شیخ الإسلام ابن تیمیہ و
کذا شیخ الاسلام التقی السبکی وھو الموافق لما صرّح بہ
الحنفیہ کالإمام أبی یوسف فی کتابہ الخراج من أنہٗ
ان لم یتب قتل حیث علق قتلہ علی عدم التوبۃ
فدل علی أنہٗ لا یقتل بعدھا و لما صرّح بہ فی النتف
ونقلوہ فی عدۃ کتب عن شرح الطحاوی من انہٗ مرتد
وحکمہ حکم المرتد و یقتل بہ ما یفعل بالمرتد ولما
صرّح بہ فی الحاوی من انہٗ لیس لہٗ توبۃ سوی
تجدید الإسلام و ھو الموافق أیضا لإطلاق عبارات
المتون کافۃ و ھی الموضوعۃ لنقل المذاھب
و ھذا بإطلاقہ شامل لما قبل الرفع الی الحاکم و
لما بعدہٗ ۔

والقول الثانی ماذکرہٗ فی البزازیۃ اخذا من الشفاء والصارم المسلول من أنہٗ لا تقبل
توبتہ مطلقا لا قبل الرفع ولا بعدہٗ وھو مذھب المالکیۃ
والحنابلۃ وتبعہٗ علی ذلک العلامۃ خسرو فی الدرر،
والمحقق ابن الھمام فی فتح القدیر، وابن نجیم فی البحر
والاشباہ والتمرتاشی فی التنویر والمنح والشیخ خیرالدین
فی فتاواہ وغیرھم ۔

والقول الثالث ما ذکره المحقق ابو السعود آفندی العمادی من التفصیل و هو أنه تقبل توبته قبل رفعه الی الحاکم لا بعدہ و تبعہ علیہ الشیخ علاء الدین فی الدر المختار و جعلہ محمل القولین الاولین وقد علمت أنہ لا یمکن التوفیق بہ للمباینۃ الکلیۃ بین القولین و أن القول الثانی أنکرہ کثیر من الحنفیۃ و قالوا إن صاحب البزازیۃ تابع فیہ مذهب الغیر وکذا أنکرہ أهل عصر صاحب البحر و علمت أیضا أن الذی علیہ کلام المحقق أبی السعود آخرا و هو أن مذهبنا قبول التوبۃ وعدم القتل ولو بعد رفعہ الی الحاکم وهذا هو القول الاول بعینہ ففیہ ردّ علی صاحب البزازیۃ ومن تبعہ و إنما جعلناہ قولہ ثالث بناء علی ما افادہ اوّل کلامہ تنزلا وارخاء للعنان ۔

فیا اخی هذه الاقوال الثلاثۃ بین یدیک قد أوضحتہ لک وعرضتها علیک فاخترمنها لنفسک ما ینجیک عند حلول رمسک و أنصف من نفسک حتی تمیز غثهم من سمنهما ، والذی یغلب علیّ فی هذا الموضع الخطر والأمر العسر واختارہ[1] لخاصتہ نفسی وأرتضیہ ولا الزم احدًا أن یقلدنی فیہ علی حب ما ظهر لفکری الفاتر ونظری القاصر هو العمل بما ثبت نقلہ عن آبی حنیفۃ وأصحابہ لامورالخ

(رسائل ابن عابدین ص ۳۴۳)

[1] وبمثلہ صرح ابن عابدین فی شرح عقود رسم المفتی ص ۸ (بمشورۃ من الشیخ المفتی محمد رفیع العثمانی دام ظلہم) ۱۲ محمود ۔

توبہ کا طریقہ

تمام تحقیقات آپ سب کے سامنے رکھ دی ہیں۔ نرم بھی گرم بھی اُمت کے بہت سے عمائدین کے نزدیک تو ان آیات و احادیث کی وجہ سے توبہ بھی معتبر نہیں سوائے اپنے وجود سے دُنیا کو پاک کر دینے کے کوئی علاج نہیں ہے لیکن بعض حضرات نے توبہ کی اجازت دی ہے مگر یہ یاد رہے کہ ہر جُرم کی توبہ اسی کے درجہ کی ہوتی ہے اگر آج کے سب مسلمان بھی ان پر رحم کے لئے تیار ہوں اور وہ بھی دل سے احساس کر چکے ہوں تو رحم کے لئے تیار ہو جانے کی کم از کم علماء کے قول پر کچھ گنجائش ہے کہ جرم کے موافق توبہ کی ہو جس کی تفصیل پیش کی جا رہی ہے۔ چونکہ یہاں جُرم بہت سے ہیں اس لئے ان کی توبہ اس مرتبہ کی ہو گی۔

۱۔ آیات، احادیث، اجماع اور قیاس سب سے معلوم ہو چکا ہے کہ ایسا کہنے والا اسلام سے خارج ہو جاتا ہے اس لئے فوراً اسلام کی تجدید کرنی لازم ہے۔ سربرآوردہ علماء و عوام کے مجمع میں باقاعدہ اسلام کی تجدید کرنی ہو گی اور اس کا اسی قدر اعلان جس قدر ان حرکتوں کا اعلان ہُوا ضروری ہو گا۔ ایسا نہ ہو اس سے پہلے موت آ جائے اور ہمیشہ کو جہنم میں رہنا ہو۔

۲۔ ان سب باتوں پر اسلام ختم ہونے سے نکاح بھی ختم ہو گیا۔ اب فوراً اسلام لاتے ہی نکاح کی بھی تجدید کرائیں اور اس کا اعلان اسی اعلان کی طرح ہو۔

۳۔ توبہ نام ہے تین باتوں کا : (i) گذشتہ پر انتہائی شرمندگی ہو۔ (ii) اس وقت انتہائی عاجزی اور گریہ و زاری سے خدا تعالےٰ سے

معافی مانگی جائے۔ (iii) آئندہ کے لئے ان سب باتوں کے نہ کرنے کا پختہ عہد کیا جائے۔

بلکہ ان کی تلافی کے لئے ان سب کے محاسن بزرگی اعلیٰ مرتبوں کو اسی عام ترین اعلان سے تقریر و تحریر سے ظاہر کرتے رہا کریں اور گذشتہ کی غلطیاں طشت از بام کریں تو توبہ کی تکمیل ہو جائے۔

۴۔ امر اول کے لئے یعنی گذشتہ پر شرمندگی کے لئے ضروری ہے کہ ان میں سے ہر ہر بات کا بے دلیل، بے مشاہدہ، بے ثبوت، جھوٹ، بہتان ہونا اور بھکلنے والوں کی حرکت کا انکشاف اسی زور شور سے انہی تمام اخبارات میں آنا ضروری ہے جن میں یہ سب باتیں آج تک طبع ہوتی رہیں۔

۵۔ جب تک یہ کتاب دُنیا میں موجود رہے گی، پڑھی جاتی رہے گی، اس کا رہنا، پڑھا جانا، ان پر شرمندگی، اُن کا بیہودہ، غلط، جھوٹ ہونا ختم نہ ہو گا۔ جس طرح ہو سکے اُس کے ہر ہر نسخہ کو علی الاعلان ہر جگہ جلوایا کریں اور مصنف بہ اعلان کرے کہ سب اس کو جلا دیں ورنہ کم از کم اس سے میرے نام کے ورق کو جلا دیں۔ عام اعلان سب اخباروں کو دیا جائے۔ اس طرح توبہ کا پہلا جُز مکمل ہو گا۔ پھر دوسرا، تیسرا جُز اور ان کا اعلان دُنیا بھر میں ہو۔

۶۔ فوراً ان تمام باتوں کا بے ثبوت، بے اصل، جھوٹ، کا فرانہ ایجادات قرار دینے کے مضامین کی اس قدر بھرمار ہو جس قدر ان باتوں کی ہو چکی ہے۔

یہ توبہ ہو جائے تو رشدی صاحب ہمارے جگری بھائی بن جائیں گے کہ حضورؐ نے فرمایا ہے: التائب من الذنب کمن لا ذنب له۔ "گناہ سے توبہ کر لینے والا ایسا ہے جیسا اُس کا کوئی گناہ نہیں" پس توبہ خالص و مکمل ہو تو ان بعض علماء کے نزدیک پاک ہو سکتے ہیں (جن کی عبارات آخر میں ہم نے درج کی ہیں۔)

※

ضمیمہ ۱

قائد ایران کے مثالی اقدامات

سات نکات

علامہ خمینی نے عظیم الشان اقدامات کر کے ساری دُنیا کی آنکھیں کھول دیں کہ اس سے زیادہ دُنیا بھر میں کوئی اور جُرم نہیں ہو سکتا۔

۱۔ ایسے مجرم کو قتل کرنے والے کے لئے وہ عظیم انعامات مقرر کئے کہ آج تک پُوری دُنیا میں کسی نے اتنے انعامات مقرر نہیں کئے ہوں گے۔ اگر اس کا قاتل ایران کا باشندہ ہو تو پچاس لاکھ ڈالر (۵۰۰۰۰۰۰) اور اگر دوسرے ملک کا باشندہ ہو تو دس لاکھ حکومتِ ایران پیش کرے گی۔

علامہ خمینی کا انعام ساری دُنیا کے انعامات سے بڑھ چڑھ کر معلوم ہوتا ہے۔ اس کی اندرونی حقیقت اور بھی بہت بڑی شان کا انعام بنتا ہے کہ خمینی صاحب تقریباً ساری زندگی ایسے مذہب سے وابستہ رہے ہیں جو ایسی گالیوں کو بہترین ذخیرہ قرار دیتے ہیں تو جو شخص زندگی بھر ان گالیوں سے مانوس رہا آج اس سے بھی جو گالیاں برداشت نہ ہو سکیں اور اس قدر غیظ و غضب ان کو بدکردار پر آیا کہ دُنیا بھر میں سب سے زیادہ انعام کی پیش کش پر مجبور ہو گئے تو اس سے اندازہ لگایا جائے کہ غیر مانوس لوگوں کو ان گالیوں سے جو دین نہیں، شرافت نہیں، انسانیت کی رمق تک سے خالی ہونے کی دلیل ہیں، کس قدر ان کو غیظ و غضب ہُوا ہو گا اور ان کی غیرتِ ایمانی و غیرتِ شرافت و انسانیت کے اضطراب کا کیا عالم ہو سکتا ہے؟

۲۔ خمینی صاحب نے تمام دُنیا کی حکومتوں کو چیلنج دے دیا ہے کہ اگر ان میں

انسانیت کا ذرا سا بھی کوئی حصہ باقی ہے تو اپنی پوری طاقت و قوت کا مظاہرہ کریں ورنہ اپنے آپ کو انسانیت کے طبقہ سے الگ قرار دیں۔

۳۔ حکومتِ ایران نے اقوامِ متحدہ کو جھنجھوڑ ڈالا ہے کہ کیا اقوامِ متحدہ دنیا کے سب سے بڑے مجرم کو یوں آزاد چھوڑنے سے اقوامِ متحدہ رہ سکتی ہے؟ کیا یہ دعویٰ بلا دلیل قابلِ تسلیم ہو سکتا ہے۔ آخر اقوامِ متحدہ کی غیرت و حمیت کی کوئی رمق باقی ہے یا بالکل خول رہ گئی ہے۔

۴۔ علامہ خمینی نے اپنے ملک، اپنی قوم اور اپنے مذہب کو یہ درسِ عظیم دیا ہے کہ وہ آنکھوں سے پٹی ہٹائیں اور ایسی غلیظ گندی انسانیت سوز، غیرت و حمیت، شرافت و دیانت کا جنازہ نکالنے والی باتوں سے سخت احتراز کریں ورنہ سوچ لیں کہ اُن کے قاتل بھی اسی قدر انعامات کے حق دار ہوں گے۔ ممکن ہے قضاء قدرت انتقام لے لے۔ وقت ہے کہ قیامت سے پہلے پہلے زندگی ہی میں ہر فرد اس سے بچ جائے۔ گذشتہ سے توبہ آئندہ عہد پختہ کر لیں۔

۵۔ قیامت تک کے لئے ساری دُنیا کو بتا دیا ہے کہ ایسا مجرم کوئی بھی ہو کہیں کا باشندہ بھی ہو وہ قتل کا اور اس کا قاتل ایسے انعام کا مستحق ہے اس سے اس کے جرم کا اندازہ کر لیں۔

۶۔ تمام حکومتوں اور قیامت تک آنے والی حکومتوں کو دکھلا دیا ہے کہ یہ مجرم انسانیت کا بدترین مجرم ہے، ہر حکومت اس سے متعلق اس کا قانون بنا کر اپنی انسانیت کا ثبوت دے کہ ایسے مجرم اللہ تعالیٰ کی زمین کو اپنے وجود سے ناپاک نہ کر سکیں۔ اگر حکومتیں ایسا قانون نہ بنائیں گی تو وہ ایسے مجرموں کی صف میں کھڑی ہونے کے قابل ہوں گی واہ واہ سہ

ع این کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

۷۔ جو حکومت رواداری برتے گی وہ بھی خود اس جرم کی مجرم قرار پائے گی خود سزا کی مستحق ہو گی۔

ضمیمہ ۲

اسرائیل کا دُنیا بھر کو الٹی میٹم

سات نکات

اسرائیل نام کی حکومت نے اس کو پناہ دے کر انتہائی شرمناک خطرناک انسانیت کے مخالف کام کیا ہے۔

۱۔ اسرائیل نے حمایت کر کے علی الاعلان اعتراف کر لیا ہے کہ اس کے اندر اسی کا ہاتھ ہے، نام صرف سلمان رشدی کا ہے اس کو تو صرف بیوقوف بنایا گیا ہے، اندر سے سارا کام اسرائیل کا ہے۔

۲۔ اسرائیل نے ساری دُنیا کی حکومتوں کو الٹی میٹم دے دیا ہے کہ اس گندے غیر انسانی جرائم کے حامی کے دُنیا بھر میں محافظ ہم ہیں۔ جس کا جی چاہے ہم سے مقابلہ کر لے۔ ہم اُس کے برابر حامی ہی رہیں گے۔ خصوصاً دُنیا بھر کے اربوں مسلمانوں اور اُن کی حکومتوں کو اور ہر انسانیت رکھنے والی حکومت کو جنگ کا الٹی میٹم ہے کہ کوئی ہے جو اس کو لے سکے۔

۳۔ کیا اسرائیل کو معلوم نہیں کہ مجرم کی حمایت مجرم کی پرورش بلکہ اور حوصلہ دینے کے برابر ہے۔ یہ بات خود اُسے ساری دُنیا میں بدنام

کرنے کے لئے کافی ہے۔

۴۔ کیا پوری حکومت میں کوئی انسان انسانیت سوز فحش گالیوں سے بیقرار ہونے والا نہیں ہے یہ سب خلاف انسانیت مزاج کے مالک ہیں۔

۵۔ کیا اسرائیل کو معلوم نہیں کہ دُنیا کے معزز ترین بزرگوں کی تذلیل سے عرش تک لرز اُٹھتا ہے اور پھر تمام مجرموں اور اُن کے حمایتیوں پر انتقام قدرت نازل ہو سکتا ہے۔

۶۔ کیا اسرائیل نے یہ سمجھ لیا ہے کہ مسلمانوں میں کوئی غیرت، حیا، شرم، حمایتِ حق کا ولولہ نہیں رہا ہے کہ اُس نے علی الاعلان الٹی میٹم دے دیا ہے۔

۷۔ کیا اسرائیل نے اسی سے اس کی تائید نہیں کر دی ہے جو لوگ کہا کرتے ہیں کہ جب یہودیوں سے اسلام کی روز روز کی فتوحات برداشت نہ ہو سکیں تو اپنی عورتوں کو منافق بنا کر مسلمان ظاہر کر کے مسلمانوں کے نکاح میں داخل کیا اور یہ پھوٹ ڈالنے کا کام کیا کہ جانشین داماد تھا، سب غاصب ظالم ڈاکو ہیں اور اسی سے ایک فرقہ جنم لے گیا جس کا ڈیڑھ ہزار سال تک کوئی اور حملہ کامیاب نہ ہو سکا۔ تو یہ حملہ بھی اسی طرح کا ہے، یہ بھی صدیوں تک برابر کام کر سکتا ہے۔ اس سے اس حربہ کی حمایت بھی ثابت ہو گئی۔

اسرائیل یاد رکھے کہ ایک وقت ایسا آنے والا ہے کہ دجال کے ساتھ سارے یہودیوں کا قلع قمع ہو گا۔ کوئی نام کا یہودی بھی نہ رہ سکے گا۔ دُنیا و آخرت دونوں جہان کی تباہی ان کے لئے آ رہی ہے۔ اچھا ہو کہ وہ ہوش سنبھال لیں۔

استفتاء کے نمبروار جوابات

۱۔ یہ شخص مرتد ہے جیسا کہ آیات و احادیث اور اجماع و قیاس وغیرہ سے ثابت ہو چکا ہے اور جو کافر اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا ہے وہ حضورؐ کے زمانے تک منافق اور بعد میں زندیق کہلاتا ہے (دیکھیں آیت ۲۲ اجماع کی بحث اور حوالہ ۹) اس لئے یہ شخص مرتد بھی ہے اور زندیق بھی۔

۲۔ تمام آیات، احادیث، اجماع، قیاس، عقل اور فقہاء و علماء کی عبارات، سب سے ثابت ہے کہ اس کے ناپاک وجود سے اللہ تعالےٰ کی زمین کو پاک کرنا ضروری ہے۔

۳۔ جس کو قدرت ہو، جب قدرت ہو وہ سزا نافذ کرے۔ یہ ہر مسلم حکومت کا فرض ہے یا کوئی غازی علم دین پیدا ہو جائے۔

۴۔ جس کو قدرت ہو فوراً سزا نافذ کرے، قدرت نہ ہو تو قدرت حاصل کرے۔ جیسا کہ احادیث پاک کے حصہ میں گذر چکا ہے کہ بغیر مقدمہ چلائے ایسے گستاخوں کو سزا دی گئی۔ بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر مقدمہ چلائے ایسے گستاخوں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔ (دیکھیں نابینا کی باندی کا واقعہ کعب بن الاشرف، ابن خطل وغیرہ کا واقعہ)۔

۵۔ رشدی نے جو معافی مانگی وہ دھوکہ ہے، جیسا کہ اسی عنوان سے لکھا جا چکا ہے اور توبہ کا صحیح طریقہ بھی گذر چکا ہے جس کی صرف بعض علماء کے نزدیک گنجائش ہے جس کی تفصیل اوپر بیان ہو چکی ہے۔

۶۔ پبلشرز اور ملوث اداروں کے ساتھ قطع تعلق اگر مثل سزا کے ہو یعنی کُل

مسلمان بائیکاٹ کر دیں تو ضروری ہے اور قلبی محبت ہر کافر سے حرام ہے اور جو چیز قلبی تعلق کا قریبی ذریعہ ہوگی وہ بھی حرام اور جو بعید ذریعہ ہوگی وہ مکروہ ہے۔

ے کفر کی حمایت اور اس کو سراہنا خود کفر ہے۔ ہر مسلمان کے ذمہ ہے کہ جتنی قوت و طاقت ہو ان حرکتوں کو، ان حرکت والوں کو، ان کے اسباب و ذرائع کو ملیا میٹ کر دیں۔ اور جس کو اس کی قدرت نہ ہو اس کو زبان سے اس کی خرابی اور برائی کا بیان کرنا واجب ہے اور جس کو زبان سے کہنے میں جان مال کا خطرہ ہو اُس کو دل میں بُرا جاننا واجب ہے جیسا کہ مسلم شریف کی حدیث میں یہی تفصیل آئی ہے۔

واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم

کتبہ: العبد محمود اشرف عفی عنہ املاءً من الشیخ
الفقیہ المفتی جمیل احمد التھانوی مد اللہ ظلہ العالی
۱۸ ذوالحجہ ۱۴۰۹ھ

فہرستِ آیات

فہرستِ آیات

اولئك الذين كفروا بآيات ربهم الى قوله واتخذوا آيتي ورسلي هزواً	الكهف	۱۰۵
ان الذين يكفرون بالله ورسله الى قوله عذابا مهينا	النساء	۱۵۱
ان الكفرين كانو الكم عدوا مبينا	النساء	۱۰۱
ان اللہ يغفر الذنوب جميعا	الزمر	
الذين يرمون المحصنت ثم لم يأتوا باربعة شهداء فاجلدوهم ثمنين جلدة الخ	النور	۴
الذى خلق الموت والحيوة ليبلوكم ايكم احسن عملا	الملك	۲
انما جزاء الذين يحاربون الله ورسوله الي قوله عذاب عظيم	المائده	۳۳
الاالذين تابوا من قبل ان. تقدرواعليهم الي قوله غفور رحيم	المائده	۳۴

الـزانية والـزانـی فاجلدوا کـل و احد منهما مائة جلده۔الی قوله ان کنتم تومنون بالله والیوم الآخر۔	النور	۲
ان اکرمکم عند الله اتقاکم	الحجرات	۱۳
ان الـذیـن یـحبون ان تشیع الفاحشة الی قوله فی الدنیا والآخرة	النور	۱۹
ان الـذیـن یـرمـون الـمحصـنـت الـغـافلات الـی قـولـه ولهم عذاب عظیم	النور	۲۳
ان الـذیـن آمـنـوا وعملوا الصلحت اولئك هم خیر البریة	البینه	۷
ان الـذیـن کـفـروا مـن اهم الکتـاب والـمشـرکین فی نار جهنم خالدین فیها اولئك هم شر البریه	البینه	۶
انـمـا الـمـشـرکـون نـجـس فـلا یقربوا المسجد الحرام بعد عامهم هذا	التوبة	۲۸

الزانية والزاني فا جلدوا كل واحد منهما مائة جلدة	النور	۲
الرجال قوامون على النساء	النساء	۳۵
ان امرؤ هلك ليس له ولد وله اخت فلها نصف ما ترك وهو يرثها ان لم يكن لها ولد	المائده	۱۷۶
آبائكم وابنائكم لا تدرون ايهم اقرب لكم نفعا فريضة من اللّٰه ان اللّٰه كان عليما حكيما	النساء	۱۱
اطيعوا اللّٰه واطيعوا الرسول واولى الامر منكم	النساء	۵۹
ان جائكم فاسق بنباء فتبينوا	الحجرات	۶
النبى اولى بالمومنين من انفسهم وازواجه امهاتهم	الاحزاب	۶
الخبيثات للخبيثين الى قوله لهم مغفرة ورزق كريم	النور	۲۶

ان الـذيـن يـرمـون الـمـحصنت الى قوله ولهم عذاب عظيم	النور	۲۳
ان الذين يوذون الله ورسوله الى قوله بهتانا واثما مبينا	الاحزاب	۵۸
ان الذين فتنوا المومنين والمومنٰت ثـم لـم يتـوبـوا فـلهـم عذاب جهنم ولهم عذاب الحريق	البروج	۱۰
ان الـذيـن جاء وا بالافك الى قوله له عذاب عظيم	النور	۱۱
الم يعلموا انه من يحادد الله الى قوله ذلك الخزى العظيم	التوبه	۶۳
ان الـذيـن يـحـادّون الله الى قولـه لا غلبن انا ورسلى	المجادله	۲۰ ۲۱
انما يريد الله ليذهب عنكم الرجس اهل البيت ويطهركم تطهيرا	الاحزاب	۳۳

ب		
بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم	النمل	۳۰
ث		
ثم الذین کفروا بربھم یعدلون	الانعام	۱
ج		
جزاء سیئة سیئة مثلھا	الشوریٰ	۴۰
ح		
حرمت علیکم المیتة والدم۔ الی قولہ، وان تستقسموا بالازلام ذلکم فسق	المائدہ	۳
ف		
فلا تجعلوا للّٰہ اندادا وانتم تعلمون	البقرہ	۲۲
فویل للذین یکتبون الکتب الی قولہ، وویل لھم مما یکسبون	البقرہ	۷۹

فاذلم یاتوا بالشهداء فاولئك عندالله هم الكذبون	النور	۳
فان تولیتم فاعلموا انما علی رسولنا البلغ المبین	المائده	۹۲
فان کن نساء فوق اثنتین فلهن ثلثا ماترك وان كانت واحدة فلها النصف	النساء	۱۱
فان كان له اخوة فلامه السدس	النساء	۱۱
فان لم یکن له ولد وورثه ابوٰه فلامه الثلث	النساء	۱۱
فاعتبروا یأ ولی الابصار	الحشر	۲
ق		
قل تعالوا اتل ما حرم علیکم الا تشرکوا به شیئا الا قوله لعلکم تتقون	الانعام	۱۵۱

قل ان الذین یفترون الی قولہ بما کانوا یکفرون	یونس	۶۹
قاتلوا الذین یلونکم من الکفار	التوبہ	۱۲۳
قل ا باللّٰہ وآیتہ الی قولہ قد کفرتم بعد ایمانکم	التوبہ	۶۵ ۶۶
قاتلوا الذین لا یومنون باللّٰہ ولا بالیوم الآخر الی قومہ وھم صٰغرون	التوبہ	۲۹
قاتلوھم یعذبھم اللّٰہ الی قولہ ویتوب اللّٰہ علی من یشاء	التوبہ	۱۴،۵
ل		
لا یعصون اللّٰہ ما امرھم	التحریم	۶
لا یموت فیھا ولا یحییٰ	الاعلی	۱۳
لقد کفر الذین قالوا ان اللّٰہ ھو المسیح ابن مریم	المائدہ	۱۷
لقد کفر الذین قالوا ان اللّٰہ ثالث ثلثۃ وما من الہ الا الہ واحد	المائد	۷۳

لولا جاؤا علیه باربعة شهداء الی قوله هم الکفرون	النور	۱۳
لا تقربوا الصلوة وانتم سکرٰی	النساء	۴۳
لو لا جاؤا علیه باربعة شهدآء فاذلم یاتوا بالشهداء فاولئك عند الله هم الکذبون	النور	۱۳
لعنة الله علی الکذبین	آل عمران	۶۱
م		
من جاء بالحسنة فله عشر امثالها	الانعام	۱۶۱
ماأتکم الرسول فخذوه وما نهٰکم عنه فانتهوا	الحشر	۷
ماأتکم الرسول فخذوه وما نهٰکم عنه فانتهوا	الحشر	۷

من یشاقق الرسول من بعد ما تبین له الھدی وتیبع غیر سبیل المومنین نولہ ما تولی ونصلہ جھنم وسآءَ ت مصیرا	النساء	۱۱۵
و		
وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون	الذاریات	۵۶
واعبدواللہ ولا تشرکوا بہ شیاءً	النساء	۳۶
ومن یشرک باللہ فقد ضل ضللاً بعیدا	النساء	۱۱۶
ولوا شرکوا لحبط عنھم ما کانوایعملون	الانعام	۸۸
ولقد اوحی الیک والی الذین من قبلک الی قولہ من الخسرین	الزمر	۶۵
ومن یکفر باللہ وملئکة و کتبہ ورسلہ والیوم الاخر فقد ضل ضللاً بعیدا	النساء	۱۳۶

وان اللہ لھـاد الذین آمنو الی قولہ او یاتیھم عذاب یوم عقیم	الحج	۵۵
ومـن یـرتدد منکم عن دینہ الی قولہ ھم فیھا خٰلدون	البقرہ	۲۱۷
ومـن یتبـدل الکفر بالایمان فقد ضل سواء السبیل	البقرہ	۱۰۸
وعـد اللہ الـمـنـفـقین والمنٰفقٰت الی قولہ اولئک ھم الخسرون	التوبہ	۶۹
ویـقـولون للذین کفروا الی قولہ فلن تجد لہ نصیرا	النساء	۵۱
ومـن اظـلم ممن افتری الی قولہ فی جھنم مثویً للکفرین	العنکبوت	۶۸
وان منھـم لـفـریقـا یلون السنتھم بالکتب الی قولہ وھم یعلمون	آل عمران	۷۸
ومـن یـقتـل مـومنا متعمدا الی قولہ عذابا عظیما	النساء	۹۳

ولا تقتلوا النفس التی حرم اللہ الا بالحق	الانعام	۱۵۱
ومن اجل ذلک کتبنا علی بنی اسرائیل الی قولہ فکانما احی الناس جمیعا	المائدہ	۵۳
ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ	البقرہ	۱۹۵
ولا تقربوا الزنا انہ کان فاحشۃ ساء سبیلا	الاسراء	۳۲
والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتوا باربعۃ شھداء فاجلد ھم ثمنین جلدۃ	النور	۴
واحل اللہ البیع وحرم الربوٰ	البقرہ	۲۷۵
ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل،الی قولہ،وانتم تعلمون	البقرہ	۱۸۸
والسارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما الی قولہ، واللہ عزیز حکیم	المائدہ	۳۸

والّتی یاتین الفاحشة من نسائکم الی قوله،اربعة منکم	النساء	۱۵
والذین یرمون المحصنت ثم لم یاتوا باربعة شهداء	النور	۴
وجعلنکم شعوباوقبائل لتعارفوا	الحجرات	۱۳
ولا تقربوا الزنیٰ انه کان فاحشة وساء سبیلا	الاسراء	۳۲
ان الذین یرمون المحصنت الغٰفلات الی قوله ولهم عذاب عظیم	النور	۲۳
ولله العزة ولرسوله وللمومنین	المنافقون	۸
واطیعوا الله واطیعوا الرسول واحذروا	المائده	۹۲
ولقد کرمنا بنی آدم	الاسراء	۷۰
ومن یطع الرسول فقد اطاع الله	النساء	۸۰
وللرجال علیهن درجة	البقره	۲۲۸

ولا تتمنوا ما فضل الله به بعضكم علي بعض	النساء	۳۳
والتی تخافون نشوزهن الی قوله فلا تبغوا علیهن سبیلا	النساء	۳۴
ومن اظلم ممن اتبع هوٰه	القصص	۵۰
وعسی ان تکرهوا شیئا وهو خیر لکم وعسی ان تحبوا شیئا وهو شرلکم	البقره	۲۱۶
واستشهدوا شهیدین من رجا لکم الي قوله فتذکرا هٰذٰهما الاخری	البقره	۲۸۲
ولکم نصف ما ترك ازواجکم ان لم یکن لهن ولد فان کان لهن ولد فلکم الربع مما ترکن	النساء	۱۲
ولهن الربع مما ترکتم ان لم یکن لکم ولد فان کان لکم ولد فلهن الثمن	النساء	۱۲

وان کانوا اخوۃ رجالا ونساء فللذکر مثل حظ الانثیین	النساء	۱۷۶
ولا بویہ لکل واحد منھما السدس مما ترك ان کان لہ ولد	النساء	۱۱
وان کان رجل یورث کللۃ الی قولہ فھم شرکاء فی الثلث	النساء	۱۲
وما ینطق عن الھوی ان ھوالاوحی یوحی	النجم	۳،۴
وما کان لمومن ولا مومنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم	الاحزاب	۳۶
ومنھم الذین یوذون النبی ویقولون ھو اذن قل اذن خیرلکم	التوبہ	۶۱ ۶۲
ومن یشاقق الرسول الی قولہ وساء ت مصیرا	النساء	۱۱۵

ومن یشاقق اللہ رسولہ فان اللہ شدید العقاب	الانفال	۱۳
ولولا ان کتب اللہ علیھم الجلاء الی قولہ شدید العقاب	الحشر	۳،۴
ی		
یاایھا الرسول لا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر من الذین قالوا امنا بافواھم ولم تومن قلوبھم	المائدہ	۴۱
یاایھا النبی جاھد الکفار والمنٰفقین الی قولہ وھموا بمالم ینالوا	التوبہ	۷۳ ۷۴
یا ایھا الذین آمنوا انما الخمر والمیسر الی قولہ فھل انتم منتھون	المائدہ	۹۰ ۹۱
یسئلونک عن الخمر والمیسر الی قولہ واثمھما اکبر من نفعھما	البقرہ	۲۱۹
یمحق اللہ الربوٰ ویربی الصدقٰت	البقرہ	۲۷۶

یا ایھا الذین آمنوا انما الخمر والمیسر الی قولہ فھل انتم منتھون	المائدہ	۹۰ ۹۱
یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین	النساء	۱۱
یا ایھا النبی جاھد الکفار والمنٰفقین واغلظ علیھم وما وٰھم جھنم وبئس المصیر	التوبہ	۷۳

ادارہ اشرف التحقیق جامعہ دار العلوم الاسلامیہ
۲۹۱۔ کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور فون: 5422213-7448060